میں نے انسان اور جنات کو صرف میری عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔
(بیان القرآن)

مقصدِ زندگی

اللہ کے راستے میں جانے والوں کے لئے بہترین کتاب

مرتب
حافظ سعید احمد

اپنے مشفق و مربی والد مرحوم کے نام
جن کی کوششوں اور دعاؤں کے نتیجے میں اس
کتاب کو ترتیب دینے پر میں قادر ہوا، اللہ رب
العزت انکی بال بال مغفرت فرمائے اور شایانِ شان
اپنی رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد

تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیئے جو تمام عالم کا رب ہے ، اور ہم سب کا خالق اور مالک ہے۔ انسانوں کے اوپر سب سے بڑا احسان اللہ جل شانہ نے یہ فرمایا کہ انسانوں کی ہدایت کے واسطے ہر دور میں نبیوں کو مبعوث فرمایا ، اور ہم پر سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ ایسے نبی کی امت میں ہمیں پیدا فرمایا جسکی امت میں پیدا ہونے کے لئے بعض نبیوں نے بھی تمنائیں کی تھیں۔

لاکھوں درود آقائے دو جہاں امام الانبیاء فخر رسول خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام عالم کے لئے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے رحمت للعالمین بنا کر بھیجے گئے۔ اپنی پوری حیات طیبہ اسی فکر اور اسی جدوجہد میں گزار دی کہ کس طرح میرا ایک ایک امتی جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والا بن جائے۔ اور اس محنت کے کرنے میں لوگوں کی طرف سے جو بھی حالات آئے اسے برداشت کرتے رہے حالانکہ اللہ کے محبوب تھے خود فرماتے ہیں کہ دین کی (دعوت) کے سلسلے میں جتنا مجھے ڈرایا گیا اور ستایا گیا اور کسی نبی کو نہ ڈرایا گیا اور نہ ستایا گیا۔ (ترمذی شریف)

چوں کہ اب کوئی نبی دنیا میں نہیں آئے گا اس لئے نبیوں والا کام اس امت کو دیا گیا ہے۔ اور اس دعوت کی محنت ہی کے ذریعے دین وجود میں بھی آتا ہے اور باقی بھی رہتا ہے۔ اس لئے اللہ کے راستے میں نکل کر اس محنت کو سیکھنا ہوگا ، اور مقام پر رہ کر اس کام کو کرنا ہوگا تا کہ اللہ کے راستے

میں نکل کر جو ایمان اور اعمال ہیں گے وہ مقامی محنت سے ہماری زندگی میں باقی بھی رہیں گے اور اس میں ترقی بھی ہوتی رہے گی۔

اسی محنت کو اس کتاب میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ اور اس مقصد کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اور کس طرح محنت کرنے سے ہم خود اور دنیا میں بسنے والا ایک ایک انسان دونوں جہاں میں کامیاب ہو جائے۔

اسی لئے یہ کتاب بار بار پڑھی جائے سوچا جائے اور دوسروں تک پہنچائی جائے، جتنی بات دوسروں تک پہونچائی جائے گی اتنی بات ہماری زندگی میں آئے گی اور ہمارے عمل میں آئیگی۔ دعوت کا مقصد ہی یہ ہے کہ جو علم جو عمل ہماری زندگی میں نہیں ہے اسکو بصفت تبلیغ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اللہ تبارک تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کتاب میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی ہوگئی ہو تو اسے صحیح کر لیا جائے اور ہمیں بھی اطلاع کریں انشاءاللہ دوسری مرتبہ اسکو صحیح کر لیا جائیگا یا لکھ دیا جائیگا۔ اللہ کا بے انتہا فضل اور احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ دینی خدمت سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

احقر حافظ سعید احمد

ربیع الاول ۱۴۳۱

انڈیا

☆

کامیابی

محترم بزرگو، دوستو، عزیزو! ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے اور اللہ بھی چاہتے ہیں کہ میرے بندے کامیاب ہو جائیں اس لئے اللہ نے دنیا میں کم وبیش سوا لاکھ نبی بھیجے کہ بندوں کو کامیاب ہونے کا راستہ بتلائے کیونکہ کائنات کو اللہ نے بنایا اور بنی ہوئی چیز سے بنانے والا ہی اسکی کامیابی اور ناکامی کس چیز میں ہے وہ بنانے والا ہی جانتا ہے، اسی لئے مخلوق کی رہنمائی کے لئے ہر دور میں اللہ نے نبیوں کو بھی بھیجا اور کتابیں بھی عطا فرمائی۔ تمام نبیوں نے دنیا میں آکر ایک ہی دعوت دی کہ ایک اللہ کو مانو اور ایک ہی اللہ کی مانو کامیاب ہو جاؤ گے۔ یعنی ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کر لو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ہم ان کو با لطف زندگی عطا کریں گے (سورہ نحل، رکوع ۱۳) دوسری جگہ ارشاد ہے "جو شخص ہمارے ذکر سے (حکم سے) اعراض کرے گا ہم ان کی زندگی تنگ کر دینگے اور قیامت میں اندھا اٹھائیں گے۔ (سورہ طٰہٰ، رکوع ۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جس کی زندگی میں دین ہوگا کامیاب ہو یا نہ ہو اللہ اسے دنیا میں بھی کامیاب کریں گے اور آخرت کی لامحدود زندگی میں بھی کامیاب کریں گے، جیسے صحابہ کرامؓ کو کامیاب کیا، اور جس کی زندگی میں دین نہیں ہوگا اللہ اسے دنیا میں بھی ناکام کرے گا اور آخرت میں بھی ناکام کریں گے جیسے ابوجہل، ابولہب قیصر و کسریٰ کو ناکام کیا، دین کہتے ہیں اللہ کے حکموں کو نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق پورا کرنا اللہ کی رضامندی کے لئے۔

مخلوق کی حیات کے لئے جس طرح اللہ جل شانہ نے آسمان سے پاک اور صاف پانی اتارا اسی طرح انسانوں کی کامیابی کے لئے آسمان سے پاک اور صاف دین اتارا ہے، جس طرح بغیر کھائے پیئے عموماً ہلاکت ہو جاتی ہے، اسی طرح بغیر دین کے یقیناً ناکامی ہوگی۔

جس طرح بے دینی سے انسان ناکام ہوگا اسی طرح ادھورے دین سے بھی ناکامی ہوگی۔ اس لئے عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرت کے تمام شعبوں کا پورا پورا دین ہماری زندگی میں لانا ضروری ہے۔ اور دین سے کامیابی یقین کے بقدر ملے گی۔ دین سے کامیابی کا یقین پیدا کرنے کے لئے دعوت شرط ہے، دعوت سے ہمارے اندر یقین پیدا ہوگا، اعمال کے کرنے کے بعد بھی کامیابی یقین کے بقدر ملے گی یقین یعنی ایمان۔

اللہ کی قدرت اس وقت تک ہمارا ساتھ نہیں دیتی جب تک اللہ کا غیر ہمارے دلوں سے نکل نہیں جاتا اور اللہ کا غیر اس وقت تک ہمارے دلوں سے نہیں نکل سکتا جب تک اللہ کا غیر اللہ کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا اسکی ہم دعوت نہ دیں۔ ایمان یا اعمال کی دعوت دیں تو اسکی حقیقت کو سامنے رکھ کر دعوت دیں، ماحول دیکھ کر یا ہماری سطح دیکھ کر یا سامنے والے کی استعداد دیکھ کر دعوت نہ دیں، اور اپنے یقین کی تبدیلی کی نیت سے دعوت دیں، دوسروں کی اصلاح کی نیت نہ ہو۔ اس طرح دعوت دیں گے تو دعوت میں وہ تاثیر پیدا ہوگی جس سے ہمارا اپنا یقین بھی بنے گا اور دوسروں کو ہدایت بھی ملے گی اللہ جل شانہ نے فرمایا "تم میرے راستے کی جدوجہد کرو میں تمہیں ضرور بالضرور ہدایت دوں گا۔ (سورہ عنکبوت، رکوع ۳)

دعوت کی مبارک محنت اور اللہ کے راستے کی جدوجہد کو اللہ نے بہترین تجارت کہا ہے۔ ارشاد باری ہے "اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں؟ جو تم کو دردناک عذاب سے بچائے؟ (وہ تجارت یہ ہے) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور نکلو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال لے کر یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو (اس کے بدلے اللہ کیا دے گا) تمہارے گناہ معاف کر دونگا اور جنت میں داخل کر دونگا (اور اللہ فرما رہے ہیں کہ) یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔" (سورہ صف، رکوع ۱۰) اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے بار بار اپنی جان اور اپنا مال لے

کر اللہ کے راستے میں نکلنا ہوگا کیونکہ اللہ کے بندے ہونے کے ناطے اللہ کی بندگی ہم پر فرض ہے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

اسی طرح حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں لہذا انکی مانو اپنی تمام خواہشات کو انکے حکم کے تابع کرو، حلال کو حلال سمجھو چاہے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور حرام کو حرام سمجھو چاہے فاقوں پر گزارا کرنا پڑے "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" کا تقاضا ہے کہ زندگی رسول اللہ ﷺ کے طریقے میں ڈھل جائے، محمدی بن جائیں، عقائد میں عبادت میں اخلاق میں معاملات میں، لیکن دین میں ان سب اعمال میں لوگوں کو ہمارا معاشرہ نظر آئے، ساری دنیا کی عزتیں بند ہیں نبی کے طریقے میں جو کچھ ملے گا اس زندگی سے ملے گا جو نبی ﷺ دیکر گئے ہیں۔

اور حضرت محمد ﷺ آخری رسول ہیں اس بنیاد پر نبوت والا کام ہمارے ذمہ ہے یہ دعوت کا کام ختم نبوت کی پہچان ہے، یہ امت اپنے نبی کی وارث ہے اگر دین کا کام کرینگے تو حضور ﷺ کے امتی ہونے کا اہم حق ادا کر سکیں گے۔

اپنی جان اور مال کو لے کر اللہ کے راستے میں نکلیں گے اور مسجد کے ماحول میں اور فرشتوں کی صحبت میں رہ کر اصول اور آداب کے ساتھ اس کام کو کرتے رہیں گے تو دین ہماری زندگی میں آتا چلا جائے گا اور جب دین زندگی میں آئے گا تو زندگی میں چین اور سکون آئے گا، روزی میں خیر اور برکت ہوگی، دعاؤں سے کام بنیں گے، اللہ والوں کی دعاؤں میں ہمارا حصہ لگے گا معاشرے میں امن و امان آئے گا اور تمام مخلوق ہم سے محبت کرنے لگے گی اور جب انسان اللہ کے حکموں کے مطابق اور نبی ﷺ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزارتا چلا جائے گا تو انشاء اللہ موت کے وقت ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوگا جس کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے کہا بے شک میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر جمارہا تو موت کے وقت فرشتے اتریں گے اور

خوشخبری دیں گے کہ دنیا کے چھوٹے کا غم نہ کرو اور آگے کا خوف نہ کرو اس جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جس کی نبیوں کے ذریعے خبر دی گئی۔ دنیا کی زندگی میں ہم تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے ان میں وہ سب کچھ ملے گا جسکا تمہارا دل چاہے گا۔ (سورہ حم سجدہ، رکوع ۴)

نکلنے سے پہلے

اللہ کے راستے میں جانے کے لئے جب اپنا نام لکھا دیں تو دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھے اور اللہ سے دعا کرے کہ اے اللہ مجھے تیرے راستے کے لئے قبول فرما اور تمام رکاوٹوں کو دور فرما اور تمام مسائل کو آسان فرما۔ وقتاً فوقتاً اپنی حیثیت کے مطابق دو، پانچ روپیہ صدقہ کرتا رہے اور جب وصولی جمع کرنے کو کہا جائے تو وصولی جمع کرا دے۔ گھر میں اور دوستوں میں، اللہ کے راستے میں جا رہا ہوں، اکی دعوت چلائے تا کہ ہمارا نکلنا آسان ہو جائے۔

اب گھر اور کاروبار کی ترتیب بنا کر اپنی جان اور اپنا مال لے کر اللہ کے راستے میں نکل جائے، گھر سے روانہ ہونے سے پہلے پاکی صفائی کے ساتھ غسل کرے، صاف کپڑے پہنے، خوشبو لگائے، دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی اور اپنے گھر والوں کی عافیت کی اور سلامتی کی اور ہدایت کی دعا مانگے اور پھر یہ دعا اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اَحُوْلُ وَ بِکَ اَسِیْرُ، پڑھ کر سب سے خوشی خوشی مل کر یہ دعا پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (ترمذی) اور اپنی بستی کی مسجد میں جا کر بھی دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرے اور جہاں جڑنا طے ہوا ہو وہاں پہونچ کر سب کے ساتھ جڑ جائے۔

ترغیبی بات

محترم بزرگو، دوستو، عزیز ساتھیو اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں اس کے راستے کے لئے پسند فرمایا، قبول کیا اور نکالا یہ اللہ کا بہت ہی بڑا احسان اور انعام ہے، اس میں ہمارا کوئی کمال

نصیب ہے۔ ہمارے لئے کتنے لوگوں نے دعائیں کی ہوں گی، راتوں کو اٹھ کر تہجد میں روئے ہوں گے تب جا کر اللہ نے ہمیں قبول کیا ہے۔ ورنہ ہماری بستی میں بہت سے لوگ رہتے ہیں اور ہم سے بھی زیادہ مال والے، عقل والے، صلاحیت والے اور علم والے بھی ہوں گے لیکن ان سب میں سے چن کر اللہ نے ہمیں قبول کیا ہے یہ اللہ کا بہت بڑا کرم ہے ایک حدیث کا خلاصہ ہے : اللہ جس بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس بندے کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ (بخاری شریف)

یہ بہت اونچا کام ہے نبیوں والا کام ہے، اللہ نے اپنے معصوم بندوں کو نبی بنا کر اس کام کے لئے چنا کسی بھی امت کو اللہ نے یہ کام نہیں دیا بلکہ یہ کام نبیوں سے نبیوں میں منتقل ہوتا ہوا حضور ﷺ تک پہنچا اور حضور ﷺ کو اللہ نے پورے عالم کے اور قیامت تک کے لئے خاتم النبیین بنا کر بھیجا اب کوئی نبی دنیا میں نہیں آئیں گے اس لئے اللہ نے حضور ﷺ کے صدقے میں یہ کام ہمیں یعنی اس امت کو دیا ہے۔

یہ اتنا اونچا کام ہے کہ صحابہؓ نے مکہ کی ایک لاکھ نماز کے ثواب کو اور مدینہ کی پچاس ہزار نماز کے ثواب کو اور حضور ﷺ کی امامت میں نماز پڑھنے کو بھی چھوڑا اور اللہ کے راستے میں نکلے، اس راستے کے بے شمار فضائل ہیں۔ لیکن یہ کام صرف ثواب کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ یہ کام ہماری ذمہ داری ہے۔ اس کام سے چاہا یہ جاتا ہے کہ حضور ﷺ کا لایا ہوا سو فیصد دین اپنی حقیقت کے ساتھ مکمل طور پر ہم سب کی زندگی میں آجائے تا کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور راضی ہو کر دنیا میں بھی کامیاب کر دے اور آخرت میں بھی کامیاب کر دے۔

اس لئے اس راستے میں نکل کر سب سے پہلے نیت درست کرنا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اس لئے سب سے پہلے یہ نیت کرے کہ میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے نکلا ہوں اس لئے چار مہینے یا چالیس دن میں یہی فکر کرنی

ہے کہ دونوں جہاں کی کامیابی کے لئے اپنے ہاتھوں کو دنیا کی تمام شکلوں اور اسباب سے اللہ کی طرف سے آنے والے اعمال والے اسباب کی طرف پھیر رہا ہے۔ کیونکہ دنیا والوں کے فائدے کے لئے کائنات ہے اور ایمان والوں کے فائدے کے لئے احکامات ہیں۔ ساتھ ساتھ اس بات کی بھی فکر کرنا ہے کہ عالم میں بسنے والے ایک ایک انسان کی زندگی میں کامیابی والے اعمال کیسے آ جائیں کیونکہ اس مبارک محنت سے یہی چاہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ امت کو ایمان اعمال اور اخلاق کے جس معیار پر چھوڑ کر گئے تھے اس سطح پر پوری امت پھر سے کیسے آ جائے۔

ہم سب دین سیکھنے کے لئے نکلے ہیں لہذا چند اصول ہیں جن پر ہم عمل کریں گے تو دین زندگی میں آئے گا ورنہ فائدے کے بجائے نقصان ہوگا۔ اس راستے میں نکل کر چار باتوں کا دھیان رکھنا بہت ضروری ہے۔ (۱) امیر کی اطاعت (۲) مسجد کی چہار دیواری (۳) آنکھوں کی حفاظت (۴) راتوں کی آہ وزاری۔

(۱) ہمارا امیر جب طے ہو گیا تو ہمارے لئے ہر بات اور ہر کام میں امیر کی اطاعت کرنا بہت ضروری ہے، چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، چاہے دل مانے یا نہ مانے ہر حال میں اطاعت کرنا ضروری ہے کیونکہ اطاعت پر ہدایت ہے اس لئے امیر جو کچھ وہ کرے، اچھا کہے دیا کرے، جتنا کہا اتنا کرے، جس نے امیر کی مانی اس نے نبی ﷺ کی مانی اور جس نے نبی ﷺ کی مانی اس نے اللہ کی مانی (ابن ماجہ) یعنی امیر کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہو گئے اور اللہ کے ناراض ہونے سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ اس لئے عزرہ، منانے میں ہے اگر شکر چائے میں ملے نہیں تو لوگ اسے تھوک دیں گے اسی لئے امیر کے تابع ہم اس طرح ہو جائے جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں تو پھر ہدایت ملے گی۔ امیر مالی کی طرح ہوتا ہے کہ مالی باغ کی کوئی شاخ ٹیڑھی پسند نہیں کرتا فوراً اسے ٹھیک کر دیتا ہے ورنہ پودے اگانے بڑھانے اور پھیلانے میں اس کا کوئی دخل نہیں وہ تو سب

اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی طرح امیر کے ہاتھ میں ہدایت نہیں ہدایت تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن ہدایت ملے گی امیر کی اطاعت کے مطابق اس لئے ہر کام امیر سے پوچھ پوچھ کر کرے۔

(۲) دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اپنا وقت مسجد کی چاردیواری کے اندر گزارے یعنی جماعت خانے میں اس لئے کہ مسجد فرشتوں کے رہنے کی جگہ ہے، جب فرشتوں کی صحبت میں رہیں گے تو فرشتوں والی صفت ہمارے اندر آئے گی یعنی ماننے کا، اطاعت کا جذبہ، اور اللہ کو سب جگہوں میں سب سے زیادہ پسند مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند جگہ بازار ہے۔ مسجد مومن کے لئے ایسی ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔ اس لئے امیر کی اجازت کے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلے اور اگر ضرورت سے اجازت لیکر جائے تو ضرورت پوری کر کے جلد از جلد چاردیواری کے اندر آجائے، کیونکہ جو انڈا مرغی کے پروں سے اکثر باہر رہتا ہے اس میں سے بچہ نہیں نکلتا بلکہ سڑ جاتا ہے اور صرف پھینکنے کے کام کو رہ جاتا ہے۔ ایک حدیث کا خلاصہ ہے: قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا اس میں وہ آدمی بھی رہے گا جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہوگا۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ وقت مسجد میں گزارے۔

(۳) تیسرا کام نظروں کی حفاظت ہے اس لئے اگر ضرورت سے یا دین کے کسی تقاضے کی وجہ سے مسجد کے باہر جائے تو آنکھوں کی خوب حفاظت کرے کہ نامحرم پر نہ پڑے اور دنیا کی حلال چیزوں کو بھی عبرت کی نگاہ سے دیکھے اس کی ابتدا اور انتہا کو سوچے کہ مٹی سے بنی ہے اور مٹی ہو جائے گی بچی کی نقل سے دھوکہ میں نہ پڑے اور سوچے کہ یہ سب فانی ہے۔ اور ان سب گناہوں کے ذریعے دل میں جو نور پیدا ہوتا ہے اور آخرت کی جو فکر پیدا ہوتی ہے وہ سب نکل جاتی ہے جیسے سوراخ والے برتن میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی اسی طرح بدنظری کے ذریعے یہ سب ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) چوتھا کام ساتھیوں کی آبروداری، یعنی ساتھیوں کا اکرام کرنا خدمت کی پابندی کرکے دوسروں کو اللہ سے

خوب دعائیں مانگے کیونکہ ہدایت اللہ ہی دیں گے اور دن میں ہم نے جو محنتیں کی ہیں اور سیکھا ہے اسے دل میں اللہ ہی اتاریں گے اور عمل کروائیں گے اس لئے اپنے لئے، اپنے گھر والوں کے لئے اپنے والدین کے لئے، رشتے داروں کے لئے، دوستوں کے لئے، اپنی بستی کے لئے بلکہ پورے عالم کے لئے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے مانگے کیونکہ اس راستے میں نکلنے والوں کی دعائیں بنی اسرائیل کے نبیوں کی دعاؤں کی طرح قبول ہوتی ہیں، نمازوں کے بعد بھی دعائیں کریں بلکہ دن رات میں جب موقع ملے اللہ سے مانگے ہر ضرورت اللہ سے ہی مانگے بلکہ جو بھی مسئلہ پیش آئے دعاؤں کے ذریعے اللہ ہی سے منوائیں، ہر وقت اس بات کی فکر کرے کہ ہر کام ہر عمل وقت پر پورا ہو اور روز بروز ہر عمل میں ترقی ہو رہی ہو، اصولوں کی پابندی کرے اور اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کرے اسلئے کسی پر بوجھ نہ بنے بلکہ ہم دوسروں کی خدمت کرنے والے بنیں، جتنی ہم اطاعت کریں گے، مجاہدہ کریں گے، قربانی دیں گے اتنا ایمان بنے گا، ایمان بنتا ہے ناگوار حالات میں۔

اس راستے میں تعلیم بھی ایک مجاہدہ ہے لیکن اللہ نے اس میں ہماری ہدایت چھپائی ہے اس لئے تعلیم میں وقت سے پہلے سب ضروریات سے فارغ ہو کر بیٹھے اور ساتھ ساتھ دل کے کانوں سے سنے، کبھی کھانا آگے پیچھے ہوگا، کپڑا نہ ملے گا، سونا آگے پیچھے ہوگا یہ سب چھوٹی موٹی قربانی ہے یہ کوئی زیادہ قربانی نہیں ہے حالانکہ اسی دین کے خاطر صحابہؓ نے کیسی کیسی قربانیاں دیں، لیکن ہم کمزور ہیں ہم سے ایسی قربانی نہیں مانگی جاتی، چار ماہ، چالیس دن چھوٹی موٹی قربانی دیجئے تو ایمان بنے گا اور دین زندگی میں آئیگا، دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیابی ملے گی۔

اسی کے ساتھ ساتھ پانچوں نمازوں کو تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ایک حدیث کا خلاصہ ہے "جو شخص چالیس دن تک پانچوں نمازوں کو تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھے اسے دو پروانے ملتے

ہیں ایک نفاق سے بری ہونے کا اور دوسرا جہنم سے چھٹکارے کا۔ اس راستے میں خوب محنت کرنی ہے اور اپنے وقتوں کی بھی خوب حفاظت کرنی ہے۔ دنیا کی زندگی کا ایک ایک لمحہ **قیمتی سرمایہ** ہے کیونکہ اصل زندگی ہی دنیا کی زندگی ہے آخرت میں تو صرف وہی چیز ملے گی، جو یہاں پر کمائی ہوگی وہاں عمل نہیں وہ تو بدلے کی جگہ ہے۔

اب ہم اپنا کاروبار گھر بار وغیرہ سب چھوڑ کر جا رہے ہیں لیکن نفس اور شیطان جو ہمارے دشمن ہیں ہمارے ساتھ آرہے ہیں اور بری عادتیں بھی ہمارے ساتھ جارہی ہیں، یہ ہمیں ان اعمال کی طرف کھینچیں گے جن سے ہمارے اندر ظلمت پیدا ہو اور اللہ سے دوری ہو اس لئے ہم زیادہ سے زیادہ ان عملوں میں لگے رہیں جن سے ہمارا دل نورانی بنے۔ جب اجتماعی عمل پورا ہو جائے تو انفرادی اعمال میں لگ جائیں وقت کو بیکار باتوں میں ضائع نہ کریں۔

اس لئے اللہ کے راستے میں نکل کر خصوصاً اور مقام پر رہ کر عموماً بعض کام کرنے ہیں اور بعض کام نہیں کرنے ہیں بعض کام میں زیادہ سے زیادہ اور بعض کام میں کم سے کم وقت لگانا ہے۔ اور کیا کیا کرنے سے آپس میں جوڑ پیدا ہوگا وہ سب بتایا جاتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔

قیمتی سرمایہ

چار چیزوں میں زیادہ سے زیادہ وقت لگائیں۔

(۱) دعوت الی اللہ میں (۲) تعلیم اور تعلم میں (۳) عبادت میں (۴) خدمت میں

دعوت الی اللہ کی پانچ باتیں

(۱) تعلیمی گشت (۲) خصوصی گشت (۳) عمومی گشت (۴) تشکیلی گشت (۵) وصولی گشت

تعلیم اور تعلم کی چار باتیں

(۱) کتاب کا پڑھنا اور سننا (۲) نماز اور قرآن کے مذاکرے

(۳) چھ صفات کا مذاکرہ (۴) اصول اور آداب کے ملا کرے

عبادت کی چار باتیں

(۱) نماز (۲) تلاوت (۳) تسبیحات (۴) مسنون دعائیں

خدمت کی چار باتیں

(۱) اپنی خدمت (۲) امیر کی خدمت (۳) ساتھیوں کی خدمت (۴) مخلوق کی خدمت

چار کاموں میں کم سے کم وقت لگانا

(۱) کھانے پینے میں (۲) سونے میں (۳) پیشاب پاخانے میں (۴) آپس کی ضروری بات چیت میں

چار کام ہرگز نہ کریں

(۱) زبان کا سوال (۲) دل کا سوال (۳) اسراف (۴) کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت کے ہرگز نہ لیں

چار چیزوں میں بحث نہ کریں

(۱) عقائد میں (۲) مسائل میں (۳) سیاست میں (۴) حالات حاضرہ کا تذکرہ۔

چار چیزوں کا اہتمام کریں

(۱) مسجد کا احترام کریں (۲) امیر کی اطاعت اور خدمت کریں

(۳) اجتماعی کام کو انفرادی کام پر مقدم رکھیں (۴) صبر اور تحمل سے کام لیں۔

اجتماعی آٹھ کام

(۱) مشورہ (۲) تعلیم (۳) نماز (۴) عمومی گشت (۵) بیان (۶) کھانا (۷) سونا (۸) سفر

انفرادی آٹھ کام

(۱) نفل نمازوں کا اہتمام (۲) قرآن کی تلاوت (۳) مسنون دعاؤں کا اہتمام

(۴) تسبیحات کی پابندی (۵) روزانہ ایک نیا سبق یاد کرنا (۶) ایک ساتھی کی خدمت

(۷) تنہائی میں فضائل کی کتابوں کا مطالعہ کرنا (۸) ہر کام کرنے سے پہلے اپنی نیت کو صحیح کرنا

روانگی کے آداب

جب ایک مسجد سے دوسری مسجد جانے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اپنا سامان دیکھ لے کہ اپنا کوئی سامان (تسبیح، مسواک، کتاب، کپڑا، صابن وغیرہ) مسجد میں نہ رہ جائے اور مسجد کا کوئی سامان اپنے ساتھ نہ آ جائے۔ طعام کا سامان دیکھ لے۔ اور مسجد کو ہم نے صفائی کے اعتبار سے جس حال میں پایا تھا اس سے بہتر حالت میں چھوڑے۔ اپنا سامان خود اٹھائے، اور دوسروں کا سامان اٹھایا ہو تو منزل تک پہنچائے، بیچ میں نہ چھوڑے۔ طعام کے سامان کی سب فکر کریں۔ مسجد سے جب نکلے تو ندامت ہو کہ اس بستی کا اور مسجد کا جو حق تھا وہ ہم سے ادا نہ ہو سکا۔ مسجد سے جب نکلے تو پہلے بایاں پاؤں مسجد سے باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے۔ "بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ"۔ پھر دائیں پاؤں میں جوتا یا چپل پہلے پہنے پھر بائیں پاؤں میں۔ اگر چلتے چلتے جانا ہو تو دو دو ساتھی کی جوڑی بنا کر راستے کے ایک کنارے سے چلے بستی کے اندر ذکر کرتے ہوئے چلے۔ بستی کے باہر جب پہنچے تو سیکھتے سکھاتے ہوئے چلے اونچی آواز سے نہ بولے۔ اور جب بستی آ جائے تو سیکھنا سکھانا بند کر دے۔ اور اگر سواری سے سفر کرنا ہو تو جب بس یا ریلوے اسٹیشن پہنچ جائے تو ایک جگہ سامان اکٹھا رکھے اور چاروں طرف ساتھی کھڑے رہیں تاکہ سامان کی حفاظت اچھی طرح ہو سکے اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مشورہ کر کے دو ساتھی جائیں بغیر اجازت کے کوئی کہیں بھی نہ جائے۔

سواری کی سنتیں اور آداب

جب سواری پر نظر پڑے تو لایلٰف کی سورہ پڑھے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر داہنے پیر سے سوار ہو جائے۔ سوار ہونے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے جب سواری چلنے لگے تو یہ

دعا پڑھے۔ سُبْحَانَ الَّذِی سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔ تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تین بار اَللّٰهُ اَكْبَر ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔ اور جب کسی بلندی پر چڑھے تو اَللّٰهُ اَكْبَر کہے اور اترے تو سُبْحَانَ اللّٰه کہے اور کھلے میدان سے گزرے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَر کہے اور جب پل پر سے گزرے تو اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّيْ سَلِّمْ سَلِّمْ کہے۔ حضور ﷺ نے حضرت جبیر بن مطعم ؓ کو بتلایا کہ سفر میں ان پانچ سورتوں کو پڑھیں (۱) سورۂ کافرون (۲) سورۂ نصر (۳) سورۂ اخلاص (۴) سورۂ فلق (۵) سورۂ ناس ہر سورہ کو بسم اللہ سے شروع کرے اور آخر میں بھی ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھے یعنی بسم اللہ چھ مرتبہ پڑھے حضرت جبیرؓ کا بیان ہے کہ جب کبھی میں سفر میں نکلتا تھا تو باوجود مالدار ہونے کے بھی زادِ راہ ساتھیوں سے کم رہ جاتا تھا لیکن جب میں نے یہ سورتیں پڑھنی شروع کیں اس وقت سے میں واپس ہونے تک اپنے تمام رفقائے سفر سے اچھی حالت میں رہتا ہوں اور زادِ راہ بھی ان سب سے زیادہ میرے پاس ہوتا۔ (حصنِ حصین) اگر دورانِ سفر کسی منزل پر یا اسٹیشن پر اترے تو اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھے اگر ہم ذکر کرتے ہوئے سفر کریں گے تو ایک فرشتہ ہمارے ساتھ کر دیا جائے گا جو ہماری حفاظت کرتا ہے اور جو لغویات میں لگا رہتا ہے اس کے ساتھ ایک شیطان کر دیا جاتا ہے۔ (طبرانی) دورانِ سفر مسجد پر نظر پڑے تو درود شریف پڑھے اور اگر اوروں کی عبادت گاہیں نظر پڑے تو دوسرا کلمہ پڑھے۔

بستی میں داخل ہونے کی سنتیں اور آداب

جب بستی میں داخل ہو تو پہلے تین بار اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا کہے اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَ حَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا (حصن

حسین) جب بستی میں داخل ہو تو اچھی نیت ہو باطل نیت نہ ہو جیسی ہماری نیت ہوگی ویسے ہی اثرات بستی والوں پر پڑیں گے۔ یہ نیت لے کر بستی میں داخل ہو کہ جس طرح ہم اللہ کے راستے میں نکلے ہیں اسی طرح اس بستی کے لوگ بھی اللہ کے راستے میں نکلنے والے بنیں۔ اور پورا دین ہماری ذات سے لیکر بستی والوں کے بلکہ عالم میں بسنے والے تمام انسانوں کی زندگی میں کیسے آ جائے۔

ریل یا بس اسٹیشن کے باہر یا مسجد کے قریب پہنچ کر مسجد کے باہر سب مل کر دعا کریں پھر سب سے پہلے بائیں پیر سے جوتہ یا چپل نکالے پھر دائیں پیر سے نکال کر مسجد کے اندر پہلے دایاں پیر رکھ کر یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۔ اور جب جماعت خانہ میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَنَوَيْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِكَافِ ۔ اس کے بعد سامان مسجد کے کسی کونے میں جہاں رکھنے کو کہا جائے قرینے سے رکھ کر اوپر چادر ڈھانپ دیں۔ اور اپنی حاجت وغیرہ سے فارغ ہو کر وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھ کر فکروں کو لے کر مشورے میں جڑ جائیں اور سوچے کہ اس بستی میں کس طرح کام کیا جائے تاکہ کام وجود میں آئے۔ جس بستی میں بھی جائیں تین کام کی فکر کریں۔ (۱) خود ایمان سیکھے یعنی اپنی اصلاح کی فکر کرے۔ (۲) بستی سے نقد جماعت نکالے۔ (۳) مسجد وار جماعت بنائے اور اگر مسجد وار جماعت بنی ہوئی ہو، تو اس کو مضبوط بنانے کی فکر کرے اور اگر مضبوط ہے تو اس سے فائدہ اٹھایئے۔

مسجد کے آداب

(۱) مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگ بیٹھے ہوں تو سلام کرے۔ اگر کوئی نہ ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کہے (اگر لوگ نماز، تسبیح یا تلاوت میں مشغول ہوں تو زور سے سلام کرنا درست نہیں ہے (۲) مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

(اگر مکروہ وقت نہ ہو) (۳) خریدنے اور بیچنے کا کام نہ کرے۔ (۴) تیر اور تلوار نہ نکالے۔ (۵) آواز بلند نہ کرے ۔ (۶) دنیا کی باتیں نہ کرے۔ (۷) اپنی گم شدہ چیز (تلاش کرنے) کا اعلان نہ کرے۔ (۸) بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔ (۹) اگر صف میں جگہ نہ ہو تو بیچ میں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کرے۔ (۱۰) کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے۔ (۱۱) مسجد میں تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے۔ (۱۲) انگلیاں نہ چٹخائیں۔ (۱۳) بدن کے کسی حصے سے کھیل نہ کرے (۱۴) نجاست سے پاک رہے اور کسی چھوٹے بچے یا پاگل کو ساتھ نہ لے جائے۔ (۱۵) مسجد میں کثرت سے اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ جس نے ان کاموں کو کرلیا اس نے مسجد کا حق ادا کیا اور مسجد اس کے لئے حفاظت اور امن کی جگہ بن گئی۔ (معارف القرآن)

مشورہ کے آداب

- اللہ کے دھیان اور فکر کے ساتھ دعائیں مانگ کر مشورہ میں بیٹھا جائے۔
- مشورہ اللہ کا پسندیدہ عمل ہے، نبیؐ کی سنت ہے، صحابہ کرامؓ کی صفت تھی اور ہماری ضرورت ہے۔
- مشورہ مخلصین کا فکر دین کو بلند کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
- مشورہ فکروں کا جوڑ ہے اتحادی فکر اور اجتماعی قلوب ہو۔
- دینی کام ہو یا دنیوی مشورہ کرکے کام کرنا چاہئے۔
- گھر میں مشورہ کرے تو عورتوں اور بچوں کو امیر نہ بنایا جائے صرف رائے پوچھی جائے اور رائے اچھی ہو تو اس پر فیصلہ بھی کیا جائے۔
- مشورہ سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ہمارے اندر ماننے کا جذبہ آجائے۔
- مشورہ میں سب سے پہلے ایک امیر طے کرلیا جائے اور جماعت میں امیر پہلے سے طے ہوتا ہے

- امیر کثرت رائے اور قلت رائے کا پابند نہیں، چاہے رائے لے اور چاہے رائے نہ لے اپنی رائے پر بھی فیصلہ کرسکتا ہے۔ ہر ایک کی رائے لینا بھی ضروری نہیں ہے لیکن دل جوئی سب کی ضروری ہے۔
- امیر کو اس بات کا یقین ہو کہ ساتھیوں کی فکر اور مل کر بیٹھنے کی برکت سے اللہ جل شانہٗ صحیح بات کھول دیں گے۔
- امیر کو چاہیے کہ دائیں جانب سے رائے پوچھے۔
- امیر جس سے رائے پوچھے وہی رائے دے بیچ میں کوئی نہ بولے اگر ضرورت پڑے تو اجازت لے کر بولے۔
- رائے میں میرے نفس کے شرور شامل ہیں یہ دل میں خیال ہو۔
- رائے کو امانت سمجھ کر امانت داری کے ساتھ دے۔
- اپنی رائے پر اصرار اور عمل کرانے کا جذبہ نہ ہو۔
- رائے رکھنے میں نرمی ہو کسی ساتھی کی رائے سے تقابل کا طرز نہ ہو۔
- رائے دینے میں اس بات کا خیال رکھے کہ دین کا فائدہ ہو، ساتھی کی آسانی ہو اور اللہ کی رضا ہو
- مشورہ سے پہلے مشورہ نہ ہو (جسے سازش کہتے ہیں) اور مشورہ کے بعد اس کا کوئی تذکرہ نہ ہو۔ (جسے بغاوت کہتے ہیں۔)
- رائے میں اختلاف ہوسکتا ہے لیکن جب فیصلہ ہوجائے تو پھر اس فیصلے پر سب متفق ہوجائیں۔
- جس ساتھی کے ذمہ جو کام طے ہوجائے اس کام کو امانت داری کے ساتھ اس کے حق کے مطابق اللہ کی مدد کے یقین کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کرے۔
- اگر فیصلہ کسی دوسری رائے پر ہوگیا تو اس کی خوشی ہو کہ میرے شر سے حفاظت ہوگی۔
- اور اگر اپنی رائے پر فیصلہ ہوجائے تو خوف ہو اور زیادہ دعائیں مانگی جائے۔

◄ مشورہ سے کام کرنے کے بعد اگر کوئی نقصان نظر آئے تو یوں نہ کہے کہ ہماری رائے زیادہ مناسب تھی بلکہ یوں کہے کہ اللہ نے جو چاہا وہی ہوا اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

تعلیم کے آداب

تعلیم کا مقصد

اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارا دل اثر لینے والا بن جائے یعنی ہمیں اپنے یقینوں کو دنیا کی تمام شکلوں اور اسباب سے اللہ کی طرف سے آنے والے اسباب یعنی اعمال کی طرف پھیرنا ہے۔

تعلیم کے موضوع

(۱) فضائل اعمال کے ذریعے دل میں دین کی سچی طلب اور تڑپ پیدا کرنا۔

(۲) اور وعدے اور وعید کے ذریعہ علم و عمل میں جوڑ پیدا کرنا۔

تعلیم کے آداب

(۱) باوضو، عظمت اور ادب کے ساتھ بیٹھنا۔ (ٹیک نہ لگانا)

(۲) دھیان اور توجہ سے سننا۔ (دل سے متوجہ ہو کر)

(۳) عمل کرنے کی نیت سے سننا۔

(۴) عمل کرتے ہوئے دوسروں تک پہنچانے کی نیت سے سننا۔

(۵) کلام اور صاحب کلام کی عظمت دل میں رکھتے ہوئے سننا۔

تعلیم کے عمل میں جم کر بیٹھے کیوں کہ تعلیم کے علم سے اعمال کی استعداد پیدا نہیں ہوتی بلکہ تعلیم کے نور سے عمل کی استعداد پیدا ہوگی۔

فضائل اعمال اور فضائل صدقات دونوں کتابوں کی روزانہ چار گھنٹے تعلیم ہو۔ حدیث کو دو بار یا تین بار پڑھے۔ فائدے کو اور فائدے میں لکھی ہوئی حدیث کو ایک بار پڑھے کیونکہ حضور ﷺ

ہر بات کو تین مرتبہ دوہرائے تاکہ مخاطب اسے خوب سمجھ لے کیونکہ صرف پڑھنا یا سننا مقصود نہیں ہے بلکہ سمجھانا ہے اس لئے پہلی دفعہ پڑھنے سے متوجہ ہونگے دوسری بار پڑھنے سے سنیں گے اور تیسری بار پڑھنے سے اسے سمجھیں گے۔

صبح کی تعلیم تین حصوں میں کرنا ہے ۔(۱) قرآن کے حلقے لگانا (۲) فضائل کی کتابوں میں سے تھوڑا تھوڑا پڑھنا۔ (۳) چھ صفات کے مذاکرے کرنا۔

مجلس کی فضیلت

محترم بزرگو، دوستو، عزیزو اللہ کا بہت ہی بڑا کرم اور احسان ہوا کہ اللہ نے ہم کو .... کی نماز با جماعت پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور مزید کرم یہ ہوا کہ دین کی مجلس میں دین کی فکروں کو لے کر بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ مجلس دیکھنے کے اعتبار سے بہت چھوٹی ہے لیکن اللہ کے یہاں اس کی بہت بڑی قدر ہے۔ جس کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ بھی اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہوں اور ان کا مقصد صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ آواز دیتا ہے کہ تم بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا (طبرانی)

حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: قیامت کے دن اللہ جل شانہ بعض قوموں کا حشر اس طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں پر نور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم انکو پہچان لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے اور مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں (ترغیب) اللہ ہم سب کو ان باتوں پر یقین نصیب فرمائے اور بار بار ایسی دین کی مجلسوں میں جم کر بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جب مجلس ختم ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ (مستدرک حاکم) سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

تعارفی بات

محترم بزرگو، دوستو، عزیزو میری آپکی اور دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کی دنیا وآخرت کی کامیابی اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب دین میں رکھی ہے۔ جس کی زندگی میں دین ہوگا اللہ اسے ہر حال میں دونوں جہان میں کامیاب کریں گے۔ اور جس کی زندگی میں دین نہیں ہوگا چاہے مرد ہو یا عورت چاہے کسی بھی خاندان کا ہو، کسی بھی ملک کا رہنے والا ہو، چاہے کامیاب ہونے کے تمام نقشے موجود ہوں لیکن اگر اس کی زندگی میں دین نہیں ہے یعنی اللہ کے احکام اور نبی ﷺ کا نورانی اور پاکیزہ طریقہ نہیں ہے تو اللہ جل شانہ ہر حال میں دونوں جہان میں اسے ناکام کریں گے۔

دنیا کی کامیابی بہت مختصر کامیابی ہے۔ ساٹھ ستر سال کی زندگی اور وہ بھی یقینی نہیں موت کب آجائے کوئی پتہ نہیں۔ مگر زندگی جتنی بھی ہو اگر اس زندگی میں اللہ کے حکم کے مطابق اور حضور ﷺ کے طریقوں کے مطابق اللہ کی مان کر چلیں گے تو اللہ تبارک تعالی دنیا کی اس چھوٹی سی زندگی میں بھی چین، سکون، اطمینان، خیر و برکت اور امن وامان والی زندگی عطا فرمائیں گے۔ (دنیا کی کامیابی یہی ہے) اور مرنے کے بعد جو لامحدود زندگی ہے اس میں بھی کامیاب کریں گے اور اصل کامیابی تو آخرت ہی کی کامیابی ہے اسی آخرت کی لامحدود زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے اللہ نے ہمیں دنیا میں مختصر زندگی دیکر بھیجا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے ہم تک یہ دین بے شمار قربانیاں دے کر کے پہنچایا ہے۔ مار کھائی،

گرم گرم ریت پر گھسیٹے گئے، آگ کے انگاروں پر لٹائے گئے، گھر بار چھوڑے، بیویوں کو بیوہ کیا، بچوں کو یتیم کیا، طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں، بلکہ شہید ہوئے تب جا کر یہ دین ہم تک پہنچا ہے۔

اب اس دین کو ہماری زندگی میں باقی رکھتے ہوئے دوسروں تک پہنچانا ہے۔ کیونکہ اب کوئی نبی اس دنیا میں آنے والا نہیں اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے صدقے میں یہ کام ہم کو دیا ہے اس کام کے ہم ذمہ دار ہیں اور اسی لئے اللہ جل شانہ نے کلام پاک میں ہماری تعریف بھی فرمائی ہے۔ ''تم بہترین امت ہو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے نکالے گئے ہو تم اچھے کام کا حکم کرتے ہو اور برے کام سے روکتے ہو اور ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہو'' (آل عمران)

حضرت ابو درداءؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کر دیں گے جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اس وقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعائیں کریں گے تو قبول نہ ہوگی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی، مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔ (فضائل تبلیغ)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اور وقعت ان کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔ (ترمذی شریف)

اس لئے یہ محنت ہم سب کے لئے بہت ضروری ہے اس محنت کے ذریعے یہی چاہا جاتا ہے کہ ہم سب کی زندگی میں عملی طور پر اللہ کے احکام اور نبی ﷺ کے طریقے زندہ ہو جائیں۔ جس دن امت میں سو فیصد دین حقیقت کے ساتھ آ جائے گا تو اللہ جل شانہ پوری دنیا کے اندر امن و امان، خیر و برکت، چین و سکون اور وہ نصرتیں اور مددیں اللہ عطا فرمائیں گے جو صحابہ کرامؓ کو عطا

فرمائی تھی بلکہ اس سے بھی پچاس گنا زیادہ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اگر اس محنت کو ہم سب مل کر کریں گے تو دین وجود میں آنے کا ہجرت اور نصرت سے دین پھیلا ہے تو اس محنت کے لئے سب تیار ہیں؟ انشاء اللہ تو بتاؤ جب تک ہماری جماعت آپ کی بستی میں رہے گی کون کون ہمارا ساتھ دیگا؟ جس کے پاس جو بھی وقت فارغ ہوں اس وقت ہمارا ساتھ دیں ملاقاتیں کرائے تعلیم میں شرکت کریں گشت میں جڑیں۔ ہم دین سیکھنے کے لئے آئے ہیں اس لئے آپ اپنا وقت فارغ کر کے ہمارا ساتھ دیں۔ کریں گے سب انشاء اللہ۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فضائل ذکر

محترم بزرگو، دوستو عزیزو دنیا کی مشغولی چاہے جائز یا حلال ہی کیوں نہ ہو دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔ اس اثر کا نام غفلت ہے۔ اور اس اثر کو دور کرنے کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔ ہر چیز کی صفائی کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ضرور ہوتی ہے جیسے کپڑے اور بدن کی صفائی کے لئے صابن ہے اور لوہے کا زنگ دور کرنے کے لئے آگ کی بھٹی ہے اس طرح دلوں کا زنگ دور کرنے کے لئے اللہ کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ اور اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔ (بخاری شریف)

جس طرح مہینوں کے اعتبار سے رمضان المبارک کا مہینہ اور دنوں کے اعتبار سے جمعہ کا دن اور راتوں کے اعتبار سے لیلۃ القدر کی رات سب سے افضل ہے اسی طرح وقتوں کے اعتبار سے فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد کا وقت بہت ہی افضل ہے ان وقتوں میں زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ حضور ﷺ اللہ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں: کہ فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی

نماز کے بعد تو تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر میں درمیانی حصے میں تیری کفایت کروں گا۔ (فضائل ذکر)

ایسے تو ہر گھڑی، ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرنا چاہئے کیوں کہ مقصدِ حیات اللہ کی یاد ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی بھی چیز کا قلق اور افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو۔ (طبرانی) اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔ (فضائل ذکر)

اس لئے جو شخص کسی سے بیعت ہو وہ تو اپنے شیخ کے بتلائے ہوئے معمولات پورے کرے ورنہ صبح و شام ان دونوں وقتوں میں عادت ڈالنے کے لئے بزرگانِ دین نے تین تین تسبیحات کی پابندی بتائی ہے۔ (۱) تیسرا کلمہ (۲) درود شریف (۳) اور استغفار۔ ان تسبیحات کو قبلہ رخ بیٹھ کر، اللہ کے دھیان کے ساتھ معنی کو سمجھ کر پڑھے۔

(۱) تیسرے کلمے کی فضیلت میں آتا ہے کہ حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی عمل ایسا بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں حضور ﷺ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہ سو مرتبہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو عرب غلام آزاد کئے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں دیئے اور سو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو (نسائی شریف) اسی کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم بھی سو مرتبہ پڑھ لے یہ ننانوے بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔

(۲) دوسری تسبیح درود شریف کی ہے حضور ﷺ کے جو احسانات ہم پر ہیں اس کا بدلہ تو ہم چکا نہیں سکتے جتنا بھی ہم سے ہو سکے درود پاک پڑھتے رہے حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میرے قریب سب سے زیادہ وہ شخص ہوگا جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہوگا۔ (حصن حصین)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور اسکی دس خطائیں معاف کر دی جاتی ہے۔ اور (جنت میں) اس کے دس درجے بلند کر دیے جاتے ہیں۔ اور دس نیکیاں بھی اس کے لئے لکھ دی جاتی ہیں (فضائل درود شریف)

(۳) تیسری تسبیح استغفار کی ہے کہ ہم بہت گنہگار ہیں چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، ہم سے گناہ ہو ہی جاتے ہیں۔ حضور ﷺ گناہوں سے بالکل پاک صاف تھے پھر بھی اسی (۸۰) یا سو (۱۰۰) مرتبہ استغفار روزانہ فرمایا کرتے تھے، ہمیں بھی چاہیے کہ کم سے کم صبح اور شام سو سو مرتبہ استغفار پڑھ لیا کرے۔ جو شخص أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ تین مرتبہ پڑھے اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں چاہے سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، چاہے میدان جہاد سے بھاگا ہی ہو۔ (احیاء العلوم)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پابندی سے استغفار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں۔ ہر غم سے اسے نجات عطا فرماتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد شریف) اس کے ساتھ ساتھ روزانہ کلام پاک کی تلاوت کرے۔ اور مسنون دعاؤں کا اہتمام کرے۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اپنی اپنی تسبیحات پوری کرلو۔

☆

فضائل گشت

محترم بزرگو دوستو عزیزو جب جب دنیا میں بگاڑ آتا تھا تو اللہ جل شانہ اپنے معصوم بندوں کو نبی بنا کر بھیجتے تھے اور نبی دنیا میں آ کر ایک ایک کے پاس جا کر دعوت دیتے تھے تمام نبیوں نے دنیا میں آ کر ایک ہی دعوت دی نبی بدلے لیکن دعوت نہیں بدلی کہ قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا یعنی اے لوگو! کلمہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔

سب کے آخر میں ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور انہوں نے بھی یہی دعوت کا مبارک کام کیا، مکہ کی گلیوں میں، منیٰ کی گھاٹیوں میں طائف کے میدانوں میں اور مدینہ کے بازاروں میں جاتے اور دعوت دیتے تھے۔ ایک ایک کے پاس ستر ستر بار ستر ستر مرتبہ بھی گئے۔ یہ کام تمام نبیوں کی سنت ہے اور حضور ﷺ کی خاص سنت ہے اس محنت کو لیکر ہمیں بھی گشت والا عمل کرنا ہے۔

دین کے اندر گشت کا مقام ایسا ہے جیسے بدن کے اندر ریڑھ کی ہڈی، یہ ام الاعمال ہے اس کے ذریعے تمام اعمال زندہ ہوتے ہیں۔ جس بستی میں اللہ پاک عذاب بھیجنے کا ارادہ کر بھی لیتے ہیں لیکن وہاں اگر تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں تو عذاب کو روک لیتے ہیں۔ (۱) مسجد کو آباد کرنے والے (۲) اللہ کے واسطے آپس میں محبت کرنے والے (۳) اور آخری راتوں میں استغفار کرنے والے۔ تو ہم جو یہاں جمع ہوئے ہیں صرف اللہ کی محبت میں جمع ہوئے ہیں اور مسجد کی آبادی کی فکر کے لئے جمع ہوئے ہیں، اور اگر ہمارے کہنے سننے سے کوئی اللہ کا بندہ راہ راست پر آ گیا تو راتوں کو اٹھ کر رونے والا اور استغفار کرنے والا بنے گا۔ اور اس کام سے چاہا بھی یہی جاتا ہے کہ اللہ سے بچھڑے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملاتا ہے اور اس کے لئے بے غرض بن کر بے طلب بندوں کے پاس جاتا ہے اور کمزور ایمان کو لیکر جاتا اور قوی ایمان کی دعوت دیتا ہے تا کہ ہمارا ایمان قوی ہو

جائے۔

یہ کام صرف ثواب کے لئے یا وظیفہ کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ کام ہمارا مقصد ہے اس کام کو کرنے پر ہمیں کیا ملے گا یہ تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے، فضائل صرف اس لئے بتائے جاتے ہیں تا کہ ہمارے اندر کام کرنے کا شوق پیدا ہو۔

☆ ایک حدیث پاک کا خلاصہ ہے : جو شخص اس کام کے لئے قدم اٹھاتا ہے تو پہلے ہی قدم پر اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

☆ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا : تم میں سے کسی کا ایک گھڑی اللہ کے راستے میں کھڑا رہنا اس کے اپنے گھر والوں میں رہتے ہوئے ساری عمر کے نیک اعمال سے بہتر ہے۔(مستدرک حاکم)

☆ حضرت انس فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام ہو نیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری شریف)

☆ اس راستے کا غبار اور جہنم دھواں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا۔(منتخب احادیث)

☆ ایک قدم پر سات سو قدم کا ثواب اور ایک مرتبہ سبحان اللہ کہیں گے تو سات لاکھ مرتبہ سبحان اللہ کہنے کا ثواب ملے گا۔

یہ بہت اونچا عمل ہے نبیوں والا عمل ہے اس لئے اس کے کچھ اصول اور آداب بھی ہیں اگر اصول اور آداب کے ساتھ کام ہوگا اور مجاہدے اور قربانی کے ساتھ ہوگا تو ہدایت وجود میں آئے گی لہذا سب سے پہلے گشت کے لئے دو نمازوں کے بیچ کا وقت فارغ کیا جائے، اور چار عملوں کے ساتھ کیا جائے ایک عمل تو یہاں پر بات جاری رہے گی دوسرا عمل دعا اور ذکر کا ہوگا تیسرا عمل استقبال کا ہوگا اور چوتھا عمل گشت کے لئے جماعت بستی میں جائے گی تو تھوڑا اس عظیم کام کے لئے سب تیار

ہیں۔ انشاءاللہ

بتاؤ کتنی جماعتیں بنائی جائے رہبر، متکلم اور امیر کون رہیں گے۔ دعا ذکر میں کون بیٹھیں گے اور استقبال کے لئے کون رہیں گے۔ (جب طے ہو جائے) اچھا بھئی اپنا اپنا کام کرلو۔ بات کرنے والا دنیا میں آنے کا مقصد بتلائے ایمان اور اعمال کی قیمت بتائے اس طرح ساتھیوں کا ذہن بنا کر ذمہ داری سمجھائے تاکہ جب تقاضہ آئے تو اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کرنے والے بنے۔

دعا اور ذکر کا جو عمل ہے یہ پاور ہاؤس کی طرح ہے ان کا جتنا تعلق اللہ کے ساتھ ہو گا گشت میں جانے والی جماعت کو اللہ کی طرف سے اتنی ہی مدد ملے گی اس لئے یہ ساتھی گشت میں جانے والی جماعت کی نصرت کے لئے دعائیں مانگے یا تیسرے کلمے کا ورد کرے۔ (اپنا انفرادی کوئی عمل نہ کرے)

استقبال والے ساتھی کو چاہئے کہ دروازہ پر جوتا چپل اتارنے کی جگہ کے قریب کھڑے رہے اور آنے والے ساتھی کا خوشی سے استقبال کرے اور فوراً استنجا اور وضو کی جگہ بتا دے جب وضو سے فارغ ہو جائے تو نماز کے لئے پوچھے ماشاء اللہ آپ نے نماز تو پڑھ لی ہوگی اگر نا کہے تو پڑھاوے اور نماز ختم کرلے تو اٹھنے سے پہلے مسجد میں جہاں پر بات ہو رہی ہے اس میں بیٹھنے کی دعوت دے کر اسے مجلس تک پہنچا دے۔

چوتھا عمل جو جماعت بستی میں گشت کے لئے جائے گی اس میں کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس آدمی جا سکتے ہیں۔ جس میں دو چار ساتھی نئے ہوں اس میں تین ساتھی کو طے کرلیں ایک رہبر جو مقامی ہو باثر ہو بستی میں سب کو پہچانتا ہو۔ (نابالغ بچے کو رہبر نہ بنائے) دوسرا متکلم تیسرا امیر

رہبر بھائی کا کام یہ ہے کہ جس بھائی کے گھر پر جماعت لے کر جائے اس بھائی کو اچھے نام سے بلائے چاہے اس میں ننانوے برائیاں کیوں نہ ہو لیکن ایک اچھائی ہے وہ اپنا ایمان والا بھائی ہے اس کا احترام کرتے ہوئے بلائے اور یہ کہے اللہ کے بندے اللہ کے گھر سے اللہ کی بات

لے کر آئے ہیں ماشاء اللہ کی بات بڑی ماشاء اللہ کی بات سن لو گھر آ جائے تو مصافحہ کرے (اور اگر پورا تیار نہ ہو یعنی جوتہ چپل یا ٹوپی وغیرہ نہ پہنی ہو تو پیچھا کر یا کچھ ہاتھ میں ہو تو اسے رکھوا کر پورا تیار کرا کے اس نیت کے ساتھ کر انشاء اللہ ہمارے ساتھ فقط مسجد میں آ ئیں گے) اور متکلم بھائی سے ملا دے ۔ اگر تین مرتبہ آواز دینے پر کوئی جواب نہ ملے تو آگے بڑھ جائے اور اگر مستورات کی آواز آئے تو کہے کہ مسجد سے جماعت آئی ہے کوئی مرد حضرات گھر میں ہو تو بھیجوا کرنا کہے تو آگے بڑھ جائے مستورات سے اور کوئی بات نہ کرے۔

متکلم بھائی کا کام یہ ہے کہ آنے والے بھائی کے ساتھ مصافحہ کرے اور خیر خیریت پوچھے اور تمام ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر ایمان والے کی قیمت بتائے۔ ایمان اور اعمال کی طاقت بتائے اور قبر اور حشر کی یاد دلائے فضیلت والی باتیں بتائے۔ وعیدیں نہ بتائے۔ کامیاب ہے وہ بات کرنے والا جو مختصر بات کر کے ساتھی کو مسجد میں بھیج دے۔ اتنی کم بات بھی نہ کرے کہ اعلان ہو جائے اور اتنی لمبی بات بھی نہ کرے کہ بیان ہو جائے اور بتائے کہ یہ سب محنت سے حاصل ہوگا اور اسی سلسلے میں یہ گشت والی محنت ہو رہی ہے اور مسجد میں تفصیل سے بات ہو رہی ہے تو ہم آپ کو لینے کے لئے آئے ہیں اگر تیار ہو جائے تو ایک دو ساتھی اکرام ان کے ساتھ کر دیئے جائیں تا کہ مسجد تک ان کو پہنچا دے۔ اور اگر کوئی عذر پیش کرے تو صحابہؓ کی قربانی بتا کر فقط مسجد میں لانے کی کوشش کرے اگر پھر بھی عذر پیش کرے اور کہے کہ انشاء اللہ میں نماز میں پہنچتا ہوں تو ان کو فکر مند بنا کر چھوڑ دے کہ جلدی سے فارغ ہو کر ملنے جلنے والوں کو بھی ساتھ لے کر مسجد میں پہنچ جائیں اور نماز کے بعد تھوڑی دیر تشریف رکھنا انشاء اللہ ایمان اور یقین کی بات ہوگی۔

امیر کا کام یہ ہے کہ جب جماعت کو مسجد سے لے کر نکلے تو گشت کی مناسبت سے مختصر دعا کرتے ہوئے اللہ سے مدد مانگتے ہوئے نکلے کیونکہ صرف ہمارے کہنے سننے سے کچھ نہیں

ہوا کرنے والی ذات صرف اللہ ہی کی ہے۔ جب مسجد سے نکلے تو ساتھیوں کو راستے کے ایک کنارے سے چلائے راستے میں تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اور آسانی سے ہٹا سکتے ہو تو اس کو ہٹاتے ہوئے چلے۔ دل میں اللہ کا ذکر ہو، گلی کوچے میں جائے تو تیسرا کلمہ پڑھے اور بازار سے گزرے تو چوتھا کلمہ پڑھے۔ دل میں یہ فکر ہو کہ کس طرح تمام انسانوں کا تعلق اللہ کے ساتھ ہو جائے۔ نظریں نیچی ہوں اتنی نیچی بھی نہ ہو کہ جان کا خطرہ ہو جائے اتنی اونچی بھی نہ ہو کہ ایمان کا خطرہ ہو جائے بلکہ درمیانی نظر ہو جس طرح نماز میں قیام کی حالت میں ہوتی ہے۔ (یہ گشت جو ہے نماز کے باہر کی زندگی کی مشق ہے کہ امیر کی اقتدا ہو، زبان پر ذکر، دل میں آخرت کی فکر، نیچی نظر ادھر ادھر نہ جھانکنا، بات چیت نہ کرنا، صرف متکلم کی بات (قرأت) سننا اور آخر میں استغفار کرنا۔ چوبیس گھنٹے ہمارے اسی طرح گزرے اس کی یہ مشق ہے۔) اگر کوئی ساتھی ذکر سے غافل ہو تو اس کے قریب جا کر ذرا اونچی آواز سے ذکر کرے تاکہ وہ بھی ذکر کرنے والا بن جائے۔

جب کسی کے گھر پہ جائے تو پردے کا لحاظ کرتے ہوئے ایک طرف کھڑے رہیں اور رہبر بھائی کے سوا کوئی دوسرا ساتھی آواز نہ دے۔ اور متکلم کے سوا اور کوئی بات نہ کرے اگر ضرورت ہوئی تو امیر بات کر سکتا ہے جو ساتھی نقد تیار ہو جائے اس کو مسجد میں بھیج دیں گشت میں نہ جوڑیں کیونکہ اس نے آداب نہیں سنے ہیں اگر کوئی بے اصولی ہو جائے گی تو کام میں نقصان ہوگا اس لئے گشت وہی لوگ کریں جو مسجد سے گشت کے آداب سن کر گئے ہیں۔

جب گشت ختم کرے تو ندامت کے ساتھ استغفار پڑھتے ہوئے مسجد میں داخل ہوں اور جہاں پہ بات ہو رہی ہے سب ساتھی اس میں جڑ جائیں اور بات کرنے والے کو چاہئے کہ اذان سے دس منٹ پہلے بات ختم کرے اور کہے کہ ان شاء اللہ نماز کے بعد بھی بات ہوگی تو مختصر سنت وغیرہ پڑھ کر سب جڑ جائیں اور اوروں کو بھی جوڑنے کی کوشش کرے۔

اب ضروریات سے فارغ ہو کر خصوصاً جو ساتھی گشت میں گئے تھے وہ دعا میں لگ جائے اور جس جس ساتھی کے پاس گئے تھے ان کے لئے اگر نام یاد ہوں تو نام لے کر ہدایت کی دعائیں کریں اس طرح اصولوں کے ساتھ گشت کریں گے تو انشاءاللہ وہ گشت قبول ہوگا اور اگر گشت قبول ہو گیا تو اس کے بعد جو دعا کریں گے وہ دعا قبول ہو جائے گی اور دعا قبول ہوگی تو ہدایت پھیلے گی۔ اس لئے چاہے کام کم ہو لیکن اصولوں کے ساتھ ہو اور ہمارے بڑوں کی منشاء کے مطابق ہو اللہ ہم سب کو اصولوں کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آخری بات

محترم، بزرگو، عزیزو اللہ جل شانہ نے انسان کو دنیا میں بہت تھوڑی مدت کے لئے بھیجا ہے ہمیشہ یہاں رہنا نہیں ہے۔ ہمیشہ رہنے کی جگہ آخرت ہے۔ ہمیشہ کی جنت، یا ہمیشہ کی جہنم دنیا میں صرف آخرت بنانے کے لئے بھیجا ہے اللہ جل شانہ نے آدمؑ کو جب زمین پر اتارا تو فرمایا کہ آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے زمین ایک ٹھکانا ہے باعتبار افراد کے اپنی اپنی موت تک اور باعتبار مجموعہ کے قیامت تک اور اس زمین میں سے تمہارے لئے ہم نے گزارے کا سامان بنایا ہے۔ آدمؑ کو پیدا کرنے سے پہلے ہی زمین کے اندر اور زمین کے اوپر انسان کی ضرورت کا سامان بنا ہوا تیار ہی تھا اس لئے حضرت آدمؑ سے فرمایا تم زمین پر جاؤ تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے میری طرف سے ہدایت کا سامان آئے گا۔

جب حضرت آدمؑ کو اللہ نے پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں، خلافت یعنی اللہ کے حکموں کو زمین پر قائم کرنے کی ذمہ داری۔ زمین آسمان کے درمیان میں جتنے اسباب ہیں وہ سب ہماری مدد کے لئے دیئے ہیں کہ ان تمام اسباب سے راحت لو، ضرورت پوری کرو اور حکم پورا کرو، اسباب اس لئے دیئے ہیں تا کہ حکم پورا

کرنے میں مدد ملے، حکم پورا کرنے میں سہولت ملے، اسباب اس لئے نہیں دیئے کہ اسباب میں لگ کر مقصود ہی کو بھول جاوے۔

حضور ﷺ فرماتے تھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو علم اور ہدایت دیکر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال بارش کے پانی کی طرح ہے کہ جیسے بارش کا پانی صاف ستھرا پاک اور حیاۃ لانے والا ہے۔ (بارش کا پانی جہاں پڑے گا کچھ نہ کچھ اگ جائے گا، سمندر کے پانی سے کوئی چیز نہیں اگتی) ایسے ہی جو ہدایت دیکر مجھے بھیجا ہے اگر یہ نہیں تو ہلاکت ہے۔ تو اللہ نے ہماری ہدایت کے لئے کلمہ اور کلمے کی تفسیر کے لئے حضور ﷺ کو بھیجا۔ حضور ﷺ سارے عالم کے لئے رہبر ہیں، اور حضور ﷺ کا رہبر قرآن شریف ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ: کیا کرنا ہے؟ وہ قرآن میں ہے۔ اور کیسے کرنا ہے؟ وہ محمد ﷺ کے طریقے میں ہے۔

دنیا محنت کی بھی جگہ ہے اور امتحان کی بھی جگہ ہے۔ اللہ جل شانہ نے انسانوں کی کامیابی کے لئے اور محنت کے لئے نبیوں کے ذریعہ ایمان اور اعمال دیئے، اور امتحان کے لئے اسباب دیئے، اسباب میں تجربہ کرا دیا اور اعمال کے اوپر وعدے کئے لیکن ان عملوں کے کرنے کے بعد بھی اللہ کے وعدے تب پورے ہونگے جب اسباب سے اور چیزوں سے نہ ہونے کا اور اللہ ہی سے ہونے کا یقین ہوگا۔ (یقین یعنی ایمان)۔

دنیا میں جو کچھ ہے چاہے اللہ نے خود بنایا ہو یا اس کے بننے میں کسی مخلوق کا دخل ہو چیزیں ہوں یا حالات ہوں، تمام کا تمام اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہے ہر ایک چیز کو اللہ رب العزت خود استعمال فرماتے ہیں، اللہ اگر چاہے تو چیزوں ہی کو بدل دے جیسے ڈنڈے کو سانپ اور سانپ سے ڈنڈا، یا چیزوں کو باقی رکھ کر تاثیر بدل دے جیسے حضرت ابراہیم کے لئے آگ اور حضرت اسمٰعیل کے لئے چھری کہ چیزوں کو باقی رکھ کر تاثیر کو بدل دیا۔

اللہ جل شانہ نے چیزوں پر کامیابی کا کوئی وعدہ نہیں کیا بلکہ تمام کے تمام وعدے اعمال پر کیے ہیں اس لیے اگر اللہ کی ذات سے اور اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانا ہے تو اسباب سے ہونے کا یقین نکالنا ہوگا اور اللہ کے تمام اوامر کو حضور ﷺ کے طریقوں کے مطابق صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے پورا کرنا ہوگا۔ اگر اللہ ہم سے راضی ہوگیا تو ہم اللہ کی ذات سے اور اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھاسکیں گے۔ اور ناکامی کے اسباب کے باوجود اللہ اپنی قدرت سے کامیاب کریں گے، جیسے نبیوں اور صحابہؓ کو کیا، ورنہ کامیابیوں کے اسباب کے باوجود ناکام کردیں گے جیسے نمرود، قارون، قیصر اور کسریٰ کو کیا۔

اس لئے دین کو اور اللہ کے احکام کو ہماری زندگی میں لانے کے لئے سب سے پہلے ایمان سیکھنا ہوگا، اللہ کی ذات سے ہونے کا یقین بنانا ہوگا، اور یقین بنتا ہے دعوت سے اور دعوت کے لئے قربانی شرط ہے۔ صحابہؓ نے کیسی کیسی قربانی دی، حضرت سیدنا بلال حبشیؓ، حضرت خباب بن ارتؓ وغیرہ صحابہؓ نے جان مال وقت اور جذبات کی قربانیاں دی تب ایمان بنا، اور جب ایمان بن گیا تو اللہ کی طرف سے جو بھی حکم آیا سیدھا ان کے عمل میں آیا ہر حکم پر سو (۱۰۰) فیصد عمل، جب حضور ﷺ کے بتلانے کے مطابق صحابہؓ نے ہر حکم پر سو فیصد عمل کیا تو اللہ نے بھی اپنے تمام وعدے پورے کردکھائے۔

اس وقت ہمیں ویسی قربانی نہیں دینی ہے بلکہ پہلے صرف چار ماہ اللہ کے راستے میں نکلنا ہے اور اپنے ایمان کو بنانا ہے اس کے بعد ہر سال چالیس دن اور مقام پر رہ کر پانچ کام پابندی سے کرنا ہے اس طرح ہم محنت کریں گے تو ایمان بھی بنے گا اور دین بھی ہماری زندگی میں آئے گا اس دنیا میں بھی اللہ کامیاب کریں گے اور آخرت میں بھی اللہ ہمیں کامیاب کریں گے۔ تو بتاؤ چار چار ماہ کے لئے کون کون تیار ہے؟

چھ صفات

اللہ کے راستے میں نکال کر چھ صفاتوں پر محنت کرائی جاتی ہے اس پر عمل مشق کرتے سے پورے دین پر چلنا آسان ہوجاتا ہے، یہ چھ صفات پورا دین تو نہیں ہے لیکن اس پر محنت کریں گے تو پورے دین پر چلنے کی استعداد پیدا ہوجائے گی، پہلی صفت ہے ایمان، دوسری صفت ہے نماز تیسری صفت ہے علم اور ذکر، چوتھی صفت ہے اکرام مسلم، پانچویں صفت ہے اخلاص نیت، چھٹی صفت ہے دعوت الی اللہ اور پرہیز کے طور پر لایعنی سے بچنا۔ تمام صفات کو ہماری زندگی میں لانے کے لئے تین کام کرنے ہونگے۔ (۱) دعوت دینا (۲) مشق کرنا (۳) دعا کرنا

ان چھ صفات کی دعوت پانچ لائن سے دینا ہے۔

(۱) ہر وقت دعوت دینا ہے۔ (۲) ہر جگہ دعوت دینا ہے۔ (۳) ہر حال میں دعوت دینا ہے
(۴) ہر ایک کو دعوت دینا ہے۔ (۵) ہر عمل سے دعوت دینا ہے۔

(۱) آدمی ایمان کے بغیر اللہ کو پہچان نہیں سکتا (۲) نماز کے بغیر اللہ کے حق کو ادا نہیں کر سکتا۔
(۳) علم کے بغیر اللہ کے منشاء کو پہچان نہیں سکتا (۴) ذکر کے بغیر اللہ کے حق کو پورا نہیں کر سکتا۔
(۵) اکرام کے بغیر کچھ بچا کے لے جا نہیں سکتا (۶) اخلاص کے بغیر اللہ سے کچھ لے نہیں سکتا۔
(۷) دعوت کے بغیر انسانیت کو کچھ دے نہیں سکتا۔

/ کلمے سے عمل زندہ ہوگا / نماز سے عمل ظاہر ہوگا / علم سے عمل مکمل ہوگا / ذکر سے عمل میں جان آئے گی / اکرام سے عمل محفوظ ہوگا / اخلاص سے عمل قیمتی ہوگا / دعوت سے عمل دوسروں تک پہنچے گا۔

ایمان (پہلی صفت)

ایمان سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ہمارے دلوں کا یقین صحیح ہوجائے۔

ایمان کا کلمہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس میں چار باتوں کا دھیان رکھنا ضروری ہے

(۱) کلمے کے الفاظ صحیح یاد ہوں۔ (۲) اس کے معنی کا پتہ ہو۔ (۳) اس کے مطلب کا علم ہو۔
(۴) اس کے تقاضے کو جان کر اسے پورا کرنا۔

(۱) کلمے کے الفاظ ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

(۲) اس کے معنی ہیں "نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

(۳) لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کا مطلب ہے مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا اللہ کے بغیر اور اللہ سب کچھ کرتے ہیں۔ مخلوق کے بغیر مخلوق سب کی سب اللہ کی محتاج اور اللہ ان میں سے کسی بھی چیز کا محتاج نہیں وہ سب کچھ کر بغیر سب کچھ کر سکتے ہیں۔ دنیا کے تمام انسان اور جنات مل کر کسی ایک انسان کو نفع پہنچانا چاہے اور اللہ نہ چاہے تو نہیں پہنچا سکتے اور دنیا کے تمام انسان اور جنات مل کر کسی ایک انسان کو نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ نہ چاہے تو نہیں پہنچا سکتے۔ اس بات کا یقین ہمارے دلوں میں آجائے۔

اور کلمے کا دوسرا جزء ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کا مطلب ہے حضور ﷺ کے مبارک نورانی اور پاکیزہ طریقوں میں ہی دنیا اور آخرت کی سو فیصد کامیابی ہے اور اس سے ہٹ کر جتنے بھی طریقے ہیں اس میں دنیا اور آخرت کی سو فیصد ناکامی ہے اللہ کے یہاں وہی عمل مقبول ہے جو حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق کیا گیا ہو۔ اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو تم میری فرمانبرداری کرو۔ اللہ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے سب گناہ بخش دیگے اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ (آل عمران)

ایک حدیث پاک کا خلاصہ ہے کہ جس زمانے میں دین مٹ رہا ہو اور سنت طریقے زندگی سے نکل رہے ہوں ایسے وقت میں ایک سنت کا زندہ کرنا سو شہیدوں کے ثواب کے برابر ہے۔ اس بات کا یقین ہمارے دلوں میں آجائے۔

(۴) کلمے کا تقاضہ یہ ہے کہ من چاہی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کی جائے۔

حاصل کرنے کا طریقہ

ایمان کی صفت کو ہماری زندگی میں لانے کے لئے تین لائن کی محنت ہے۔

پہلا کام : امت میں چل پھر کر ایمان کی خوب دعوت دی جائے۔

(۱) حضور ﷺ کا ارشاد ہے "اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تمام آسمان اور زمین اور جو لوگ ان کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائے گا۔" (طبرانی)

(۲) صحیح حدیث میں وارد ہے "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کوئی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والا زمین پر ہو" دوسری حدیث میں آیا ہے کہ "جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت قائم نہیں ہوگی۔ (فضائل ذکر)

(۳) حضرت زید بن ارقمؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں: "جو شخص اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا کہ کلمے کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے روک دے۔ (طبرانی شریف)

دوسرا کام : عملی مشق کرنا

☆ جب بھی مخلوق سے ہوتا ہوا نظر آئے تو اس کی نفی کرے اور دل کو سمجھائے کہ کرنے دھرنے والی ذات صرف اللہ ہی کی ہے۔ ☆ اللہ کی بنائی ہوئی مخلوقات میں غور و فکر کرے جس سے اللہ کی معرفت نصیب ہوگی۔ ☆ اپنی آنکھوں کا دیکھنا، کانوں کا سننا، زبان کا بولنا، دماغ کا سوچنا صحیح کرے۔ ☆ بول چال میں سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَا شَاءَ اللّٰهُ، جَزَاکُمُ اللّٰهُ، اللہ

کے فضل وکرم سے وغیرہ جملے بولتا ہے۔

تیسرا کام: دعا کرنا۔ ایمان کی حقیقت کو دعاؤں کے ذریعے رو رو کر اللہ سے خوب مانگے۔

نماز (دوسری صفت)

نماز سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ہماری چوبیس گھنٹے کی زندگی نماز والی صفت پر آجائے اور نماز کے ذریعے ہم اللہ سے لینے والے بن جائیں۔

یعنی جس طرح نماز ہم اللہ کے حکم کے مطابق اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہی پڑھتے ہیں اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اس طرح نماز کے باہر والی زندگی بھی اللہ کے حکم کے مطابق اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہی ہم گزارنے والے بن جائیں اور ہر گناہ سے ہم بچ جائیں۔

تمام احکام کو اللہ جل شانہ نے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے دنیا میں اتارے لیکن جب نماز دینے کا وقت آیا تو اللہ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو اپنی حضوری میں بلا کر تحفہ کے طور پر عنایت فرمائی اسی لئے فرمایا گیا کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ جس طرح حضور ﷺ نے معراج میں اللہ سے براہ راست بات کی اسی طرح مومن بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو براہ راست اللہ سے باتیں کرتا ہے۔ دوسرے احکام وقتی اور شخصی ہے لیکن نماز ہر مسلمان عاقل بالغ مرد وعورت پر دن رات میں پانچ وقت کی فرض ہے۔ نماز صحیح ہوگی تو زندگی صحیح ہوگی اور زندگی صحیح ہوگی تو قیامت میں اللہ جل شانہ زندگی کا حساب سختی سے نہیں لیں گے۔ نماز پر محنت کریں گے تو نماز جاندار بنے گی اور نماز جاندار بنے گی تو دو رکعت پڑھ کر ہم اللہ سے براہ راست لینے والے بنیں گے۔

حاصل کرنے کا طریق

نماز کی صفت کو ہماری زندگی میں لانے کے لئے تین لائن کی محنت ہے۔

پہلا کام: امت میں چل پھر کر نماز کی خوب دعوت دی جائے۔

(۱) حضور ﷺ کا ارشاد ہے "حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہے اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۲) ایک حدیث میں آیا ہے "جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ پانچ طرح سے اس کا اکرام اور اعزاز فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ چوتھے یہ کہ وہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ پانچویں یہ کہ وہ حساب سے محفوظ رہے گا۔ (فضائل نماز)

(۳) حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی ہے اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ (فضائل نماز)

دوسرا کام : عملی مشق کرنا۔

☆ نماز کے ظاہر اور باطن کو درست کرے۔ (ا) نماز کا ظاہر یہ ہے کہ وضو، غسل، اور نماز کے فرائض، واجبات، سنتیں، مستحبات، دعائیں، قرأت اور نماز کے ارکان یعنی قیام، رکوع، سجدہ، جلسہ، سلام وغیرہ سب چیزوں کو سیکھے اور معتبر علماء سے پوچھ پوچھ کر درست کرے۔ (ب) نماز کا باطن یہ ہے کہ نماز اس دھیان کے ساتھ پڑھے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں اور یہ نہ ہو سکے تو یہ دھیان کرے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اس کے لئے تنہائی میں دو۔ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اللہ کا دھیان جمانے کی مشق کرے۔ ☆ نماز پر محنت کر کے نماز میں ان پانچ باتوں کو پیدا کرنا ضروری ہے۔

(۱) کلمے والا یقین (۲) فضائل والا علم (۳) مسائل والی شکل

(۴) اللہ والا دھیان (۵) اخلاص والی نیت۔

☆ جب بھی کوئی حاجت پیش آئے تو نماز ہی کے ذریعے اس کو حل کرانے کی کوشش کرے۔

تیسرا کام : دعا کرنا۔ نماز کی حقیقت کو دعاؤں کے ذریعے رو رو کر اللہ سے خوب مانگے۔

(تیسری صفت) علم اور ذکر

علم سے یہ جانا جاتا ہے کہ میرا اللہ اس وقت اس حال میں مجھ سے کیا چاہتا ہے اس کی تحقیق کرنا اور معلوم کر کے اس کو پورا کرنا۔

دورِ صحابہ میں ایک علم تھا جو پوری امت کو سو فیصد اللہ کے حکموں پر کھڑا کئے ہوئے تھا، وہ فضائل والا علم تھا، جب سے فضائل والا علم امت سے نکلا تو امت میں نماز جیسا اہم فریضہ بھی باقی نہ رہا۔ اب پھر سے محنت کر کے فضائل والے علم کو امت میں زندہ کرنا ہے۔ علم دو طرح کا ہے۔ فضائل والا علم اور مسائل والا علم، فضائل والے علم سے عمل کا شوق پیدا ہوگا اور مسائل والے علم سے اعمال صحیح ہو سکے۔

حاصل کرنے کا طریقہ

علم کی صفت کو ہماری زندگی میں لانے کے لئے تین لائن کی محنت ہے۔

پہلا کام : امت میں چل پھر کر علم کی خوب دعوت دی جائے۔

(۱) ایک حدیث پاک کا خلاصہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "تمام مسلمان مرد و عورت پر دین کے اتنے علم کا سیکھنا فرض ہے جس سے حلال اور حرام کی تمیز ہو سکے اور جائز و ناجائز کی پہچان ہو سکے۔

(۲) ایک حدیث پاک کا خلاصہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو بندہ علم دین سیکھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے خوشنودی کے واسطے اسکے پیروں کے نیچے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں، اور تمام مخلوقات یہاں تک کے چرندے، پرندے، جنگل میں رہنے والے جانور حتی کہ دریا میں رہنے والی

مچھلیاں تک دعائے مغفرت کرتی ہے۔(فضائل اعمال)

(۳) ایک حدیث پاک کا خلاصہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا علم عمل کا امام ہے اور عمل اسکے تابع ہے اور علم کی وجہ سے بندہ امت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔(فضائل ذکر)

دوسرا کام : عملی مشق کرنا۔

☆ ہر عمل کے وقت اسکی قیمت کا پتہ ہو۔ ☆ علمائے حق کی صحبت اختیار کی جائے۔ ☆ تنہائی میں معتبر کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ ☆ اپنے آپکو آپ ﷺ کی سنتوں کا پابند بنا کر جو بھی مسئلہ پیش آئے اپنے مسلک کے معتبر علماء سے پوچھ کر اس پر عمل کیا جائے۔

تیسرا کام : دعا کرنا علم نافع کو دعاؤں کے ذریعہ رو رو کر اللہ سے خوب مانگے۔

ذکر (دوسرا جز ہے)

ذکر سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ہمارے اندر اللہ کا دھیان پیدا ہو جائے۔

مخلوق کی مشغولی چاہے جائز یا حلال ہی کیوں نہ ہو، دل پر ضرور اثر کرتی ہے، اس اثر کا نام غفلت ہے، اس اثر کو دور کرنے کے لئے اللہ کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہر چیز کو صاف کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز موجود ہوتی ہے، مثلاً بدن اور کپڑے کو صاف کرنے کے لئے صابن ہوتا ہے اور لوہے کے زنگ کو دور کرنے کے لئے آگ کی بھٹی کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح دل کی غفلت کو دور کرنے کے لئے اللہ کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

حاصل کرنے کا طریقہ

ذکر کی حقیقت کو ہماری زندگی میں لانے کے لئے تین لائن کی محنت ہے۔

پہلا کام : امت میں چل پھر کر ذکر کی خوب دعوت دی جائے۔

(۱) حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو کسی بھی چیز کا قلق اور افسوس نہیں ہوگا

بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہوگی۔(بیہقی شریف)

(۲) حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دلانے والا نہیں۔(طبرانی شریف)

(۳) ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں (جن پر عمل تو ضروری ہے) لیکن مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کو میں اپنا معمول بنالوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے ہر وقت تر رہے۔(ترمذی شریف)

دوسرا کام : عمل مشق کرنا۔

☆ صبح شام کی تسبیحات کو پابندی سے قبلہ رخ بیٹھ کر سمجھ کر اللہ کے دھیان کے ساتھ پوری کرے۔

☆ قرآن پاک کی تلاوت آداب کی رعایت کرتے ہوئے ترتیل اور تجوید کے ساتھ کرنے کا اہتمام کرے۔ ☆ موقع محل اور خلوت اور جلوت کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کرے۔

تیسرا کام : دعا کرنا۔ ذکر کی حقیقت کو دعاؤں کے ذریعے رو رو کر اللہ سے خوب مانگے۔

(چوتھی صفت) اکرام مسلم

اکرام مسلم سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ہمارے اندر اور پوری امت کے اندر جوڑ پیدا ہو جائے۔ حق سے زیادہ دینے کا نام اکرام ہے لہٰذا ہم ہمارے حق کی رعایت کرتے ہوئے دوسروں کے حق کو ادا کرنے والے بنیں۔ حق دار کو حق تو دینا ہی ہے اس میں دو باتیں ہیں ایک ہے اخلاق، ایک ہے معاملات۔ اخلاق اور معاملات کی درستی سے آپس میں جوڑ پیدا ہوگا اور غیروں کے ایمان میں داخل ہونے کی راہیں کھلیں گی۔ نماز ہم مسجد میں پڑھتے ہیں، روزہ ہمارے ساتھ رہتا ہے، زکوۃ صرف ایمان والے کو دی جاتی ہے اور حج کے علاقے میں غیروں کا جانا منع ہے اس لئے غیر تو ہمارے اخلاق اور معاملات سے ہی متأثر ہوں گے۔ معاملات کے بگڑنے سے نیکیاں دوسروں کی ہو جائے گی

اور معاملات کی درستگی سے نیکیوں کی حفاظت ہوگی اور ہمارے اندر اکرام مسلم کا جذبہ پیدا ہوگا۔

حاصل کرنے کا طریقہ

اکرام کی صفت کو ہماری زندگی میں لانے کے لئے تین لائن کی محنت ہے۔

پہلا کام: امت میں چل پھر کر اکرام کی خوب دعوت دی جائے۔

(۱) حضور ﷺ کا ارشاد ہے: وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور علماء دین کی قدر نہ کرے وہ ہماری امت میں سے نہیں ہے۔ (مسند احمد)

(۲) حضور ﷺ کا ارشاد ہے: مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو وہ شخص بہت محبوب ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کرے۔ (مشکوۃ شریف)

(۳) حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے تو یہ اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے۔ (فضائل رمضان)

دوسرا کام: عملی مشق کرنا۔

☆ ہر ایمان والے کو عزت کی نگاہ سے دیکھے اور اس کا اکرام کرے۔ ☆ غیروں سے اچھا سلوک کرے۔ ☆ ہر ایک کے حقوق کو جان کر ادا کرے۔ ☆ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے سب کو فائدہ پہنچائے۔ ☆ گنہگار سے نفرت نہ کرے بلکہ گناہوں سے نفرت کرے۔ ☆ جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے۔

تیسرا کام: دعا کرنا اکرام کی حقیقت کو دعاؤں کے ذریعے رو رو کر اللہ سے خوب مانگے۔

(پانچویں صفت) اخلاص نیت

اخلاص نیت سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ہمارے اندر للّٰہیت پیدا ہو جائے۔

یعنی ہم جو بھی عمل کرے خالص اللہ کی رضا کے لئے کرے اس میں دکھلاوا نہ ہو کسی

دوسرے کو راضی کرنے کی نیت نہ ہو۔ ہم جو بھی عمل کرتے ہیں حق ہے یا غلط، علماء ہی بتا سکتے ہیں اور عمل میں اخلاص ہے یا نہیں ہے وہ اللہ ہی جانتے ہیں لیکن اللہ اس وقت بتلائیں گے جب عمل کرنے کا وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ اخلاص بڑی لطیف شئے ہے آخر میں آتا ہے اور سب سے پہلے چلا جاتا ہے۔ اللہ بہت بے نیاز ہے، شرک والے عمل قبول نہیں کرتے بڑے بڑے عمل نیت کی خرابی کی وجہ سے مردود قرار دیئے جاتے ہیں۔ قیامت میں سب سے پہلے جن کا حساب ہوگا اس میں شہید سخی اور عالم ہونگے جن کو نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حاصل کرنے کا طریقہ

اخلاص کی حقیقت کو ہماری زندگی میں لانے کے لئے تین لائن کی محنت ہے۔

پہلا کام : امت میں چل پھر کر اخلاص کی خوب دعوت دی جائے۔

(۱) حضور ﷺ کا ارشاد ہے : اخلاص والوں کے لئے خوش حالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہو جاتے ہیں۔ (بیہقی شریف)

(۲) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : اس امت کو رفعت وعزت اور دین کے فروغ کی بشارت سنا دو لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ (ترغیب)

(۳) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے صحابہؓ نے عرض کیا شرک اصغر کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دکھلاوے کے لئے عمل کرنا۔ (فضائل صدقات)

دوسرا کام : عملی مشق کرنا۔

☆ ہر عمل کے وقت اپنی نیت کو درست کرے۔

☆ عمل شروع کرے تو سوچے کہ یہ کام میں کس کے لئے کر رہا ہوں۔ نماز کے علاوہ عمل کے درمیان میں بھی سوچے کہ یہ کام کس کے لئے ہو رہا ہے اور آخر میں بھی سوچے کہ یہ کام کس کے لئے ہوا۔ اگر جواب

ہو اللہ کے لئے تو شکر ادا کرے اور استغفار کرے کہ جیسا حق تھا ویسا ادا نہ ہو سکا کیونکہ بدنیتی سے عمل مردود ہو جاتا ہے اور بے نیتی سے عمل فاسد ہو جاتا ہے۔

☆ روزانہ کوئی ایک عمل ایسا کرنے کی کوشش کرے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے۔

تیسرا کام : دعا کرنا۔ اخلاص کی حقیقت کو دعاؤں کے ذریعے رو رو کر اللہ سے خوب مانگے

(چھٹی صفت) دعوت الی اللہ

دعوت الی اللہ سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ہماری جان اور مال کی ترتیب صحیح ہو جائے

ہر انسان کو اللہ نے دو نعمتیں دی ہیں جان اور مال۔ مومن کی جان اور مال کو اللہ نے جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ جان اور مال اللہ کی دی ہوئی امانت ہے اسے ہم اپنی مرضی کے مطابق استعمال کریں گے تو قرآن پاک کے فیصلے کے خلاف ہوگا۔ جب تک امت کی جان اور مال کا استعمال صحیح تھا دین، دنیا میں سرسبز اور شاداب تھا جب سے جان اور مال کا استعمال غلط طریقے سے ہونے لگا تو غیر محسوس طریقے سے دین زندگیوں سے نکل چلا گیا۔

سیرت کو اٹھا کر دیکھو کہ حضور ﷺ نے اور صحابہؓ نے جان اور مال کہاں لگایا؟ پتہ چلے گا کہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ دین پر لگایا پھر بیوی بچوں پر لگایا اور وہاں سے وقت بچا تو اپنی کمائی پر لگایا۔ اور جو کچھ کمایا اس کو زیادہ سے زیادہ دین پر لگایا۔ وہاں سے بچا تو ضرورت مندوں پر لگایا اور وہاں سے بچا تو اپنے آپ پر لگایا۔ اس طرح دین کی محنت کریں گے تو اللہ جل شانہ بغیر محنت کے مال دیں گے اور بغیر مال کے چیزیں دیں گے اور بغیر چیزوں کے کام بنائیں گے۔

ہماری جان اور مال کی ترتیب صحیح ہو جائے اس کے لئے بڑوں نے ایک ترتیب بتائی ہے کہ زندگی کی مشغولی سے نکل کر جلد سے جلد چار ماہ اللہ کے راستے میں لگائے جائیں اور پھر ہر سال چالیس دن اور مقام پر رہ کر پانچ کام اہتمام کے ساتھ کریں۔

حاصل کرنے کا طریقہ

دعوت الی اللہ کی حقیقت کو ہماری زندگیوں میں لانے کے لئے تین لائن کی محنت ہے۔

پہلا کام : امت میں چل پھر کر اللہ کے راستے میں نکلنے کی خوب دعوت دی جائے۔

(۱) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : اللہ کے راستے میں تھوڑی دیر کھڑا رہنا شب قدر میں حجر اسود کے سامنے عبادت کرنے سے بہتر ہے۔(ابن حبان)

(۲) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : ایک صبح یا ایک شام اللہ کے راستے میں نکل جانا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری شریف)

(۳) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : تھوڑی دیر اللہ کے راستے میں کھڑا ہونا اپنے گھر کی ستر سالہ (نفل) نماز سے افضل ہے۔(فضائل ذکر)

دوسرا کام : عملی مشق کرنا۔

☆ ہر سال چالیس دن کا اہتمام کرے۔ ☆ مقامی پانچ کام اہتمام کے ساتھ کرے۔
☆ آنے والی جماعت کی نصرت کرے۔ ☆ ہفتے واری اجتماع میں طعام اور قیام کے ساتھ شرکت کرے۔ ☆ مشورہ، جوڑ اور اجتماعات میں اہتمام کے ساتھ شرکت کرے۔

تیسرا کام : دعا کرنا۔

دعوت الی اللہ کی حقیقت کو دعاؤں کے ذریعے رو رو کر اللہ سے خوب مانگے۔

خلاصہ

یہ چھ صفات صرف بیان کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ محنت کرکے اپنی زندگی میں لانا ہے اس لئے جب بھی دعوت دے تو چھ صفات کی حقیقت کو سامنے رکھ کر دعوت دے، بات کرنے والے کے سامنے اگر چھ صفات کی حقیقت نہ ہوگی صرف چھ صفات کا علم ہوگا، تو اس علم کی وجہ سے دوسروں

کی اصلاح کی نیت ہو جائے گی، اپنی اصلاح کی نیت نہ رہے گی، جس کی وجہ سے خود اس کی اپنی
دعوت سے اس کا یقین نہیں بنے گا اور دوسروں پر اس کی دعوت کا اثر بھی نہیں ہوگا۔

اگر دوسروں کی اصلاح کی نیت ہوگی تو دو باتوں سے خالی نہ ہوگی یا تو
لوگ دعوت قبول کرلیں گے یا انکار کریں گے، اگر بات قبول کرلی تو دعوت دینے والے میں عجب اور
کبر آئے گا اور اگر بات کو قبول نہیں کیا تو غصہ آئے گا یا مایوسی آئے گی، اور جب مایوسی آئے گی تو اس
کام کو ہی چھوڑ بیٹھے گا۔ اصل میں دعوت کے ذریعے سے اپنے یقینوں کی تبدیلی مقصود ہے اس لئے
جس صفت کی دعوت دے، اس صفت کی حقیقت کو سامنے رکھ کر دعوت دے اپنے یقین کی تبدیلی کی
نیت سے جب دعوت دیں گے تو اللہ جل شانہ اس دعوت میں وہ تاثیر پیدا کریں گے جو دوسروں کی
ہدایت کا ذریعہ بنے گی اور اس کی اپنی دعوت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(ملفوظات حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم ۔)

ترک لایعنی

یعنی ایسے کاموں اور ایسی باتوں سے بچنا جس سے نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ دین کا۔ جس
طرح بیمار آدمی کو دوا کے ساتھ پرہیز بتایا جاتا ہے تاکہ جلد صحت ہو اور تندرستی بڑھے اسی طرح ان
چھ صفاتوں کے ذریعے جو دین ہماری زندگی میں آرہا ہے اس کی حفاظت کے لئے گناہوں کے ساتھ
ساتھ فضول کاموں اور فضول باتوں سے بچے تاکہ نیکیوں کی حفاظت ہو اور نیکیوں میں بڑھوتری ہو۔

☆ فضول بات نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے، یا جیسے
استرا بالوں کو اڑا دیتا ہے۔ (فضائل تبلیغ)

☆ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ خیر کی بات
کہے یا خاموش رہے۔ (بخاری شریف)

☆ حضورﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص دو چیزوں کا ذمہ لے لے (کہ غلط جگہ پر استعمال نہیں کریں گے) تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں، ایک زبان دوسری شرمگاہ۔ (بخاری شریف)

☆ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی صرف لوگوں کو ہنسانے کے لئے ایک بات کہہ دیتا ہے جس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن اسکی وجہ سے جہنم میں زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ گہرائی میں پہنچ جاتا ہے۔ (مسند احمد)

☆ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب تک اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے ایمان کی حقیقت کو حاصل نہیں کرسکتا۔ (طبرانی شریف)

☆ حضرت سلیمانؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کلام (بات کرنا) چاندی ہے تو سکوت (چپ رہنا) سونا ہے۔ (فضائل صدقات)

☆ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: جو شخص فضول کلام چھوڑ دیتا ہے اسکو حکمت عطا کی جاتی ہے۔

☆ جو شخص فضول دیکھنا چھوڑ دیتا ہے اسے خشوع قلب عنایت کیا جاتا ہے۔

☆ جو شخص فضول کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اسے عبادت کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

☆ جو شخص ہنسی ترک کردے تو اسکو رعب اور دبدبہ عطا کیا جاتا ہے۔

☆ جو شخص مذاق اور جدال کو ترک کردے تو اس کے دل میں ایمان کا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔

(منبہات ابن حجر)

مقامی پانچ کام

روزانہ کے تین کام

(۱) کسی بھی ایک نماز کے بعد مسجد وار جماعت کے ساتھ اپنی ذات سے لیکر اپنا گھر، اپنی بستی اور پورا عالم بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی زندگی میں سو فیصد دین حقیقت کے ساتھ

کیسے آجا ئے اس کی فکروں کو لیکر مشورے میں بیٹھنا، تقاضوں کو سوچ کر جانا اور اپنے ذمہ جو بھی تقاضہ آئے اسکو پورا کرنے کی نیت سے مشورے میں بیٹھنا، گزشتہ کل کی کارگذاری لینا اور آئندہ کل کے تقاضوں کو بانٹنا اور کم سے کم وقت میں اس کام کو پورا کرنا۔

(۲) مسجد کی آبادی کے لئے اور مشورے کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ڈھائی گھنٹے فارغ کرنا، جس میں تین عمل یعنی تعلیم اور استقبال کے ساتھ گھر گھر کی ملاقات کرنا جس میں اس بات کی فکر کرنا کہ گھر کے سب لوگ نمازی بن جائیں، سب کی نماز صحیح ہو جائے، سب تلاوت کرنے والے بن جائیں، جو جماعت آئے اس کا ساتھ دینے والے بن جائیں، مرد سب جماعت میں جانے والے بن جائیں، تمام گھروں میں تعلیم زندہ ہو جائے، مسجد میں جو تعلیم ہو رہی ہے اس کی دعوت دیں جو ساتھی جماعت میں گئے ہوں ان کے گھر کی خبر گیری کرنا، بستی میں کوئی بیمار ہو اسکی بیمار پرسی کرنا، مرحوم کے گھر والوں کی تعزیت کرنا۔ جیسے والی مسجد سے جس ترتیب سے کام بتایا جا رہا ہے اس ترتیب سے اگر کام ہوا تو ملکوں کے تقاضوں کو اپنی مسجد سے پورے کر سکیں گے۔

(۳) چار ماہ یا چالیس دن کی جماعتیں اپنی مسجد سے تقاضے پر نکال سکیں اس کے لئے گھر کا ماحول اور خصوصاً مستورات کا ذہن بنانا بھی بہت ضروری ہے اس کے لئے روزانہ دو تعلیم کرنا، ایک مسجد کی تعلیم جس میں خود اہتمام سے شریک ہونا اور محتاج بن کر سننا اور دوسری تعلیم اپنے گھر میں کرنا، گھر کی تعلیم میں خود پابندی سے جڑے اور تعلیم میں گھر کی تمام مستورات کو اور تمام بچوں کو شریک کرے یہاں تک کہ دودھ پیتے بچے کو بھی ماں اپنی گود میں لیکر بیٹھے، جس میں قرآن کے اور چھ صفات کے مذاکرے کے ساتھ وضو، غسل اور نماز کے فرائض، واجبات، سنتیں، مکروہات اور فاسد کرنے والی چیزوں وغیرہ کے مذاکرے بھی وقتاً فوقتاً کرے اور ہر ہفتے جہاں پر مستورات کی تعلیم ہوتی ہو وہاں پر بھی پابندی کے ساتھ بھیجے اس سے مستورات میں عمل کا شوق پیدا ہوگا اور دین داری

آئے گی اور مردوں کے لئے دعوت کے کام میں مددگار ثابت ہوں گی۔

ہفتے کا ایک کام

(۴) ہفتے میں دو گشت کرنا، ایک اپنی مسجد کا، دوسرا پڑوس کی مسجد کا، جو مشورے سے طے ہو، جس میں دو نمازوں کے بیچ کے وقت کو فارغ کرے اور چار عملوں کے ساتھ کرے۔

دوسری مسجد کے گشت میں شریک ہونے کے لئے سب ساتھی اپنی مسجد میں پہونچ کر جماعت کی شکل میں اس مسجد میں پہنچے۔ دوسری مسجد میں اگر گشت نہیں ہوتا ہو یا پابندی کے ساتھ نہیں ہو رہا ہو تو گشت کے دن ہی پہنچے اور ساتھ دیکر اور ترغیب دے کر پابندی سے گشت کرنے پر ابھارے، اگر پابند ہو جائے یا پابندی سے گشت ہو رہا ہو تو وہاں پر گشت کے دن نہ جائے بلکہ گشت کے دن کے علاوہ دو دن کو جا کر انکو ساتھ لے کر گشت کے تمام امور خود کر کے بتائے جائے جب سیکھ جائے تو دوسری مسجد طے کرے۔

مہینے کا ایک کام

(۵) ستائیس دن محنت کر کے تین دن کی اپنی جماعت خود بنائے اور ہفتے کے مشورے سے آس پاس میں جہاں جانا طے ہوا ہو اللہ کے راستے میں نکل جائے تاکہ ستائیس دن میں جو غفلت اور گندگی دل میں پیدا ہوئی ہے وہ نکل جائے اور دل پھر سے بندگی کے قابل ہو جائے اور اسی کے ساتھ ساتھ آس پاس کے گاؤں کی فکر بھی ہو جائے اور انہیں فکروں کی بنیاد پر اللہ جل شانہ ہر سال چار ماہ یا چالیس دن کے لئے ملک اور بیرون ملک میں جانے کی توفیق کے ساتھ ساتھ اسباب بھی پیدا فرمادے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

سنتیں

چونکہ ہمیں سمجھنے کے اعتبار سے ہم جو بھی عمل (کام) کریں اگر اس عمل کو اللہ کے حکم کے مطابق اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے کریں گے تو وہ عمل مقبول ہوگا اور دین بنے گا اور اسی پر دنیا اور آخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ اس لئے ہر عمل کا سنت طریقہ اور موقع محل کی دعائیں لکھی جارہی ہیں۔ اللہ جل شانہ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کھانے کی سنتیں اور آداب

☆ کھانے سے پہلے یہ نیت کرے کہ کھانے سے جو قوت آئے گی اسے میں اللہ کے احکام پورے کرنے پر خرچ کروں گا۔ اور یہ سوچ کر کھانے سے پیٹ نہیں بھرتا بلکہ اللہ بھرتے ہیں۔

☆ سب سے پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئے۔ (ہاتھ پونچھے نہیں) اور کلی کرے۔ (ترمذی)

☆ دسترخوان بچھا کر کھانا کھائے۔ (بخاری شریف)

☆ تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے پر بیٹھے۔ ایک زانو، دو زانو یا اکڑوں یعنی دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور سرین زمین پر ہو۔

☆ اونچی آواز سے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔ (ابوداؤد شریف)

☆ داہنے ہاتھ سے کھانا کھائے۔ (بخاری شریف)

☆ کھانا ایک قسم کا ہو تو اپنے سامنے سے کھائے۔ (بخاری شریف)

☆ اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھالے۔ (مسلم شریف)

☆ ٹیک لگا کر نہ کھائے۔ (مسلم شریف)

☆ کھانے میں کوئی عیب نہ نکالے۔

☆ اگر شروع میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا بھول جائے تو یوں پڑھ لے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ (ابوداؤد)

☆ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کھانا کھائے غم کی باتیں نہ کرے۔

☆ کھاتے وقت بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے۔ (شامی)

☆ کھانا سب مل کر کھائے اس میں برکت ہوتی ہے۔ (ابوداؤد شریف)

☆ ساتھی کی رعایت کے ساتھ احترام کرتے ہوئے کھانا کھائے۔

☆ برتن کے درمیان سے نہ کھائے کیونکہ درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ جوتا اتار کر کھانا کھائے۔ (دارمی)

☆ تین انگلیوں سے کھانا کھائے بیچ کی اور شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے۔

☆ گرم گرم نہ کھائے۔ پھونک مار کر اور جلا ہوا نہ کھائے۔ اور نہ سونگھ کر کھائے۔

☆ دوسروں کے ساتھ کھانا کھا رہے ہوں تو جب تک وہ کھانا کھا رہے ہاتھ نہ روکے۔ (ابن ماجہ)

☆ ہاتھ دھونے سے پہلے اپنی انگلیاں چاٹ لے۔ پہلے بیچ کی پھر شہادت کی پھر انگوٹھا۔ (مسلم)

☆ پہلے دسترخوان اٹھائے پھر اٹھے۔

☆ جب دسترخوان اٹھانے لگے تو یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا۔

☆ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے اور کلی کرے۔ (ترمذی شریف)

☆ کھانا کھا کر مسجد کے رومال سے ہاتھ صاف نہ کرے۔

☆ کھانے کے بعد کی دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (حصن حصین)

☆ کھانے کا صاحب خانہ کے لئے یہ دعا بھی پڑھ لے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ نِعْمَتَہٗ

وَ زَوَّدَنَا وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَ اَفْضَلَ۔

☆ جب کسی کے یہاں دعوت کھائے تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ۔ (حصن حصین)

☆ میزبان کو یہ دعا دے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ فَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ۔ (حصن)

☆ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا غربت دور کرتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا رنج دور کرتا ہے۔

☆ جس کھانے پر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی جائے شیطان اس پر قبضہ کر لیتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک انگلی سے کھانا شیطان کی عادت ہے۔ دو سے کھانا متکبرین کی عادت ہے اور تین انگلیوں سے کھانا حضرات انبیاءؑ کی عادت ہے۔ (جمع الوسائل)

اور ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ پانچ انگلیوں سے کھانا حریصوں کی علامت ہے۔

پینے کی سنتیں اور آداب

☆ پینے کا برتن داہنے ہاتھ سے پکڑنا سنت ہے کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان پانی پیتا ہے۔ (مسلم)

☆ بیٹھ کر پیجئے۔ (مسلم شریف) ☆ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر پیجئے۔ (بخاری شریف)

☆ تین سانس سے پیجئے۔ اور تینوں مرتبہ برتن کو منہ سے الگ کرے۔ (ترمذی)

☆ دیکھ کر پیجئے۔ ☆ پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے (بخاری شریف)

☆ برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے کی طرف سے نہ پیجئے۔ (ابوداؤد)

☆ کوئی بھی ایسا برتن ہو جس سے دفعتاً پانی زیادہ آ جانے کا احتمال ہو (جیسے مشکیزہ) یا یہ اندیشہ ہو کہ اس میں کوئی سانپ یا بچھو ہو ایسے برتن سے منہ لگا کر پانی نہ پیجئے۔ (بخاری شریف)

☆ پینے کی چیز اگر گرم ہے تو پھونک مار کر نہ پیجئے۔

☆ پانی چوس کر پیجئے کٹ کٹ کی آواز نہ ہو۔

☆ کوئی بھی چیز اگر پی کر دوسروں کو دینا ہو تو داہنی طرف سے شروع کرے۔

☆ پلانے والا سب سے اخیر میں پیئے۔ (مسلم شریف)

☆ پانی پینے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ مَاءً وَّلَمْ یَجْعَلْهُ بِذُنُوْبِنَا مِلْحًا اُجَاجًا۔

دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ۔

زم زم کا پانی یہ دعا پڑھ کر پیئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔

ناخن کاٹنے کی سنتیں اور آداب

☆ داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کرے چھوٹی انگلی تک پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے انگوٹھے تک اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرے۔

☆ پاؤں میں داہنے پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے انگوٹھے تک اور بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کرے چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔ (جس ترتیب سے پیر کی انگلیوں کا خلال کیا جاتا ہے۔)

☆ ناخن، دانتوں سے کاٹنا مکروہ ہے اس سے برص اور جنون پیدا ہوتا ہے۔

☆ حضور ﷺ جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے مونچھ اور ناخن کاٹتے تھے۔ (شامی)

☆ جو شخص جمعہ کے دن ناخن کاٹے اگلے جمعہ تک بلاؤں سے اس کو اللہ تعالیٰ بچا دیں گے۔ (شامی)

سونے کی سنتیں اور آداب

☆ جب سونے کا ارادہ کرے تو پہلے وضو کرے اور دو رکعت صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے نفل نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے، اگر باوضو سونے کے بعد موت آ گئی تو شہادت کا مرتبہ ملے گا (ابوداؤد

☆ تین بار اپنا بستر جھاڑ لے۔ (صحاح ستہ) مسجد میں ہو تو ہاتھ پھیر لے۔ (مسجد میں موٹا کپڑا اچھا کر سوئے اور اعتکاف کی نیت کرلے)

☆ سونے سے پہلے دوسرے کپڑے تبدیل کرنا سنت ہے۔ (زاد المعاد)

☆ دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی سرمہ لگا کر سوئے۔

☆ سونے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر دروازہ بند کر دے۔ چراغ بجھاوے، برتن ڈھانک دے، ڈھانپنے کے لئے کچھ نہ ہو تو اوپر لکڑی رکھ دے۔ (ابوداؤد شریف)

☆ تہجد میں اٹھنے کے لئے سورۂ کہف کی شروع کی اور آخر کی دس۔ دس آیتیں پڑھ لے۔ اور جس وقت اٹھنے کا ارادہ ہو اس کی نیت کر کے سوئے انشاء اللہ وقت پر آنکھ کھل جائیگی۔

سونے سے پہلے کچھ نہ کچھ پڑھ لیا کرو

☆ سورۂ واقعہ پڑھ لو کبھی فاقہ نہیں ہوگا۔ (بیہقی شریف)

☆ الف لام میم سجدہ اور سورۂ ملک پڑھ لو عذاب قبر سے محفوظ رہیں گے۔ (ترمذی شریف)

☆ سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پڑھ لے۔ (بخاری شریف)

☆ آیۃ الکرسی پڑھ لو جس سے اللہ جل شانہ گھر کی حفاظت فرماتے ہیں اور شیطان سے محفوظ رکھتے ہیں اور ایک فرشتہ اس کے سرہانے مقرر فرماتے ہیں جو موت کے علاوہ سب چیزوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

☆ سورۂ فاتحہ اور چاروں قل پڑھ لے۔ (بخاری شریف) اور درود شریف پڑھ لو۔

☆ تین مرتبہ استغفار پڑھے۔ (ترمذی شریف)

☆ تسبیح فاطمی یعنی ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھے (مسلم شریف) اس سے دن بھر کی تھکان دور ہو جاتی ہے اور بدن میں قوت آتی ہے۔

☆ ان اوراد اور دعا کو پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں پر پھونک مار کر سر سے شروع کر کے پورے بدن پر جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے پھیر لے۔

☆ اس کے بعد داہنا ہاتھ داہنے گال کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ پر قبلہ رخ ہو کر سو جائیں۔ (ترمذی شریف) اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے اور پیر کو تھوڑا سا موڑ لے۔

☆ اور یہ دعا تین مرتبہ پڑھے اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ (ابوداؤد شریف)

☆ پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا. (بخاری شریف)

☆ سونے میں کوئی اچھا خواب دیکھے اور آنکھ کھل جائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور ان لوگوں سے بیان کرے جو ہم سے محبت کرتے ہوں تا کہ اچھی تعبیر دے۔ (بخاری شریف)

☆ اور جب برا خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھتکار دے یا پھونک مار دے اور تین مرتبہ اَعُوْذُ پڑھے اور کروٹ بدل دے اور کسی سے خواب کا ذکر نہ کرے تا کہ وہ خواب کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ (بخاری شریف)

☆ جب سوتے ہوئے ڈر جائے یا گھبراہٹ ہو جائے یا نیند اچٹ جائے تو یہ دعا پڑھے۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ۔ (ترمذی شریف)

☆ اگر مسجد میں سوئے ہوں اور کوئی حاجت پیش آئے تو اکیلے نہ جائے بلکہ کسی ساتھی کو ساتھ لے کر جائے اور اگر غسل کی حاجت پیش آ جائے تو کسی کو جگا کر فوراً مسجد سے نکل جائے اور اسی ساتھی کے ذریعے ضرورت کی چیزیں باہر منگا لیں۔

☆ نیند سے اٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملے تا کہ نیند کا خمار دور ہو جائے۔ (۳)

☆ اس کے بعد تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور کلمہ طیبہ پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ. (ابوداؤد شریف)

☆ جب بھی سو کر اٹھے تو مسواک کرے۔ (مسند احمد)

☆ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ ہاتھ کو اچھی طرح دھولے۔ (بخاری شریف)

☆ وجب بھی کپڑے جوتے وغیرہ پہنے تو اول داہنے ہاتھ یا پیر میں پہنے اور نکالے تو پہلے بائیں ہاتھ یا پیر میں سے نکالے۔

☆ دوپہر کو ظہر سے پہلے سونا سنت ہے چاہے نیند آئے یا نہ آئے۔ (اس سے تہجد کے لئے اٹھنے میں مدد ملتی ہے) ☆ ایک لحاف میں دو مرد یا دو عورتیں نہ سوئے۔

بیت الخلاء کی سنتیں اور آداب

☆ بیت الخلاء میں سر ڈھانک کر اور جوتے چپل پہن کر داخل ہو۔ (زاد المعاد)

☆ داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ فائدہ: ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے کہ اس دعا سے بیت الخلاء کے خبیث شیاطین اور بندے کے درمیان پردہ ہو جاتا ہے جس سے وہ شرمگاہ نہیں دیکھ پاتے۔ (مرقاۃ)

☆ بیت الخلاء جانے سے پہلے انگوٹھی یا کسی چیز پر اللہ کا نام یا قرآن پاک یا حضور ﷺ کا نام مبارک لکھا ہوا اور دکھائی دیتا ہو تو اس کو اتار کر باہر چھوڑ کر جائے۔ (نسائی شریف)

☆ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور قدمچے پر داہنا پیر پہلے رکھے اور جب اترے تو پہلے بایاں پاؤں نیچے رکھے۔ (زاد المعاد)

☆ جب استنجے کے لئے ستر کھولے تو آسانی کے ساتھ جتنا نیچے ہو کر کھول سکے اتنا بہتر ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ استنجا کرتے وقت قبلے کی طرف نہ چہرا کرے نہ پیٹھ کرے۔ (مشکوۃ شریف)

☆ استنجا کرتے وقت شدید ضرورت کے بغیر بات چیت نہ کرے اور ذکر بھی نہ کرے۔ (مشکوٰۃ شریف)

☆ استنجا کرتے وقت عضو خاص کو داہنا ہاتھ نہ لگائے۔ اگر پاک کرنے کے لئے ضرورت ہو تو بایاں ہاتھ استعمال کرے۔ (بخاری شریف)

☆ پیشاب، پاخانہ کے چھینٹوں سے خوب بچے اکثر عذاب قبر اس قسم کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ استنجا کرتے وقت بائیں پیر پر زیادہ زور دے کر بیٹھے تاکہ سہولت سے فراغت حاصل ہو جائے۔ (ترمذی شریف)

☆ بیت الخلاء میں نہ ناک صاف کرے اور نہ تھوکے۔

☆ بیٹھ کر پیشاب کرے کھڑے پیشاب نہ کرے۔ (ترمذی شریف)

☆ پیشاب کرنے کے لئے نرم جگہ تلاش کرے تاکہ چھینٹے نہ اڑیں۔ (ترمذی شریف)

☆ غسل خانے میں پیشاب نہ کرے اس سے اکثر وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ جب بیت الخلاء سے نکلے تو پہلے داہنا پیر باہر نکالے پھر بایاں پاؤں اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔ (مشکوٰۃ شریف)

غسل کا مسنون طریقہ

☆ کپڑے اتارنے سے پہلے پوری بِسْمِ اللّٰہ پڑھے۔

☆ نیت کرے، واجب غسل ہو تو یہ کہے کہ ناپاکی دور کرنے کے لئے غسل کرتا ہوں اور پاک ہو تو کہے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے غسل کرتا ہوں۔

☆ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھوئے، پیشاب پاخانے کی جگہ دھوئے۔ (چاہے ناپاکی نہ لگی ہو) پھر بدن کے کسی حصے میں ناپاکی لگی ہو تو اسے دھولے۔

☆ وضو کرے، جس میں منہ بھر کر کلی کرے اور ناک میں خوب صفائی کرے کے جہاں تک نرم جگہ ہے وہاں تک تین بار پانی پہنچائے۔

☆ اس کے بعد سر پر پانی ڈالے پھر داہنے کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر اتنا پانی ڈالے کہ سر سے پاؤں تک پہنچ جائے پھر بدن کو ہاتھ سے ملے یہ ایک بار ہوا اسی طرح دوسری اور تیسری بار بھی اسی طرح پانی بہائے اگر ایک بال برابر جگہ بھی سوکھی رہے گی تو غسل نہیں ہوگا۔(ترمذی شریف)

☆ کان، ناک، ناف، بغل وغیرہ جہاں بھی پانی نہ پہنچنے کا اندیشہ ہو احتیاط سے پہنچائے۔

☆ بغل کے بال، ناف کے نیچے کے بال ہر ہفتے صاف کرے، ورنہ ہر پندرہ دن میں صاف کرلے اور اگر چالیس دن گزر گئے تو گنہگار ہوگا۔

غسل کے فرائض تین ہیں

(۱) کلی کرنا اس طرح پر کہ سارے منہ میں پانی پہونچ جائے (۲) ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانا۔

(۳) سارے بدن پر اس طرح پانی بہانا کہ ایک بال برابر بھی جگہ سوکھی نہ رہنے پائے۔

(اگر ایک بال برابر جگہ بھی سوکھی رہ گئی تو غسل نہیں ہوگا)

غسل کی پانچ سنتیں ہیں

(۱) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا (۲) وضو کرنا (۳) استنجا کرنا۔

(۴) ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا۔ (۵) تمام جسم پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے مکروہات پانچ ہیں

(۱) بغیر مجبوری کے ایسی جگہ غسل کرنا جہاں غیر محرم کی نظر پڑے۔ (۲) بغیر کپڑے پہنے نہاتے وقت قبلے کی طرف منہ کرنا۔ (۳) غسل کرتے وقت بغیر ضرورت کے بات چیت کرنا۔

(۴) غسل کرتے وقت دعائیں پڑھنا۔ (۵) جو چیز وضو میں مکروہ ہے وہ غسل میں بھی مکروہ ہے

مسواک کے فضائل

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے ستر درجہ افضل ہے۔ (فضائل نماز)

☆ ایک حدیث میں وارد ہے: کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو اس میں دس فائدے ہیں۔

(۱) منہ کو صاف کرتی ہے۔ (۲) اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ (۳) شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۴) اللہ جل شانہ محبوب رکھتے ہیں۔ (۵) فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ (۶) مسوڑوں کو قوت دیتی ہے۔ (۷) بلغم کو قطع کرتی ہے۔ (۸) صفرا کو دور کرتی ہے۔ (۹) منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (۱۰) نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ سنت ہے۔ (منبہات ابن حجر)

☆ علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے۔

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں امت کے لئے مشکل نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ (مسلم شریف)

☆ حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں مسواک حافظہ بڑھاتی ہے اور بلغم دور کرتی ہے (ابوداؤد۔ ترمذی)

☆ مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو، سیدھی ہو، زیادہ موٹی نہ ہو، بے گرہ ہو، پیلو کی یا زیتون کی ہو تو بہتر ہے۔

☆ طب نبوی میں ہے کہ زیادہ نافع اخروٹ کی جڑ ہے۔

☆ مسواک کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک کے پیچھے والے حصے میں چھوٹی انگلی اور اوپر کے حصے کی طرف انگوٹھا ہو اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے۔ (شامی)

☆ مسواک کو چوسنا نہ چاہئے اس سے وسوسہ اور اندھا پن پیدا ہوتا ہے۔

☆ البتہ حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ مسواک کی جائے تو اسے چوسنا چاہئے اور صاف تھوک جس میں خون نہ ہو نگل لینا چاہئے۔ یہ موت کے علاوہ تمام بیماریوں کے لئے مفید ہے۔ (ترمذی)

☆ مٹھی میں مسواک دبانے سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔ (فضائل مسواک)

☆ چیت لیٹ کر مسواک کرنے سے تلی بڑھتی ہے۔ (فضائل مسواک)

☆ استعمال سے پہلے مسواک دھولیا جائے تا کہ اس کا میل کچیل دور ہو جائے اسی طرح مسواک کرنے کے بعد بھی دھولیا جائے ورنہ شیطان اسکو استعمال کرتا ہے۔

☆ مسواک کھڑی رکھنا چاہئے زمین پر نہ ڈالی جائے ورنہ جنون کا خطرہ ہے۔

☆ مسواک دائیں طرف سے شروع کرے۔ (چاہے سیدھی کرے یا اوپر نیچے) اور تین بار کرے۔

☆ پاس کی مسواک کرنا اور بیت الخلاء میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار)

☆ مسواک کو دونوں طرف سے استعمال نہ کرے۔

وضو کے فضائل

☆ وضو کے اعضا قیامت میں روشن اور چمکدار ہوں گے اور اس سے حضورﷺ فوراً اپنے امتی کو پہچان جائیں گے۔ (بخاری شریف)

☆ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا زیور قیامت کے دن وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ (مسلم شریف)

☆ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا۔ (یعنی سنن و مستحبات اور آداب کا اہتمام کیا) تو اس کے گناہ جسم سے نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ (مسلم شریف)

☆ جو شخص وضو کے دوران اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ اس کا تمام جسم پاک کر دیتا ہے اور جو نہیں کرتا اس کا

صرف وہ حصہ پاک کرتا ہے جس پر پانی پہنچتا ہے۔ (احیاء العلوم)

☆ جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا کر (دو کلمہ) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پڑھے تو جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مسلم شریف)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کے لئے نکلتا ہے تو ہر دائیں قدم کے اٹھانے پر اللہ جل شانہ اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور ہر بائیں قدم کے اٹھانے پر اس کا ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں (اب اس کو) اسے اختیار ہے کہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھے یا لمبے لمبے قدم رکھے اگر یہ شخص مسجد آ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد شریف)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد آتا ہے تو گھر واپس آنے تک اسے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں اور ارشاد فرمایا اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ (مستدرک حاکم)

وضو کا مسنون طریقہ

☆ قبلے کی طرف منہ کر کے اونچی جگہ پر بیٹھے اور نیت کرے کہ نماز ادا کرنے کے لئے وضو کرتا ہوں

☆ پہلے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے اَتَوَضَّأُ لِرَفْعِ الْحَدَثِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ۔

☆ پھر دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھوئے اور داہنے ہاتھ سے شروع کرے۔

☆ تین بار مسواک کرے، مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت صاف کرے۔

☆ تین بار منہ بھر کر کلی کرے۔

☆ تین بار ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرے اور تینوں بار ناک چھینکے۔

☆ تین بار پورا منہ دھوئے اور داڑھی کا خلال کرے۔

☆ وضو کرتے کرتے یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔

☆ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے اور ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرے۔ اور ہاتھ میں انگوٹھی وغیرہ پہنی ہو تو اسے ہلالے۔

☆ ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرے پھر کان پھر گردن کا مسح کرے۔ مسح اس طرح کرو کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے دونوں ہاتھ کی انگلیاں برابر ملا کر پیشانی کے بالوں پر رکھ کر پورے سر پر ہاتھ گزارتے ہوئے گدی تک لے جائے۔ پھر گدی سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو کانوں کے پاس سے گزارتے ہوئے واپس پیشانی تک لے آؤ، پھر شہادت کی انگلی کانوں کے اندر اس طرح پھراؤ کہ ہر جگہ پھر جاوے۔ اور انگوٹھے کو کانوں کے اوپر کے حصے پر پھیر لو اس کے بعد انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرو۔

☆ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے پہلے دایاں پھر بایاں دھوئے۔ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے داہنے پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور ترتیب وار بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

☆ وضو کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے دوسرا کلمہ پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔

وضو کے فرائض چار ہیں

(۱) پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک

پورا منہ دھونا۔ (۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔ (۳) سر کے چوتھے حصے کا مسح کرنا۔

(۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضوتوڑنے والی چیزیں آٹھ ہیں

(۱) بے ہوش ہو جانا۔ (۲) مجنون ہو جانا۔

(۳) منہ بھر کر قے کرنا۔ (۴) نماز میں کھلکھلا کر ہنسنا۔

(۵) ٹیک لگا کر سوجانا۔ (۶) بدن سے خون یا پیپ نکل کر بہہ جانا۔

(۷) پیچھے سے ہوا کا خارج ہونا۔ (۸) آگے یا پیچھے کی راہ سے کسی بھی چیز کا نکلنا

وضو کی سنتیں

☆ نیت کرنا۔ ☆ شروع میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا۔ ☆ دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا۔ ☆ مسواک کرنا۔ ☆ تین بار کلی کرنا۔ ☆ تین بار ناک میں پانی ڈالنا۔ ☆ تینوں بار ناک چھنکنا۔ ☆ داڑھی کا خلال کرنا۔ ☆ ہاتھ پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا۔ ☆ ایک بار پورے سر کا مسح کرنا۔ ☆ دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ ☆ ہر عضو کو تین بار دھونا۔ ☆ اعضاء وضو کو مَل مَل کر دھونا۔ ☆ ترتیب سے وضو کرنا۔ ☆ دائیں طرف سے پہلے دھونا۔ ☆ پے در پے وضو کرنا یعنی ایک عضو خشک نہ ہونے پائے اور دوسرا دھولے۔ ☆ وضو کے بعد کی دعا پڑھنا۔

وضو کے مکروہات

☆ ناپاک جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔ ☆ وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا۔ ☆ سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ ☆ سنت کے خلاف وضو کرنا۔ ☆ ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا۔

اخلاق ایك حسن الاهی کا تاج هے

هے جسکے سر پر اسکا زمانے میں راج هے

تیمم کا مسنون طریقہ

☆ نیت کرنا کہ میں ناپاکی دور کرنے یا نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں۔

☆ دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارے پھر ہاتھ جھاڑ کر پورے منہ پر ملے۔ جتنا وضو میں دھویا جاتا ہے اتنے حصے پر ہر جگہ ہاتھ پہنچائے۔

☆ پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر انگوٹھی پہنی ہو تو نکال کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک ملے۔ اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر اس طرح رکھے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے آگے نہ بڑھے پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو اس جگہ سے دائیں ہاتھ پر پھیرتے ہوئے کہنی تک لے جائے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی جانب والے حصے پر پھیرتے ہوئے پہنچے تک واپس لے آؤ پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر بائیں ہاتھ کا انگوٹھا اور اس کے پاس والی انگلی سے پکڑ کر پھیر لے۔ یہی عمل داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر کرے اور انگلیوں کا خلال کرلے۔ (یہی تیمم کا طریقہ ہے اور یہ تینوں چیزیں فرض ہیں۔)

اذان کی دعائیں

☆ جب تم اذان سنو تو وہ الفاظ کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ (بخاری) لیکن حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ کہو اور فجر کی اذان میں اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہو اور اقامت میں قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کہے۔ (احیاء العلوم)

☆ جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا۔ تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (مسلم شریف)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اذان کا جواب دینے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی۔(بخاری شریف)

☆ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت یا تنگی میں گرفتار ہو تو اسے چاہئے کہ اذان کے وقت کا منتظر رہے اور اذان کا جواب دینے کے بعد مذکورہ بالا دعا پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت اور کشائش کی دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔(حصن حصین)

☆ جو لوگ اذان کی آواز سن کر نماز کے لئے جلدی کرتے ہیں تو انہیں قیامت کے دن نرمی، لطف اور مہربانی کے ساتھ آواز دی جائیگی۔

نماز کا مسنون طریقہ

☆ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو پہلے صف سیدھی کر دے۔ اور کندھے سے کندھا ملا دو بیچ میں جگہ خالی نہ رہے۔

☆ قبلہ رخ ہو کر اس طرح کھڑے رہیں کہ نگاہ سجدے کی جگہ پر ہو۔ کمر اور گھٹنے سیدھے ہوں۔ پاؤں کی انگلیاں قبلے کی طرف ہو اور دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہو۔(زیادہ سے زیادہ ایک بالشت رکھ سکتے ہیں۔) ☆ جو بھی نماز پڑھتا ہو اس کی نیت کریں۔

☆ دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں قبلے کی طرف ہو انگلیوں کے سرے آسمان کی طرف ہو انگلیاں نہ زیادہ کھلی ہوں نہ زیادہ بند ہو۔(اصلی حالت پر ہو) انگوٹھا کانوں کی لو سے لگا ہوا ہو یا اس کے برابر ہو۔

☆ اس کے بعد اللّٰہ اکبر کہہ کر ہاتھ کو ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی

پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھے۔ انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے پہنچے کو پکڑے اور باقی تین انگلیاں کلائی پر رکھے۔

☆ اس کے بعد ثناء پڑھے، اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو اب کچھ نہ پڑھے بلکہ چپ چاپ کھڑے رہیں۔ (تمام رکعتوں میں)

☆ اکیلے نماز پڑھتے ہوں یا امامت کرتے ہوں تو اب اَعُوذُ اور بِسْمِ اللّٰه پڑھ کر سورۃ فاتحہ اس طرح پڑھے کہ ہر آیت پر رک رک کر سانس توڑ دے۔

☆ سورۃ فاتحہ کے ختم پر سب آہستہ سے آمین کہے۔

☆ اس کے بعد کوئی سورۃ پڑھے۔ (مقتدی نہ پڑھیں)

☆ بغیر کسی ضرورت یا مجبوری کے جسم کے کسی بھی حصے کو حرکت نہ دیں۔ سکون اور اطمینان سے کھڑے رہیں، اور جسم کا سارا زور ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو ڈھیلا نہ کریں۔

☆ اس کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر رکوع کرے جس طرح رکوع کی سنتوں میں بتایا گیا ہے۔ نگاہ پیر کی انگلیوں پر رہے۔

☆ تسمیع پڑھتے ہوئے (مقتدی نہ پڑھے) رکوع سے اس طرح کھڑے ہوں کہ جسم میں خم باقی نہ رہے، اس حالت میں بھی نگاہ سجدے کی جگہ پر ہو اس کے بعد تحمید پڑھے۔

☆ تکبیر کہتے ہوئے اس طرح سجدے میں جائیں کہ گھٹنوں کو خم دیکر (موڑ کر) زمین کی طرف اس طرح لیجائیں کہ سینہ آگے کو نہ جھکے، جب گھٹنے زمین پر ٹک جائیں اس کے بعد سینے کو جھکائے۔ (جب تک گھٹنے زمین پر نہ ٹکے اس وقت تک اوپر کے حصے کو آگے نہ جھکائے اور نہ بغیر مجبوری کے زمین پر ہاتھ رکھے) گھٹنوں کے بعد دونوں ہاتھ رکھے، پھر ناک، پھر پیشانی، سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ دونوں انگوٹھوں کے سرے کان کی لو کے برابر ہو جائیں، ہتھیلی منہ سے

الگ ہو، انگلیاں ملی ہوئی ہوں، انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو، کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی ہو، دونوں بازو پہلو سے الگ ہوں، رانیں پیٹ سے الگ ہوں، پورے سجدے میں ناک زمین پر لگی ہوئی ہو اور نگاہ ناک پر رکھے، دونوں پاؤں اس طرح کھڑے رکھے جائیں کہ ایڑیاں اوپر ہوں اور تمام انگلیاں موڑ کر قبلہ رخ کرے اور پورے سجدے میں پاؤں زمین سے نہ اٹھائیں۔

☆ سجدے کی تسبیح تین بار اطمینان سے پڑھے پھر تکبیر کہتے ہوئے اس طرح اٹھے کہ پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھائے اور اس طرح بیٹھے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنا پاؤں جس طرح سجدے میں تھا اسی طرح کھڑا رہنے دیں۔ دونوں ہاتھوں کو ران پر رکھے (گھٹنوں پر نہ رکھے) انگلیاں قبلے کی طرف ہوں نہ زیادہ کھلی نہ زیادہ بند ہوں اپنی اصلی حالت پر ہو نظر گود میں ہو اتنی دیر بیٹھے کہ تین بار سُبْحَانَ اللہ کہہ سکے اس کے بعد دوسرا سجدہ اسی طرح کرے جس طرح پہلا سجدہ کیا۔

☆ دوسرے سجدے کے بعد تکبیر کہتے ہوئے جب کھڑے ہوں تو ہاتھوں کو زمین پر نہ رکھے بلکہ رانوں پر ہی ہاتھ رکھ کر اسی طرح کھڑے ہوں جس طرح سجدے میں جانے کا طریقہ بتایا گیا۔ یعنی گھٹنے اٹھانے کے بعد آگے کو جھکے نہیں سیدھے کھڑے ہو جائیں۔

☆ اٹھنے کے بعد باقی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے پہلے صرف بِسْمِ اللہ پڑھے۔

☆ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ نہ ملائیں۔

☆ ہر رکن کی تکبیر اس طرح کہے کہ اللہ کی الف سے رکن شروع ہو اور اکبر کی را پر ختم ہو مثلاً جب سجدے میں جانا ہو تو اللہ اکبر کو الف سے پڑھنا شروع کرے تو سجدے میں جانا شروع کر دے اور جب سجدے میں پہنچ جائے تو اللہ اکبر کو بھی را پر ختم کر دے اسی طرح ہر رکن کو تکبیر پر شروع کرے اور تکبیر پر ختم کرے۔

☆ امام سے پہلے نہ کوئی رکن شروع کرے اور نہ ختم کرے۔

☆ قعدہ میں بیٹھنے کا وہی طریقہ ہے جو دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا بتایا گیا۔

☆ تشہد پڑھتے وقت جب اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے اور اِلَّا اللّٰهُ پر گرا دے۔ اشارے کا طریقہ یہ ہے کہ بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقہ بنائیں چھوٹی اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرلے اور شہادت کی انگلی کو اس طرح اٹھائے کہ قبلے کی طرف جھکی ہوئی ہو (آسمان کی طرف نہ ہو) اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت شہادت کی انگلی کو نیچے کرلے۔ (بدن سے نہ لگائیں) اور باقی انگلیوں کو آخر تک اسی حالت میں رہنے دیں۔

☆ دونوں طرف سلام پھیرتے وقت گردن کو اتنا موڑے کہ پیچھے بیٹھنے والے کو رخسار نظر آ جائے، نظریں کندھے پر ہوں، سلام پھیرتے وقت وہ نیت بھی کرے جو سلام کی سنتوں میں بتائی گئی ہے۔

☆ اگر جماعت کھڑی ہوگئی ہو تو دوڑ کر جماعت میں شامل نہ ہوں بلکہ سکون اور وقار سے چل کر پہنچے چاہے رکعت چھوٹ جائے۔

☆ اکیلے نماز پڑھتا ہو تو ایسی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھیں جہاں سے گزرنے میں دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہو مثلاً راستے میں، دروازے پر، کسی نمازی یا بیٹھے ہوئے آدمی کے پیچھے یا آخری دیوار سے لگ کر وغیرہ۔

خواتین کی نماز میں فرق

☆ خواتین کے لئے کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے سے افضل ہے، اور برآمدے میں پڑھنا صحن سے افضل ہے۔

☆ خواتین کے لئے چہرہ، ہاتھ کے پنجے اور پاؤں کے علاوہ پورا بدن ڈھکا ہوا ہونا چاہئے۔

☆ نماز کے دوران، ان تین حصوں کے علاوہ جسم کا کوئی عضو بھی چوتھائی کے برابر اتنی دیر کھلا رہ گیا جس میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہا جا سکے تو نماز ہی نہیں ہوگی۔

☆ عورتوں کو دونوں پیر ملا کر کھڑا ہونا چاہیے خاص طور پر دونوں ٹخنے تقریباً مل جاتے چاہئے۔

☆ نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک نہیں بلکہ کندھوں تک اٹھانے چاہئے اور وہ بھی دوپٹہ یا برقع کے اندر ہی سے اٹھانے چاہئے اور انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔

☆ ہاتھ سینے پر اس طرح باندھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دے۔

☆ رکوع میں مردوں کی طرح کمر بالکل سیدھی کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کم جھکنا چاہئے۔ پاؤں بالکل سیدھے نہ رکھے بلکہ گھٹنوں کو آگے کی طرف ذرا خم دے کر کھڑا ہونا چاہئے اور ہاتھ کی انگلیاں ملا کر رکھے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے ملا دے۔

☆ سجدے میں جاتے وقت شروع ہی میں سینہ کو جھکا کر سجدے میں جائے، اور سجدے میں پیٹ کو رانوں سے ملا دے اور بازوؤں کو پہلو سے ملا دے اور کہنیوں سمیت پوری بانہیں زمین پر بچھا دے اور انگلیاں ملا کر رکھے اور دونوں پیر داہنی طرف کو نکال کر بچھا دے۔

☆ اور جب اَلتَّحِیَّات پڑھنے کے لئے بیٹھے تو بائیں کولھوں پر بیٹھے اور دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر رکھے (جسٹس مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

نماز کے تیرہ فرائض، سات باہر کے، چھ اندر کے

نماز کے باہر کے فرائض

(۱) جگہ کا پاک ہونا (۲) بدن کا پاک ہونا (۳) کپڑے کا پاک ہونا (۴) ستر کا چھپانا

(۵) نماز کا وقت ہونا (۶) قبلے کی طرف منہ کرنا (۷) نماز کی نیت کرنا

نماز کے اندر کے فرائض

(۱) تکبیر تحریمہ یعنی نیت باندھتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا (۲) قیام یعنی کھڑے ہونا (۳) قرأت یعنی تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت یا ایک چھوٹی سورۃ کا پڑھنا (۴) رکوع کرنا (۵) ہر

رکعت میں دو سجدے کرنا (۶) آخری قعدہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنا۔

نماز کے واجبات تیرہ ہیں

(۱) الحمد یعنی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا (۲) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ کا ملانا (۳) سورۂ فاتحہ کو سورۃ سے پہلے پڑھنا (۴) امام کو فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین اور تراویح اور رمضان المبارک میں عشاء کی وتر میں آواز سے قرأت کرنا اور ظہر اور عصر میں آہستہ قرأت کرنا (۵) قومہ یعنی رکوع سے سیدھے کھڑے ہونا (۶) جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھے بیٹھنا (۷) پہلا قعدہ کرنا یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد التحیات کی مقدار بیٹھنا (۸) دونوں قعدوں میں التحیات کا پڑھنا (۹) ہر رکن کو اطمینان سے ادا کرنا (۱۰) ہر فرض کو اپنی جگہ پر ادا کرنا (۱۱) وتر کی تیسری رکعت میں تکبیر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنا (۱۲) دونوں عیدوں میں چھ زائد تکبیر کہنا (۱۳) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہہ کر نماز کو ختم کرنا

نوٹ

☆ نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض چاہے بھول کر چھوٹ جائے یا جان بوجھ کر چھوڑ دے نماز نہیں ہوگی، پھر سے پڑھے۔ اور اگر کوئی واجب جان بوجھ کر چھوڑ دے تو بھی نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر کوئی واجب بھول سے چھوٹ جائے یا کسی فرض یا واجب کو ادا کرنے میں تاخیر ہو جائے، یا کسی فرض کو دوبارہ کرلے مثلاً دو رکوع یا تین سجدے کئے تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی پھر سے پڑھے۔

☆ سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ میں التحیات پڑھ کر ایک طرف (داہنی طرف) سلام پھیر کر دو سجدے کرے اس کے بعد دوبارہ التحیات درود شریف اور درود کے بعد کی دعا پڑھ کر نماز

پوری کرے۔

مفسدات نماز

☆نماز میں بات چیت کرنا۔ ☆نماز میں کھانا پینا۔ ☆سلام کرنا یا سلام یا چھینک کا جواب دینا۔ ☆قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا ☆اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا ☆درد یا مصیبت کی وجہ سے آہ یا اوہ کرنا ☆قبلے کی طرف سے سینے کا پھر جانا ☆سجدے کی جگہ سے آگے بڑھ جانا ☆سجدے کی حالت میں دونوں پاؤں زمین سے اونچا ہو جانا ☆تین مرتبہ سبحان اللہ کہے اتنی دیر ستر کا کھل جانا ☆بالغ آدمی کا نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا ☆عمل کثیر یعنی نماز میں ایسا عمل کرنا کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ آدمی نماز میں نہیں ہے ☆کسی رکن میں امام سے آگے بڑھ جانا ☆ قرآن پاک پڑھنے میں سخت غلطی کرنا ☆ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا ☆کسی بری خبر پر اِنَّا لِلّٰہِ یا اچھی خبر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا ☆دعا میں ایسی چیز مانگنا جو آدمی سے مانگی جاتی ہے۔

نماز کے مستحبات

☆جہاں تک ممکن ہو کھانسی کو روکنا ☆جمائی آئے تو منہ کو بند کرنا ☆کھڑے ہونے کی حالت میں سجدے کی جگہ، رکوع میں قدموں پر، سجدے میں ناک پر، بیٹھنے کی حالت میں گود میں اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نظر رکھنا۔

نماز کے مکروہات

☆سستی یا بے پروائی سے کھلے سر نماز پڑھنا یا کہنی کے اوپر کے حصے کو کھلا رکھنا ☆کوکھ پر ہاتھ رکھنا ☆کپڑا سمیٹنا ☆جسم یا کپڑے سے کھیلنا ☆انگلیاں چٹخانا ☆دائیں بائیں گردن موڑنا ☆انگڑائی لینا ☆کتے کی طرح بیٹھنا ☆ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس کو پہن کر لوگوں میں جانا پسند نہ کرتا ہو ☆دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا ☆سامنے یا سر پر تصویر ہونا

☆ تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا ☆ پیشاب، پاخانہ یا بھوک کا تقاضہ ہوتے ہوئے نماز پڑھنا ☆ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا ☆ جان بوجھ کر جمائی لینا ☆ نماز میں آیات یا تسبیحات کا انگلیوں پر گننا۔ ☆ سجدے میں دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت زمین پر بچھا دینا۔ ☆ چادر یا ایسا کوئی کپڑا اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ ہاتھ جلدی سے اس میں سے نہ نکل سکتے ہوں۔ ☆ سنت کے خلاف کوئی کام کرنا۔

نماز کی اکیاون سنتیں

قیام کی گیارہ سنتیں

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت سیدھا کھڑا ہونا۔ (سر کو پست نہ کرنا۔)

(۲) دونوں پیروں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا اور پیروں کی انگلیاں قبلے کی طرف رکھنا۔

(۳) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔

(۴) انگلیوں کو اپنی حالت پر رکھنا یعنی نہ زیادہ کھلی رکھنا اور نہ زیادہ بند رکھنا۔

(۵) دونوں ہتھیلیوں کو قبلے کی طرف رکھنا۔

(۶) مقتدیوں کی تکبیر تحریمہ امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونا۔

(۷) داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھنا۔

(۸) چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کی پکڑ کے ذریعے بائیں ہاتھ کا پہنچا پکڑنا۔

(۹) درمیانی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھنا۔ (۱۰) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔ (۱۱) ثناء پڑھنا۔

قرات کی سات سنتیں

(۱) اعوذ پڑھنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) سورۃ فاتحہ کے ختم پر آہستہ سے آمین کہنا (۴) فجر اور ظہر میں طوال مفصل (سورہ حجرات سے سورہ بروج تک) عصر اور عشاء میں اوساط مفصل (سورہ بروج

سے سورہ لم یکن تک) اور مغرب میں قصار مفصل (سورہ اذا زلزلت سے سورۂ ناس تک) کی سورتیں پڑھنا (۵) فجر کی پہلی رکعت کو طویل کرنا (۶) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا (۷) نہ زیادہ جلدی اور نہ زیادہ ٹھہر کر بلکہ درمیانی رفتار سے پڑھنا۔

رکوع کی آٹھ سنتیں

(۱) رکوع کی تکبیر کہنا (۲) رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا (۳) گھٹنوں کو پکڑنے میں انگلیوں کو کشادہ رکھنا (۴) پنڈلیوں کو سیدھی رکھنا (۵) پیٹھ کو بچھا دینا (۶) سر اور سرین کو برابر رکھنا (۷) رکوع میں تسبیح تین بار پڑھنا (۸) رکوع سے اٹھنے میں امام کو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور مقتدی کو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور منفرد کو دونوں کہنا۔

سجدے کی سنتیں

(۱) سجدے کی تکبیر کہنا (۲) سجدے میں پہلے دونوں گھٹنے رکھنا (۳) پھر دونوں ہاتھ رکھنا (۴) پھر ناک رکھنا۔(۵) پھر پیشانی رکھنا۔(۶) دونوں ہاتھوں کے درمیان سجدہ کرنا (۷) سجدے میں پیٹ کو رانوں سے الگ رکھنا۔(۸) پہلوؤں کو بازو سے الگ رکھنا۔(۹) کہنیوں کو زمین سے الگ رکھنا۔(۱۰) سجدے میں تسبیح تین بار پڑھنا۔(۱۱) سجدے سے اٹھنے کی تکبیر کہنا۔(۱۲) سجدے سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھانا۔

قعدہ کی پانچ سنتیں

(۱) دائیں پیر کو کھڑا رکھنا اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھنا (۲) انگلیوں کو قبلے کی طرف رکھنا (۳) دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا (۴) تشہد میں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ پر شہادت کی انگلی اٹھانا اور اِلَّا اللّٰہُ پر جھکا دینا (۵) آخری قعدے میں درود ابراہیم پڑھنا۔ درود کے بعد کی دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ پڑھنا۔

سلام کی آٹھ سنتیں

(۱)دونوں طرف سلام پھیرنا (۲)سلام کی ابتداء داہنی طرف سے کرنا (۳)امام کا مقتدیوں، فرشتوں اور صالح جناتوں کو سلام کی نیت کرنا (۴) مقتدی کا امام، فرشتوں، صالح جناتوں اور دائیں بائیں مقتدیوں کی نیت کرنا (۵)منفرد یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے کو صرف فرشتوں کی نیت کرنا (۶)مقتدی کا امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرنا (۷)دوسرے سلام کی آواز کو پہلے سلام سے پست کرنا (۸)مسبوق (جسکی رکعت چھوٹ گئی ہو) کا امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا۔

نماز کے اذکار

☆ **تکبیر** : اَللّٰہُ اَکْبَر (ترجمہ) اللہ سب سے بڑا ہے۔

☆ **ثناء** : سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ ترجمہ : میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ! تیری ہی حمد و ثناء کے ساتھ، تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

☆ **رکوع کی تسبیح** : سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم ترجمہ : پاک ہے میرا عظیم پروردگار۔

☆ **تسمیع** : سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ترجمہ : اللہ نے اس شخص کی تعریف سن لی (اور قبول کرلی) جس نے اس کی تعریف کی۔

☆ **تحمید** : رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ترجمہ : اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔

☆ **سجدہ کی تسبیح**: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ترجمہ پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند و برتر ہے

☆ **تشہد** : اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ ترجمہ : تمام قولی عبادتیں اللہ کے لئے اور تمام فعلی اور

مالی عبادتیں (بھی اللہ کے لئے ہے) سلام ہو آپ پر اے (اللہ کے) نبیؐ اور اللہ کے نیک بندوں پر،
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد ﷺ
اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

☆ **درود ابراهیم** : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

ترجمہ : اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے۔ بیشک تو ہی لائق حمد وثناء، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔
اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائی ہے۔ بیشک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔

☆ **درود کے بعد کی دعا** : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ط

ترجمہ : اے اللہ! بیشک میں نے اپنی جان پر بہت بہت ظلم (گناہ) کئے ہیں اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا پس تو اپنی خاص مغفرت سے میرے سب گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بہت مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دعائے قنوت : اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ. وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ. اَللّٰهُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی. وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ.

ترجمہ: اے اللہ! ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور آپ ہی سے مغفرت کے امیدوار ہیں اور آپ ہی پر ایمان لاتے ہیں اور آپ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کا شکرادا کرتے ہیں۔ ناشکری نہیں کرتے اور اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں جو آپ کی ناشکری کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف دوڑتے ہیں اور ہم آپ ہی کی طرف جھپٹتے ہیں اور آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک آپ کا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

دعا کے فضائل

☆ اللہ کا ارشاد ہے اے لوگو: اپنے رب سے گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے دعا کیا کرو۔ (سورہ اعراف)

☆ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

☆ حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کے فیصلے کو ٹال نہیں سکتی اور نیکی کے سوا کوئی چیز عمر کو نہیں بڑھا سکتی اور آدمی (بسا اوقات) کسی گناہ کے کرنے کی وجہ سے روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (منتخب احادیث)

☆ حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔ (مستدرک حاکم)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ نیکی کے ساتھ دعا کی اتنی ضرورت ہے جتنی کھانے میں نمک کی۔ (اح

☆ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ سے قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے دعا مانگو اور یہ بات سمجھ لو کہ اللہ جل شانہ اس شخص کی دعا قبول نہیں فرماتے جس کا دل (دعا مانگتے وقت) اللہ سے غافل ہو اللہ کے غیر میں لگا ہوا ہو۔ (ترمذی شریف)

☆ حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بھی کوئی مسلمان کوئی دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ جل شانہ اس کی اس دعا کے بدلے اسے تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز عطا فرما دیتے ہیں۔ (۱) یا تو اس کی دعا اسی دنیا میں قبول فرما لیتے ہیں اور اس کا سوال پورا فرما دیتے ہیں یعنی جو مانگتا ہے وہ دے دیتے ہیں۔ (۲) یا اس کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لیتے ہیں (جس کا ثواب آخرت میں دینگے۔ (۳) یا دعا کرنے والے کی مطلوبہ شئے کے برابر (اس طرح عطیہ دیتے ہیں کہ) آنے والی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا اس طرح تو ہم بہت زیادہ کمائی کر لیں گے آپ ﷺ نے (اس بات کے جواب میں فرمایا اللہ کی عطا اور بخشش اس سے بہت زیادہ ہے۔ (مشکوۃ المصابیح بحوالہ احمد)

☆ حضور ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (مشکوۃ شریف)

اے اللہ! تو ہی سلامتی (دینے) والا ہے اور تیری ہی جانب سے سلامتی (نصیب ہوتی) ہے۔ بڑا برکت والا ہے تو اے عظمت اور جلال کے مالک اور اکرام اور احسان (کرنے) والے۔

دعا کے تینتالیس آداب جن کو حصن حصین سے نقل کیا گیا ہے

(۱) کھانے پینے اور پہننے کمانے میں حرام سے بچنا (۲) اخلاص (۳) دعا مانگنے سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا مثلاً صدقہ دینا اور مصیبت کے وقت میں اپنے نیک عمل کا ذکر کرنا۔ (۴) پاک صاف ہونا (۵) وضو کرنا (۶) دعا سے پہلے نماز پڑھنا (۷) قبلے کی طرف منہ کرنا (۸) دو زانو بیٹھنا (۹) دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (۱۰) مونڈھوں کے برابر اٹھانا (۱۱) ہاتھوں کو پھیلانا (۱۲) دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنا (۱۳) دعا کے اول اور آخر اللہ کی حمد و ثنا کرنا (۱۴) اسی طرح اول

اور آخر میں درود شریف پڑھنا (۱۵) باادب رہنا (۱۶) عاجزی اور انکساری اختیار کرنا (۱۷) گڑگڑانا (۱۸) آسمان کی جانب نگاہ نہ اٹھانا (۱۹) اللہ کے اسماء حسنیٰ اور اعلیٰ صفات کا واسطہ دے کر مانگنا (۲۰) پر تکلف قافیہ بندی سے پرہیز کرنا (۲۱) خوش الحانی کے ساتھ گانا نہ گائے یعنی نظم ہوتو گانے کی صورت سے بچے (۲۲) انبیاءؑ کے وسیلے سے دعا مانگے (۲۳) اللہ کے نیک بندوں کا واسطہ دے (۲۴) آواز کو پست رکھے (۲۵) اپنے گناہوں کا اقرار کرے۔ (۲۶) حضور ﷺ کی صحیح ماثورہ دعاؤں کو اختیار کرے (۲۷) جامع دعائیں اختیار کرے (۲۸) اپنی ذات سے دعا کی ابتداء کرے پھر درجہ بدرجہ دوسروں کے لئے کرے (۲۹) امام ہوتو تنہا اپنے لئے دعا نہ مانگے (۳۰) انتہائی رغبت اور شوق سے مانگے (۳۱) کوشش اور محنت سے حضور قلب کے ساتھ تہہ دل سے مانگے (۳۲) ایک ہی دعا بار بار پڑھے (کم سے کم تین مرتبہ) (۳۳) اصرار نہ کرے (کہ میری دعا تو تجھے قبول کرنی ہی ہوگی) (۳۴) ایک ہی مقصد کے لئے بار بار دعا مانگے (۳۵) کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے (۳۶) جو چیز ازل سے ہو چکی ہے اس کے خلاف دعا نہ مانگے (مثلاً مجھے مرد سے عورت بنادے) (۳۷) محال اور نامکمل کام کی دعا نہ کرے (۳۸) اللہ کی رحمت میں تنگی نہ کرے (مثلاً میری ہی مغفرت فرما اور کسی کی نہ کر) (۳۹) اپنی تمام حاجتیں مانگے چھوٹی ہو یا بڑی (۴۰) پورے یقین کے ساتھ مانگے (۴۱) دعا کرنے اور سننے والے دونوں آمین کہیں (۴۲) دعا سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے (۴۳) دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے کہ میں نے دعا کی تھی قبول نہیں ہوئی۔

چند مخصوص وظائف

☆ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرے اسکو جنت میں جانے سے صرف اسکی موت ہی روکے ہوئے ہے۔ (منتخب)

☆ امام بغوی نے اپنی سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی اور آل عمران کی دو آیتیں شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ سے آخر تک ایک آیت اور قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بِغَیْرِ حِسَابٍ تک پڑھا کرے میں اس کا ٹھکانا جنت میں بناؤنگا اور اس کو اپنے حظیرۃ القدس میں جگہ دونگا اور ہر روز اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کرونگا اور ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دونگا اور اسکو غالب رکھونگا۔ (معارف القرآن)

☆ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کو تین بار اعوذ باللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ من الشیطان الرجیم۔ پڑھے پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ سے عَزِیْزُ الْحَکِیْمُ تک ایک بار پڑھے تو اللہ جل شانہ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر اس دن اسے موت آگئی تو شہید مریگا اور جو شام کو پڑھ لے تو اس کو بھی صبح تک یہی درجہ حاصل ہوگا۔ (مشکوۃ شریف)

☆ حضرت ابان بن عثمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ صبح شام تین بار بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ پڑھ لے گا اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (مشکوۃ)

☆ حضرت تمیمیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز مغرب سے فارغ ہو کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ جب تم کہہ لوگے اور پھر اسی رات تمہاری موت آجائے تو دوزخ سے محفوظ رہوگے اور اگر اس دعا کو سات مرتبہ نماز فجر کے بعد کہہ لو اور اسی دن موت آجائے تو دوزخ سے محفوظ رہوگے۔ (مشکوۃ شریف)

☆ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص رات کی مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

کثرت سے پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلمہ پہاڑ کے بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔(فضائل ذکر)

☆ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس مرتبہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْت پڑھے وہ شہیدوں کے درجے میں ہو سکتا ہے (ہر نماز کے بعد پانچ پانچ بار پڑھ لیا کرے)۔(فضائل صدقات)

☆ حضرت معاذ بن انس جہنیؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی اللہ تعالیٰ جنت میں اسکے لئے ایک محل بنا دینگے۔(مسند احمد)

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورہ اذا زلزلت الارض آدھے قرآن کے برابر ہے۔ سورہ قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اور سورہ کافرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ حضرت قبیصہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز کے بعد تین مرتبہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا کرو اس سے تم اندھے پن، کوڑھی پن اور فالج سے محفوظ رہو گے۔(حیاۃ الصحابہ)

☆ جو شخص صبح شام تین تین مرتبہ یہ دعا اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھے گا اسے اللہ تعالیٰ ہر مخلوق سے خصوصاً سانپ بچھو وغیرہ زہریلے اور موذی جانوروں کے شر سے بچائیں گے خصوصاً رات میں۔(حصن حصین)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی یہ دعا پڑھے جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ (ﷺ) تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے ایک ہزار دن تک ثواب لکھتے رہیں گے۔(فضائل درود شریف)

☆ جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (فضائلِ ذکر)

☆ جو شخص ہر چھینک کے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَّا كَانَ کہے تو ڈاڑھ اور کان کا درد کبھی بھی محسوس نہ کرے۔ (حصنِ حصین)

☆ ایک حدیث میں ارشاد ہے: جب تم دیکھو کہ کہیں آگ لگ گئی تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کثرت سے پڑھا کرو یہ اس کو بجھادے گی۔ (فضائلِ ذکر)

فرض نمازوں اور رکعتوں کا نقشہ

نماز	کل رکعتیں	سنت مؤکدہ	سنت غیر مؤکدہ	فرض	سنت مؤکدہ	نفل	واجب	نفل
فجر	۴	۲	....	۲	....	....	....	....
ظہر	۱۲	۴	....	۴	۲	۲	....	....
عصر	۸	....	۴	۴	....	....	....	....
مغرب	۷	....	....	۳	۲	۲	....	....
عشاء	۱۷	....	۴	۴	۲	۲	۳	۲
جمعہ	۱۴	۴	....	۲	۴+۴	۲	....	....

رمضان میں تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ۔

عیدین چھ زائد تکبیروں کے ساتھ واجب۔

نفل نمازیں اور رکعتیں

نماز	رکعتیں	نماز	رکعتیں
اشراق	۴	چاشت	۸
اوابین	۶	تہجد	۸
صلوۃ الحاجۃ	۲	صلوۃ الاستخارہ	۲
صلوۃ التسبیح	۴	صلوۃ التوبہ	۲
صلوۃ الکسوف	۲	صلوۃ الخسوف	۲
صلوۃ الاستسقاء	۲		

جمعہ کے وظائف

جمعہ کی آٹھ سنتیں

(۱) غسل کرنا (۲) صاف کپڑے پہننا اور خوشبو ہو تو استعمال کرنا (۳) جلدی مسجد جانے کی فکر کرنا (۴) مسجد پیدل جانا (۵) امام کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنا (۶) آگے صفیں پر ہوں تو صفوں کو پھلاند کر نہ جانا (۷) اپنے کپڑے وغیرہ سے لہو ولعب نہ کرنا (۸) خطبہ غور سے سننا۔ (مسند احمد)

☆ جمعہ کے دن کو اخروی امور کے لئے مخصوص کر دے، اس دن دنیا کی تمام مصروفیات ترک کر دے، کثرت سے صدقہ خیرات کرے۔ (احیاء العلوم)

☆ جمعہ کے دن کی مبارک گھڑی کی اچھی طرح نگرانی کرے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے اگر کوئی بندہ اس گھڑی کو پالے اور اس میں اللہ سے کچھ مانگے تو اللہ جل شانہ اس کو عطا کرتے ہیں (مسند احمد)

☆ قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کرے خصوصاً سورۂ کہف کی تلاوت ضرور کرے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جو شخص سورہ کہف تلاوت کرے گا اسے پڑھنے کی جگہ سے مکہ مکرمہ تک نور عطا کیا جائے گا۔ اور اگلے جمعہ تک تین روز کے اضافے کے ساتھ گناہوں کی مغفرت کی جائے گی اس کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح تک رحمت کی دعا کیا کرتے ہیں، یہ شخص پیٹ کے پھوڑے، ذات الجوب، برص، جزام، اور فتنہ دجال سے محفوظ رہتا ہے۔

☆ کثرت سے درود شریف پڑھے: جو آدمی جمعہ کے دن سو مرتبہ درود پڑھے گا اللہ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائیں گے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ: اس کے ساتھ قیامت کے دن ایک ایسا روشنی آئے گی کہ اگر اس روشنی کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ (فضائل درود)

☆ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر اسی ہیئت پر بیٹھ کر اٹھنے سے پہلے اسّی (۸۰) مرتبہ یہ درود شریف پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔ تو اس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسّی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔ (فضائل درود)

تلاوت قرآن مجید کے فضائل و آداب

☆ حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں، اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے، ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، اور شیاطین اس گھر میں گھس جاتے ہیں۔

☆ صاحب احیاء نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو (۱۰۰) نیکیاں ملے گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں اور جو پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ہے۔ (فضائل قرآن)

آداب

☆ مسواک اور وضو کے بعد کسی یکسوئی کی جگہ میں نہایت وقار اور تواضع کے ساتھ رو بہ قبلہ بیٹھے۔

☆ کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے۔

☆ نہایت ہی حضور قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف کے ساتھ جو اس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق تعالیٰ سبحانہ کو کلام پاک سنا رہا ہے۔

☆ اگر معنی سمجھتا ہو تو تدبر اور تفکر کے ساتھ آیت وعدہ و رحمت پر دعائے مغفرت اور رحمت مانگے اور آیت عذاب اور وعید پر اللہ کی پناہ چاہے، آیت تنزیہ اور تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آئے تو بہ تکلف رونے کی سعی کرے۔

☆ اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔

☆ تلاوت کے درمیان کسی سے بات نہ کرے۔ اگر کوئی ضرورت پیش ہی آ جاوے تو کلام پاک بند کر کے بات کرلے اور پھر سے اَعُوذُ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے۔

☆ اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں یا نماز پڑھ رہے ہوں یا سو رہے ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا افضل ہے۔ ☆ خوش الحانی کے ساتھ ترتیل اور تجوید کے ساتھ پڑھے۔ ☆ دل کو وساوس سے پاک رکھے۔ ☆ یہ اللہ کا کلام ہے دل میں اس

کی عظمت رکھتے ہوئے پڑھے۔ ☆ جن آیات کی تلاوت کررہا ہے دل کو ان کے تابع بنادے مثلاً اگر آیتِ رحمت زبان پر ہے تو دل سرور گلشن بن جائے اور آیتِ عذاب آگئی تو دل لرز جائے۔☆ ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور پر پڑھنے کو کہتے ہیں، اور شرع شریف میں کئی چیزوں کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔

(۱) حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ **ط** کی جگہ **ت** اور **ض** کی جگہ **ظ** نہ نکلے۔

(۲) وقوف کی جگہ پر اچھی طرح ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام بے محل نہ ہو جائے۔

(۳) حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو اچھی طرح ظاہر کرنا۔

(۴) آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کرے۔

(۵) آواز کو اس طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلدی اثر کرے۔

(۶) تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی

(۷) آیت رحمت اور آیتِ عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے۔ (فضائل قرآن)

مخارج

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط

ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ ء ی ے

ث ذ ظ – ان تینوں کا مخرج ایک ہے مگر صفات کے فرق کی وجہ سے ہر ایک حرف کی آواز الگ الگ ہے مخرج یہ ہے کہ زبان کی نوک کو الگلے اور اوپر کے دو بڑے دانتوں کے کنارے سے اس

طرح لگائے کہ سامنے بیٹھنے والے کو زبان کی ذرا سی نوک باہر نظر آئے۔ ث اور ذ کی آواز ذرا نرم ہوتی ہے اور ظ کی آواز موٹی بھری ہوتی ہے۔

س ص ز۔ زبان کی نوک کو اگلے اور نیچے دو بڑے دانتوں کے اوپر سے لگائیں مخرج ایک ہے مگر آواز میں فرق ہے، ز کی آواز بلند ہوتی ہے، ص کی آواز پُر اور س کی آواز باریک ہوتی ہے اور سیٹی کی آواز تینوں میں ہوتی ہے۔

ت د ط۔ ان تینوں کا مخرج زبان کی نوک اور سامنے کے اوپر کے دو بڑے دانتوں کی جڑ ہے، ت پتلی اور ط پُر ہوتی ہے۔

ء ہ۔ ان دونوں کا مخرج حلق کا آخری حصہ ہے جو سینے کی طرف ہے۔

ع ح۔ یہ دونوں حلق کے درمیان والے حصہ سے نکلتے ہیں۔

غ خ۔ ان کا مخرج ابتدائے حلق ہے یعنی منہ کی طرف والا حصہ۔

ق ک۔ زبان کی جڑ اوپر کے تالو سے لگائیں تو ق نکلتا ہے اور ک میں زبان کی جڑ اور اوپر کا تالو منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر۔

ض۔ زبان کی کروٹ کو اوپر کی داڑھوں کی جڑ سے لگائیں (زبان کی جڑ کہیں لگنے نہ پائے) اور آواز ظ کے مشابہ ہوتی ہے مگر بالکل ظ نہ ہو۔

م ن۔ ان دونوں حرفوں کو ادا کرتے وقت ناک میں آواز گھس جانی چاہئے۔

یہ سات حروف پُر پڑھے جاتے ہیں۔ خ ص ض غ ط ق ظ۔ جس کا مجموعہ **خص ضغط قظ** ہے ان سات حرفوں کو پُر پڑھنا چاہئے یعنی انکو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف اٹھنی چاہئے۔

ان کے علاوہ کے حروف باریک پڑھے جائیں گے یعنی ان کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے

تالو کی طرف نہیں اٹھنی چاہیے۔

- زبر، زیر، پیش کو حرکت کہتے ہیں اور حرکت والے حرف کو متحرک کہتے ہیں۔
- دو زبر، دو زیر اور دو پیش کو تنوین کہتے ہیں اور تنوین والے حرف کو منوّن کہتے ہیں۔
- جزم کو سکون کہتے ہیں اور سکون والے حرف کو ساکن کہتے ہیں۔
- تشدید کو شدّ اور شد والے حرف کو مشدّد کہتے ہیں۔
- ناک میں آواز لے جا کر پڑھنے کو غنہ کہتے ہیں اور غنہ کی مقدار ایک الف کے برابر ہے۔
- سانس توڑ کر رک جانے کو وقف کہتے ہیں اور جس حرف پر وقف کیا جائے اسے موقوف کہتے ہیں
- ہر حرف کو اسکے مخرج اور صفت کے ساتھ پڑھنے کو تجوید کہتے ہیں، تجوید کے خلاف پڑھنا لحن ہے اور لحن کی دو قسمیں ہیں، (۱) لحن جلی (۲) لحن خفی، **لحن جلی** یہ ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا، مثلاً **الحمد** میں **ح** ہے اسکی جگہ **ہ** پڑھنا، یا حرف کو گھٹا بڑھا کر پڑھنا مثلاً **اِیَّاکَ** کی جگہ **اِیَا کَا** پڑھنا، یا متحرک حرف کو ساکن یا ساکن حرف کو متحرک پڑھنا، یا زبر کی جگہ زیر یا پیش یا پیش کی جگہ زبر یا زیر وغیرہ پڑھنا، یہ سب لحن جلی ہے اور لحن جلی سے قرآن پاک پڑھنا حرام ہے۔

لحن خفی یہ ہے کہ پُر حرف کو باریک اور باریک حرف کو پُر پڑھنا یا جہاں مدّ نہ ہو وہاں مدّ یعنی کھینچ کر پڑھنا یا جہاں مدّ ہو وہاں مدّ نہ کرنا، یا اظہار، اخفا، غنہ وغیرہ میں فرق نہ کرنا، یہ لحن خفی ہے اور لحن خفی سے قرآن پاک پڑھنا مکروہ ہے۔

- پورے قرآن پاک میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے سے یا کسی کو پڑھتے ہوئے سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے اسے سجدۂ تلاوت کہتے ہیں، سجدہ کی آیت پڑھ کر یا سن کر فوراً سجدہ کر لینا چاہئے تاکہ اسکا سر پر باقی نہ رہے کیوں کہ یہ سجدہ واجب ہے۔

بیمار پرسی کی سنتیں اور آداب

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔

(۱) جب ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے۔ (۲) جب دعوت دے تو قبول کرلے۔ (۳) جب اسے چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے۔ (۴) جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ (۵) جب انتقال کرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔ (۶) اور اس کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرے۔ (ابن ماجہ)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے اس کو جہنم سے اتنا دور کردیا جاتا ہے جتنا دور کوئی ستر سال چل کر پہنچے۔ (ابوداؤد شریف)

☆ حضور نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں، اور جو شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جنت میں اسے ایک باغ مل جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان بندہ کسی مریض کی عیادت کرے اور سات مرتبہ یہ پڑھے۔ اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ ۔ تو اس کو ضرور شفا ہوگی البتہ اگر اس کی موت کا وقت آگیا ہو تو اور بات ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ جب کسی مریض کی عیادت کرے تو اس سے یوں کہے لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ. کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح (قبول ہوتی) ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ بیمار کی ہر طرح تسلی کرنا مسنون ہے مثلاً اس سے یوں کہے انشاء اللہ تم جلد اچھے ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ بڑی قدرت والے ہیں۔ کوئی ڈر یا خوف پیدا کرنے والی بات بیمار سے نہ کہے۔

☆ بیمار پرسی کر کے جلدی لوٹ آنا سنت ہے۔ کیونکہ کہیں بیمار رنجیدہ نہ ہو جائے یا گھر والوں کے کام میں خلل نہ پڑے۔

گھر میں موت ہو جانے کا بیان

جب آدمی کی آخری گھڑی ہو اور معلوم ہو جائے کہ اب موت قریب ہے تو اس آدمی کو قبلے کی طرف پیر کر کے چت لٹا دیں اور سر کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اس کا منہ قبلے کی طرف ہو جائے اگر اس کے سر کے نیچے تکیہ نہ رکھ سکے تو سرہانے کی طرف چارپائی کے پائے کے نیچے دو دو اینٹ رکھ دیں، اسکے بعد اس کے سامنے زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھے تاکہ ہم سے سن کر وہ بھی پڑھ لے، لیکن اس سے یوں نہ کہے کہ پڑھو اس لئے کہ وہ سخت مشکل کا وقت ہوتا ہے خدانخواستہ پڑھنے سے انکار کر دے یا منہ سے کچھ اور نکل جائے۔ سورۂ یٰسین شریف پڑھنے سے موت کی سختی کم ہوتی ہے اس کے سرہانے یا اور کسی جگہ اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف پڑھو۔ یا کسی سے پڑھوا دو۔

جب روح نکل جائے تو آنکھیں بند کر دو اور کوئی کپڑا لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر دونوں جبڑوں سے گزارتے ہوئے سر پر لے جا کر باندھ دو تاکہ منہ کھل نہ جائے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دو اور ہاتھوں کی انگلیاں ایک ساتھ کر کے کمر کے ساتھ لگا دو اور اگر مرنے والی عورت ہے اور اس نے کوئی زیور پہنے ہوں تو اس کو نکال لو اور اوپر چادر اوڑھا دو اور شمال کی جانب سر اور جنوب کی جانب پیر کر کے لٹا دو اور اسکے پاس لوبان وغیرہ کوئی خوشبو جلا کر آپ نہلانے کا انتظام کرو۔

کوئی مرد یا عورت ناپاکی کی حالت میں ہو تو اس کو مرنے والے کے پاس نہ بیٹھنے دو بلکہ کوئی جاندار

تصویر بھی وہاں پر نہ ہو مرنے سے پہلے ہی اس کو ہٹا دو ان کی وجہ سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور روح کو بھی تکلیف پہنچتی ہے بلکہ روح قبض کرنے والے بھی زحمت کے فرشتے ہوتے ہیں۔ جب تک غسل نہ دے دیا جائے اس کے قریب بیٹھ کر نہ پڑھے بلکہ دوسرے کمرے میں بیٹھ کر پڑھے۔

قبر

قبر خود کھودے یا مسلمان سے کھدوائے جو میت کے قد سے ایک بالشت بڑی ہو، بڑوں کے لئے ساڑھے پانچ فٹ لمبی ہو، ساڑھے چار فٹ گہری ہو، اور ساڑھے تین فٹ چوڑی ہو۔

کفن

مرد کے لئے تین کپڑے، ایک چادر، ایک ازار، ایک کرتہ

چادر : سر سے لے کر پیر تک اور دونوں طرف ایک ایک بالشت بڑھا دے۔

ازار : سر سے لے کر پیر تک

کرتہ : گلے سے لے کر آدھی پنڈلی تک۔

عورت کے لئے پانچ کپڑے تین جو اوپر کہے گئے ہیں ان کے علاوہ ایک سینہ بند ایک اوڑھنی۔

سینہ بند : سینے سے لے کر رانوں تک۔

اوڑھنی : تین ہاتھ لمبی جس سے بال ڈھک جائے۔

میت کو غسل دینے کے لئے دو ستر پوش گلے سے لے کر پنڈلی تک اور تین دستانے۔

کفن کو پہلے تین یا پانچ مرتبہ لوبان وغیرہ کی دھونی دو اس کے بعد کفن پہناؤ۔

غسل کا طریقہ

میت کو غسل دینے کے لئے بیری کے پتے ڈال کر پانی گرم کرو اس کے بعد جس تختے پر غسل دینا ہو اس تختے کو تین یا پانچ مرتبہ لوبان وغیرہ کی دھونی دے دو۔ پھر پانی لا کر اس میں ٹھنڈا پانی ملا کر نہ

زیادہ گرم ہو نہ بالکل ٹھنڈا۔ اس کے بعد میت کو چارپائی سمیت اٹھا کر تختے پر لے آؤ اور پہنے ہوئے
کپڑے سب اتار لو یا کاٹ کر نکال لو۔ اب میت پر ستر پوش اوڑھا کر نیچے سے چادر نکال لو پھر میت کو سر کی
جانب سے ذرا اونچا کر کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملے اور جو کچھ نکلے اس کو بائیں ہاتھ میں دستانے
پہن کر ستر پوش کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر صاف کرے۔ نہ ستر پوش اٹھائے اور نہ نگاہ ڈالے۔

پھر وضو کراؤ پہلے منہ دھوئے (ہاتھ گٹوں تک شروع میں اس لئے نہیں دھونا ہے کہ اس کو
خود وضو یا غسل نہیں کرنا ہے۔) لیکن اگر جنابت کی یا حیض اور نفاس کی حالت میں مرا ہے تو ناک
اور منہ میں پانی پہنچانا فرض ہے لیکن اگر منہ میں پانی نہیں جا سکتا یا غسل کی حاجت میں نہیں مرا ہے تو
تھوڑی سی روئی پانی میں بھگو کر میت کے دانتوں پر داہنی جانب سے پھیرتے ہوئے بائیں جانب
لا کر اس روئی کو پھینک دو اس طرح تین مرتبہ کرو۔ اسی طرح روئی کی تین بتی جیسی بنا کر پانی میں بھگو
کر ایک طرف سے پہلے ناک کے داہنے سوراخ میں پھر دوسری جانب سے بائیں سوراخ میں پھرا کر
اس کو پھینک دے۔ تین مرتبہ ایسا ہی کرے اس کے بعد منہ کان اور ناک میں روئی ڈال دو تاکہ منہ
دھوتے وقت پانی اندر نہ جانے پائے، اس کے بعد تین مرتبہ پورا منہ دھوئے اس کے بعد تین مرتبہ
دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے پہلے دایاں پھر بایاں اس کے بعد سر کا مسح کراؤ پھر دونوں پیر ٹخنوں
سمیت دھوؤ پہلے دایاں پھر بایاں۔

جب وضو کرا چکو تو اب سر پر صابن وغیرہ لگا کر خوب صاف کرو پھر پورے بدن پر پانی
ڈال کر صابن لگا کر ملو کہ کچھ میل کچیل رہنے نہ پائے لیکن ستر کے اوپر بغیر دستانے کے ہاتھ نہ لگائے
اور اس طرح ملے کہ ستر کھلنے نہ پائے اس کے بعد میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر نیم گرم پانی سر سے
لے کر پاؤں تک تین مرتبہ اس طرح ڈالے کہ بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے اور ہاتھ سے ملے کہ
صابن وغیرہ سب نکل جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح سر سے لے کر پاؤں تک پانی ڈالے

کردا ہنی کروٹ تک پانی پہنچ جائے اس کے بعد پہلی مرتبہ کی طرح سر کی طرف سے اونچا کر کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملے اگر کچھ نکلے تو ہاتھ میں دستانے پہن کر صاف کر لے وضو اور غسل میں اس کے نکلنے سے کچھ فرق نہیں آیا یعنی پھر سے کرانے کی ضرورت نہیں۔

اب ایک لوٹے پانی میں کافور ملا کر پورے بدن پہ ملے تا کہ خوشبودار ہو جائے،

پھر رومال سے میت کے بدن کو اس طرح پونچھو کہ رومال ایک جگہ پہ رکھو پانی چوس لے تو اٹھا کر دوسری جگہ رکھو اس طرح صاف کر لو اسکے بعد دوسرا ستر پوش اوپر ڈال کر بھیگا ہوا ستر پوش نیچے سے نکال لو اب کفن تیار کر کے اس کے اوپر میت کو لا کر سلا دو۔

بہتر یہ ہے کہ جو قریبی رشتے دار ہوں وہ نہلائے اگر وہ نہ نہلا سکے تو کوئی دیندار نہلائے۔

کفنانے کا طریقہ

پہلے چادر بچھاؤ اس کے اوپر ازار پھر اس کے اوپر کرتے کا نیچے والا حصہ بچھاؤ اور اوپر والا حصہ لپیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو اس کے اوپر گلاب یا زمزم کے پانی میں بھگویا ہوا تیل چھڑک دو اور احتیاطاً روئی کی دو گدی جیسی بنا کر ایک سر کے نیچے اور ایک پاخانے کی جگہ کے نیچے رکھ دو تا کہ کوئی چیز خون وغیرہ نکلے تو کفن خراب نہ ہو (لیکن یہ ضروری نہیں ہے) اب اس کے اوپر میت کو سلا دو پھر زمزم یا گلاب کے پانی میں کافور کو کیچڑ جیسا بنا کر اس میں عطر ملا دو پھر اسے سر کے اوپر اور مرد ہو تو داڑھی پر بھی لگاؤ پھر سجدہ کی جگہ پہ پیشانی، ناک، ہاتھ کی انگلیاں اور ہتھیلی پہ، پنڈلی، گھٹنے، ٹخنے اور بغل پر لگاؤ مردے کے اوپر جتنا چاہے عطر لگاؤ لیکن کفن پر عطر لگانا جائز نہیں ہے۔

اسکے بعد کرتہ پہنا دو اگر عورت ہے تو اس کے سر کے بال کے دو حصے کر کے دونوں طرف نکال کر سینے کے اوپر رکھ دو اس کے سر پہ اوڑھنی ڈال کر دونوں سرے سینے پر جو بال ہے اس کے اوپر اوڑھا دو (لپیٹے یا باندھے نہیں) اس کے اوپر سینہ بند اوڑھا دو اس کے بعد ازار لپیٹے پہلے

بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے، پھر اسی طرح چادر لپیٹے اور سربند اور کمر پٹی باندھ دے۔ اس کے بعد جنازہ لا کر مردے کو سرہانے کی طرف سے اٹھا کر جنازہ میں رکھے اور قبرستان کی طرف لے جاوے۔

جنازہ تیز قدم لے جانا مسنون ہے لیکن اتنا تیز نہ چلے کہ جنازہ حرکت کرنے لگے۔

جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے، جنازہ لے جاتے وقت دعا یا ذکر بلند آواز سے نہ پڑھے اور آہستہ بھی کوئی ذکر ثابت نہیں اگر آہستہ کچھ پڑھے اور جنازہ لے جانے کی سنت نہ سمجھے تو پڑھ سکتے ہیں۔ (تحفہ خواتین، بہشتی زیور)

جنازہ کی نماز کا مسنون طریقہ

جنازہ کی نماز میں دو فرض ہیں۔

(۱) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا (۲) چار مرتبہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا

☆ پہلے اس طرح نیت کرے کہ جنازہ کی نماز کا ارادہ کرتا ہوں جو اللہ کی نماز ہے اور میت کے لئے دعا ہے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اس امام کے پیچھے اللہ کے واسطے۔

☆ جب امام پہلی تکبیر کہے تو تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لے اور اس طرح ثناء پڑھے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَ جَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

☆ جب امام دوسری تکبیر کہے تو ہاتھ نہ اٹھائے بلکہ تکبیر کہہ کر درود ابراہیم جو نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ پڑھے۔ ☆ جب تیسری تکبیر امام کہے تو تکبیر کہہ کر میت کی دعا پڑھے۔

میت بالغ ہو تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ

مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ.

میت نابالغ بچہ ہو تو یہ دعا پڑھیے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا.

میت نابالغ بچی ہو تو یہ دعا پڑھیے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً.

جب چوتھی تکبیر کہے تو خود بھی تکبیر کہے اور جب امام سلام پھیرے تو خود بھی سلام پھیر دے۔

☆ جب بھی قبرستان میں داخل ہو جب یہ دعا پڑھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ.

☆ جب میت کو قبر میں اتارے تب یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ.

☆ جب قبر میں مٹی ڈالے تو مٹی دونوں ہاتھوں میں بھر کر تین مرتبہ ڈالے جب پہلی مرتبہ ڈالے تو پڑھے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ. جب دوسری مرتبہ ڈالے تو پڑھے، وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری مرتبہ میں پڑھے، وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ (حصن حصین)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جنازے میں حاضر ہوتا ہے اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو شخص دفن سے فراغت تک جنازہ کے ساتھ رہتا ہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے۔

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ دو قیراط کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: (دو قیراط) دو بڑے پہاڑوں کے برابر ہے۔ (مسلم شریف) ☆ دفن کے بعد سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک اور آخری رکوع آمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک پڑھا جائے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

میں اسی لیئے مجاہد میں اسی لیئے نمازی

مسنون دعائیں

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد پڑھنے کی دعا

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ. سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ. سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ. سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّوْحِ.

تکبیر تشریق

اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

استخارہ کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (اس جگہ اپنے مطلب کا خیال کرے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (اس جگہ اپنے مطلب کا خیال کرے) شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ فَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ.

دعائے صلٰوۃ الحاجۃ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

اگر صبح کو پڑھے تو شام تک اور شام کو پڑھے تو صبح تک کوئی مصیبت نہیں پہنچتی

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ. مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ.

روزہ کی نیت

اَللّٰهُمَّ اَصُوْمُ غَدًا لَكَ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ.

افطار کی دعا

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ.

جب کسی کے یہاں افطار کرے

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ.

جب نیا پھل سامنے آئے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا
وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا

آئینہ دیکھتے وقت

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ.

جب کپڑا پہنے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ

جب نیا کپڑا پہنے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ

جب چاند دیکھے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ ھٰذَا الْغَاسِقِ

جب نیا چاند دیکھے

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ۔

وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ۔

جب بازار جائے

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا فِیْھَا۔ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُصِیْبَ فِیْھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً اَوْ صَفْقَۃً خَاسِرَۃً۔

جب بازار میں قدم رکھے

اس وقت چوتھا کلمہ پڑھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بازار میں قدم رکھتے ہوئے یہ کلمات (چوتھا کلمہ) پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اس کی دس لاکھ خطائیں مٹا دیتے ہیں اور دس لاکھ درجے اس کے لئے بلند کر دیتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

جب خرید و فروخت کرے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ صَفْقَۃٍ خَاسِرَۃٍ وَّیَمِیْنٍ فَاجِرَۃٍ۔

کسی کو ہنستا ہوا دیکھے

اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ

☆

کسی کو اچھی حالت میں دیکھے

مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

کسی کو مصیبت یا پریشانی میں دیکھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ

عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً

جب کوئی مصیبت پہنچے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْلِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔

کسی خاص گروہ کے خوف کے وقت

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ

اگر دشمن گھیر لے۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا

جب کوئی پریشانی ہو۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

پہلی رات کی دعا

جب پہلی مرتبہ بیوی کے پاس جائے تو اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِھَا وَخَیْرِ مَاجَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَاجَبَلْتَھَا عَلَیْہِ

جب ہمبستری کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

جب انزال ہو تو دل میں پڑھے

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ نَصِیْبًا

☆

پانچ کلمے ترجمے کے ساتھ

پہلا کلمہ طیبہ : لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

دوسرا کلمہ شہادت : اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (ترجمہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تیسرا کلمہ تمجید : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. (ترجمہ) پاک ہے اللہ تعالیٰ، تمام تعریف اللہ جل شانہ کے لئے ہے، اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیک کام کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو بلند اور عظمت والا ہے۔

چوتھا کلمہ توحید : لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے، اور اسی کے لئے تمام تعریف ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پانچواں کلمہ رد کفر : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَاۤ اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْمَعَاصِيْ كُلِّهَا اَسْلَمْتُ وَاٰمَنْتُ وَاَقُوْلُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(ترجمہ) اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں، اس بات سے کہ تیرے ساتھ کسی چیز کو جان بوجھ کر تیرا شریک بناؤں، اور میں تجھ سے اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں، جس کا مجھے علم نہیں ہے، توبہ کی میں

نے اور بیزار ہوا میں کفر اور شرک سے اور تمام گناہوں سے، اسلام لایا میں اور ایمان لایا میں اور کہتا ہوں میں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ایمانِ مجمل: آمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ۔

(ترجمہ) میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفاتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کئے۔

ایمانِ مفصل: آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ (ترجمہ) ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اچھی اور بری تقدیر پر جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر۔

متفرقات

اسلامی مہینوں کے نام

(۱) محرم الحرام (۲) صفر المظفر (۳) ربیع الاول (۴) ربیع الآخر
(۵) جمادی الاولیٰ (۶) جمادی الآخر (۷) رجب المرجب (۸) شعبان المعظم
(۹) رمضان المبارک (۱۰) شوال المکرم (۱۱) ذی القعدۃ الحرام (۱۲) ذی الحجہ الحرام

ہفتے کے سات دن سات

(۱) جمعہ (۲) سنیچر (۳) اتوار (۴) پیر (۵) منگل (۶) بدھ (۷) جمعرات۔

چار مشہور آسمانی کتابیں

(۱) زبور : جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی۔ (۲) توراۃ : جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔
(۳) انجیل : جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ (۴) قرآن مجید : جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

چار مشہور فرشتے

(۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام جو خدا کا پیغام پیغمبروں کے پاس لاتے تھے۔

(۲) حضرت عزرائیل علیہ السلام جو مخلوق کی جان نکالنے پر مامور ہیں۔

(۳) حضرت میکائیل علیہ السلام جو مخلوق کی روزی پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں۔

(۴) حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور پھونکنے پر مقرر ہیں۔

خلفائے اربعہ

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فقہ کے چار مشہور امام

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات

(۱) حضرت خدیجہؓ (۲) حضرت سودہ بنت زمعہؓ (۳) حضرت عائشہؓ (۴) حضرت حفصہؓ

(۵) حضرت زینب بنت خزیمہؓ (۶) حضرت میمونہ بنت حارثؓ۔ (۷) حضرت ام سلمہؓ

(۸) حضرت جویریہ بنت حارثؓ (۹) حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیانؓ (۱۰) حضرت صفیہ بنت حیؓ

(۱۱) حضرت زینب بنت جحشؓ۔

آپ ﷺ کے تین صاحب زادے

(۱) حضرت قاسمؓ (۲) حضرت عبداللہؓ (۳) حضرت ابراہیمؓ

آپ ﷺ کی چار صاحب زادیاں

(۱) حضرت زینبؓ (۲) حضرت رقیہؓ (۳) حضرت ام کلثومؓ (۴) حضرت فاطمہؓ

آپ ﷺ کے چچا

(۱) حضرت حمزہؓ (۱) حضرت عباسؓ (۱) حضرت ابو طالب (۱) ابولہب (۱) عبدالعزیٰ

(۱) زبیر (۱) حارث (۱) مقوم (۱) زرار (۱) مغیرہ (جحوذیل)۔

آپ ﷺ کی پھوپھیاں

(۱) حضرت صفیہؓ (۱) حضرت اروٰیؓ (۱) حضرت آتکہؓ (۱) ام حکیم (۱) برہ (۱) امیمہ

مقام پر واپسی

محترم بزرگو دوستو عزیزو اللہ کے راستے میں نکل کر ہم نے دین سیکھا اور دین کا کام سیکھا روزانہ ہم نے گشت کئے، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین اور پانچوں نمازوں کا اہتمام کیا قرآن پاک کی خوب تلاوت کی تسبیحات کی پابندی کی ہمیں ابھی گھر جانا اچھا بھی نہیں لگتا لیکن گھر کے بھی تقاضے ہیں اس لئے جانا پڑتا ہے، اللہ ہمارے اس نکلنے کو بے انتہا قبول فرمائے آمین، گھر کے تقاضے پورے کرنے اور اللہ کے راستے میں پھر سے نکلنے کی تیاری کے لئے گھر پر جارہے ہیں اس نیت سے ہمیں گھر جانا ہے۔ ہم نے اللہ کے راستے میں نکل کر جو دین کا اور دعوت کا کام سیکھا ہے اسی کام کو مقام پر جا کر بھی کرنا ہے۔ یہ جہاد اصغر تھا، اب ہم جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ یہاں پر ہم فارغ تھے اسی کام کے لئے، لیکن مقام پر جائیں گے تو وہاں پر بہت سے تقاضے ہوں گے اور اس کے ساتھ ساتھ دعوت کے کام کا بھی تقاضہ ہوگا، سب تقاضوں کے ساتھ ساتھ دعوت کا تقاضہ بھی پورا کرنا یہ ہے جہاد اکبر۔ اللہ ہم سب کو موت تک استقامت کے ساتھ اس کام میں جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہاں سے جب جائیں تو سب سے پہلے ساتھیوں میں جو کچھ بھی ان بن ہوگئی ہو

معاف کرواتے ہوئے صلح صفائی کراتے ہوئے نکلے کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں اگر ہمارے ذمے کسی کا کوئی حق رہ گیا تو اللہ کے یہاں بڑی پکڑ ہوگی اور یہ چوتھی صفت اکرام مسلم کی مشق بھی ہے۔ گھر جانے سے پہلے اپنے آنے کی خبر کردیں اپنی بستی میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ جب بستی میں پہنچے تو سب سے پہلے محلے کی مسجد میں جائے اور وضو کرکے تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز پڑھے اس کے بعد صلوۃ شکرانہ کی دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے ہی ہمیں اس کے راستے میں نکلنے کی توفیق عطا فرمائی اور وقت بھی صحیح لگوایا اور پورا بھی کروایا اور دین کی سمجھ بھی عطا فرمائی۔ اپنے لئے اپنے گھر والوں کے لئے ہدایت کی اور استقامت کے ساتھ اس کام میں موت تک جڑے رہنے کی دعا کرے۔ اس کے بعد ساتھی ملنے آئے ہوں تو ان سے ملے اس کے بعد اپنے گھر جائے۔ جب بھی سفر سے اپنے گھر پہنچے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا عَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا اس کے بعد سلام کرے چاہے گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو پھر درود شریف پڑھے اس کے بعد سورۂ اخلاص پڑھے اس سے گھر میں خیر و برکت ہوگی۔

جب ہم مقام پر جائیں گے تو تمام لوگوں کی نظریں ہمارے اوپر ہوگی جس طرح نئی دلہن کو لوگ دیکھتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں جاکر آیا ہے، نماز کس طرح پڑھ رہا ہے، تلاوت کتنی کرتا ہے، اخلاق اور معاملات میں کیا فرق آیا ہے، اس لئے یہاں سے جاکر ہم کو پانچوں نمازوں کو اپنے وقت پر تکبیر اولی کے ساتھ صف اول میں پڑھنا ہے، قرآن پاک کی تلاوت، تسبیحات کی پابندی اور موقع محل کی دعاؤں کا اہتمام اور مقامی پانچ کام میں پابندی سے جڑنا ہے۔ معاملات کی صفائی اور اخلاق سے پیش آنا یہی اصل دین ہے یہاں پر ہم نے اس کی مشق کی ہے اب مقام پر جاکر لوگوں کے لئے ہمیں نمونہ بننا ہے کہ ہمارا عمل ہی دعوت ہے تاکہ لوگ ہمیں دیکھ کر اللہ کے راستے میں نکلنے والے بنیں۔

اس راستے میں نکلنے سے پہلے ہم نمازوں میں سستی کرتے تھے، تلاوت اور تسبیحات کی پابندی نہیں تھی، بیوی بچوں اور پڑوسیوں کے حقوق میں کوتاہی کرتے تھے، ماں باپ کو ستاتے تھے وغیرہ بری عادتیں ہمارے اندر تھی، اللہ کے راستے میں نکلے تو اللہ نے ہمیں صحیح راستہ بتایا، اور اب مقام پر جا کر صحیح عمل کر رہے ہیں تو زبان سے اگر دعوت نہیں دے سکے تو بھی عمل سے لوگوں کو دعوت ملے گی، لوگ خود بھی اللہ کے راستے میں نکلیں گے اور اپنے گھر والوں کو بھی اللہ کے راستے میں بھیجیں گے، اور اگر خدانخواستہ ہم نے کوتاہی کی تو ہمیں بھی نقصان ہوگا اور اوروں کو بھی نقصان ہوگا، اسلئے پہلے دن ہی سے مسجد وار جماعت کے ساتھ جڑتا ہے اور مقامی پانچ کام کرتے ہوئے جو بھی تقاضے ہم پر آئے اس پر لبیک کہتا ہے۔

یہ نہیں کہ اللہ کے راستے میں نکل کر صحیح دین سیکھا صحیح قرآن سیکھا تو مقام پر جا کر دوسروں کی غلطیاں نکالنے لگ جاؤ، اللہ نے یہ سب اس لئے نہیں سکھایا کہ سپر ویژن کرنے لگ جاؤ بلکہ کام کرنے کے لئے سکھایا ہے اس لئے اگر کسی سے کوئی غلطی ہو بھی جائے تو موقع محل دیکھ کر پیار اور محبت سے آہستہ سے ان کو بتایا جائے ورنہ ہمیں تو اپنی غلطیوں کو دیکھنا ہے، دوسروں کی غلطیوں پر انگلی نہیں اٹھانا ہے، اس سے تو توڑ پیدا ہوگا ہمیں تو سب کو جوڑنا ہے، جسکو جوڑنے اور جڑنے آگیا اور معاف کرنے اور معافی مانگنے آگیا وہ اس کام کو کر سکتا ہے۔

اس لئے سب سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر ہو کر اپنے اندر کیا کیا کمیاں ہیں، اس کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، دوسروں کی اصلاح کی فکر میں نہ پڑے، اپنے آپ کو اصولوں کا پابند بنائے دوسروں کو اصولوں پر چلانے کی فکر میں نہ پڑے، اصول اپنے لئے ہیں دوسروں کے لئے ترغیب ہے، دوسروں کا اکرام اور خدمت کرے، خدمت لینے کی فکر میں نہ پڑے، اس طریقے پر جو ساتھی کام کرے گا وہ آگے بڑھے گا اور جڑے گا، اور جو داعی اس کام میں جم گیا اللہ جل شانہ اسے دنیا

میں پانچ انعام دیں گے۔(۱)ہر ایک کا محبوب ہوگا (۲)ہر ایک چیز میں برکت ہوگی (۳)دعاؤں سے کام بنیں گے (۴)اللہ والوں کی دعاؤں میں حصہ ملے گا (۵)آگے کی نسلوں میں دین چلے گا۔

داعی میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے

(۱)پہاڑ جیسی استقامت۔ (۲)زمین جیسی نرمی۔ (۳)آفتاب جیسے انوار۔
(۴)تاجر جیسا مزاج۔ (۵)کسان جیسی محنت۔ (۶)بارش جیسی سخاوت۔
(۷)ساحل جیسی عاجزی۔ (۸)آسمان جیسی وسعت۔ (۹)سمندر جیسی ہمت۔

اس کام میں وہ جمیگا

☆جو اس کام کو یقین کے ساتھ کرے گا۔ ☆جو روزانہ دعوت دے گا۔☆جو ماحول میں رہے گا۔
☆جو امیر کی اطاعت کے ساتھ چلے گا۔ ☆جو سب کی اچھائیاں دیکھے گا۔☆جو تواضع کے ساتھ چلے گا۔ ☆جو ندامت توبہ اور استغفار کے ساتھ چلے گا۔ ☆جو دوسروں کی غلطی اپنے سر لے گا ☆جو دوسروں کی غلط بات کی اچھی تاویل کرے گا☆جو استقامت کی دعا کرتے ہوئے چلے گا ☆جو اللہ سے ڈرتے ہوئے چلے گا۔☆جو خلوص سے قربانی دے گا۔☆جو امت کا غم لیکر چلے گا۔

اس کام سے وہ کٹیگا

☆ جو اس میں رخنہ ڈالے گا۔ ☆ جو کسی کے عیب دیکھے گا۔ ☆ جو تکبر کے ساتھ چلے گا۔
☆ جو غلطیوں کو دوسروں کے سر ڈالے گا۔ ☆ جو ہر بات کا الٹا مطلب نکالے گا۔ ☆ جو یہ سمجھے گا کہ کام میری وجہ سے ہو رہا ہے۔ ☆ جو اغراض،غیبت،تنقید،بدنظری اور شہوت کے ساتھ چلے گا۔ ☆ اور استقامت کے جو اسباب بتائے گئے ہیں اس کے خلاف جو چلے گا۔

(یہ تینوں باتیں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کی ہے)

☆

داعی کی آٹھ صفات

(۱) امت کے ساتھ محبت کا ہونا (۲) اپنی اصلاح کی نیت سے دعوت دینا (۳) جان، مال اور وقت کی قربانی کا جذبہ ہونا (۴) تکبر اور بڑائی کے بجائے عاجزی اور انکساری کا ہونا (۵) کامیابی ملنے پر اللہ کی مدد سمجھنا (۶) لوگوں کے نہ ماننے پر ناامید نہ ہونا (۷) لوگوں کے تکلیف دینے پر صبر کرنا (۸) ہر نیک عمل کے آخر میں استغفار کرنا۔ (آل عمران)

اس سے جوڑ پیدا ہوگا (حدیث نبوی)

(۱) جو تم سے تعلقات توڑے اس سے تعلقات جوڑو (۲) جو تمہارا حق مارے اسے عطا کرو (۳) جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو (۴) جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

یہ کام کرو

(حضرت مولانا فاروق صاحب)

☆ سلام کا رواج ڈالو ☆ سب کا اکرام کرو ☆ ہدیے کا رواج ڈالو ☆ پیٹھ پیچھے تعریف کرو ☆ سب کی حوصلہ افزائی کرو ☆ تنہائی میں اپنے بھائی کا نام لیکر دعا کرو۔

یہ کام نہ کرو

☆ طعنہ کسی کو نہ دو ☆ غیبت کسی کی نہ کرو ☆ کسی کا عیب نہ نکالو ☆ من مانی نہ کرو ☆ کسی کو حقیر نہ سمجھو ☆ نکتہ چینی نہ کرو ☆ کسی کا مقابلہ نہ کرو ☆ پلٹ کر جواب نہ دو ☆ بحث و مباحثہ نہ کرو ☆ کسی کو نیچا نہ دکھاؤ۔

داعی کی آٹھ صفات

(۱) امت کے ساتھ محبت کا ہونا (۲) اپنی اصلاح کی نیت سے دعوت دینا (۳) جان و مال اور

وقت کی قربانی کا جذبہ ہونا (۴) تکبر اور بڑائی کے بجائے عاجزی اور انکساری ہونا (۵) کامیابی ملنے پر اللہ کی مدد سمجھنا (۶) لوگوں کے نہ ماننے پر ناامید نہ ہونا (۷) لوگوں کے تکلیف دینے پر صبر کرنا (۸) ہر نیک عمل کے آخر میں استغفار کرنا۔

داعی کے فضائل

- ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن ایسے ہوں گے جن کو قیامت کا خوف دامن گیر نہ ہوگا، نہ ان کو حساب کتاب دینا ہوگا ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہو صرف اللہ کے لئے۔ (طبرانی شریف)
- ایک موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سارے مدینہ والوں کی دعوت رکھی تھی آپ ﷺ نے جاتے جاتے مسجد نبوی میں ایک صحابی کو دیکھا جو کچھ سوچ رہے تھے آپ ﷺ بڑے حیران ہوئے اور پوچھا کیا سوچ رہے ہو؟ کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میرے والدین کس طرح کلمہ پڑھ کر جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ یہ سننا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر عبدالرحمٰن سارے مدینہ والوں کی دعوت کردے تو تیری سوچ (کے ثواب) تک نہیں پہنچ سکتا
- حضرت موسیٰ نے اللہ سے پوچھا کہ اے اللہ! آپ داعی کو جنت میں کیا دیں گے؟ تو فرمایا کہ موسیٰ میں داعی کو اس کے ایک ایک بول پر ایک سال کی عبادت کا ثواب دوں گا۔ (کیمیائے سعادت)
- جو شخص اللہ کے راستے میں اپنی جان کے ذریعے جہاد کرے تو اسے ہر درہم کے بدلے میں سات لاکھ کے بقدر اجر ملے گا پھر آپ ﷺ نے اپنی بات کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اجر کو بڑھا دیتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ)
- حضرت سہل بن معاذؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں نماز، روزہ اور اللہ کا ذکر، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے مقابلے میں سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

(سات لاکھ کو سات سو سے ضرب دیجئے ۴۹ کروڑ بنتے ہیں۔)

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتاؤں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید لیکن ان کو اللہ کے یہاں اتنا اونچا مقام ملے گا کہ قیامت کے دن نبی اور شہید بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے، اور وہ نور کے خاص منبروں پر ہوں گے، اور پہچانے جائیں گے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے آپﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے ہیں اور اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کے خیر خواہ بن کر زمین پر پھرتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ)

☆ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے مال میں سے کچھ خرچ کروں تو مجھے اللہ کے راستے میں جانے کا ثواب ملے گا؟ حضورﷺ نے پوچھا تیرے پاس کتنے پیسے ہیں؟ اس نے کہا میرے پاس چھ ہزار روپے ہیں تو آپﷺ نے فرمایا اگر تم سارا مال بھی خرچ کر دو تو اللہ کے راستے میں جو سو رہا ہے اس کی نیند کے ثواب کو بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ (علامات محبت)

☆ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے تیس غلام آزاد کئے ایک غلام آزاد کرے تو آدمی دوزخ سے نجات پاتا ہے، ایک آدمی حیران ہو کر ان کو دیکھنے لگا آپ نے اس کو دیکھ کر کہا میں نے جو ابھی تیس غلام آزاد کئے ہیں ان سے بڑا عمل بتاؤں؟ کہا ضرور بتایئے۔ آپؓ نے فرمایا: ایک آدمی اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر سوار جا رہا ہے اور لکڑی اس کے ہاتھ میں ہے تو چلتے چلتے لکڑی اس کے ہاتھ سے گر گئی اب نیچے اتر کر اس سوار کو لکڑی اٹھانے کی وجہ سے جو تکلیف ہوئی اس پر جو اجر ملے گا وہ تیس غلام آزاد کرنے سے زیادہ ہوگا۔ (علامات محبت)

☆ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت میں ایک حور ہے جس کا نام "لعبہ" ہے اس کی دائیں طرف ستر ہزار خادم چلتے ہیں اور بائیں طرف بھی ستر ہزار خادم چلتے ہیں۔ (یعنی وہ ایک لاکھ چالیس

ہزار خادموں کے درمیان شان و شوکت کے ساتھ چلتی ہے۔) اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اعلان کرتی ہے کہ بھلائیوں کو پھیلانے والے اور برائیوں کو مٹانے والے کہاں ہیں؟ اللہ نے میرا نکاح ان کے ساتھ کر دیا ہے جو دنیا میں بھلائیوں کو پھیلاتے ہیں اور برائیوں کو مٹاتے ہیں۔ (جنت کے حسین مناظر)

☆ حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں جنت الفردوس خاص اس شخص کے لئے ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔ اللہ نے جنت الفردوس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اس میں سو درجے ہیں اور دو دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کا فاصلہ ہے اس کو بنا کر اس پر مہر لگا دی، کسی نے نہیں دیکھا نہ نبی نے نہ فرشتوں نے، اللہ تعالیٰ دن میں پانچ مرتبہ اس کو کہتا ہے میرے دوستوں کے لئے خوشبودار ہو جا، خوبصورت ہو جا، پانچ دفعہ سجاتا ہے، پانچ مرتبہ خوشبو لگاتا ہے، پانچ مرتبہ خوبصورت بناتا ہے، اس کے محل کی ایک اینٹ سرخ یاقوت کی ہے، ایک اینٹ سبز زمرد کی ہے ایک اینٹ سفید موتی کی، کستوری اور مشک کا گارا بنایا، موتیوں کے پتھر بنائے اور اس کے راستے بنائے، چھوٹے چھوٹے ٹیلے بنائے، چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں، گھاس زعفران کا بنایا اور اپنے عرش کو چھت بنایا۔ اللہ نے جتنی مخلوقات بنائی اس میں عرش سب سے زیادہ خوبصورت مخلوق ہے تو اب اللہ کے راستے میں پھرنے والا ہر قدم جنت کے کتنے درجے طے کرتا ہوگا۔ (علامات محبت)

مسجدوں کو آباد کرنے والوں کے فضائل

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ بازار ہیں۔ (مسلم شریف)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبح شام مسجد جانا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے میں داخل ہے۔

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد ہر متقی کا گھر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ جس کا گھر مسجد ہو اسے راحت دوں گا، اس پر رحمت کروں گا، پل صراط کا راستہ آسان کردوں گا، اپنی رضا نصیب کروں گا اور جنت عطا کروں گا۔ (طبرانی شریف)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی کو بکثرت مسجد میں آنے والا دیکھو تو اسکے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔ (ترمذی شریف)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ بکثرت مسجدوں میں جمع رہتے ہیں وہ مسجدوں کے کھونٹے ہیں، فرشتے ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں اگر وہ مسجد میں موجود نہ ہوں تو فرشتے انکو تلاش کرتے ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں، اگر وہ کسی ضرورت کے لئے جائیں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

☆ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے آپ کے پڑوسی کون؟ ارشاد ہوگا مسجدوں کو آباد کرنے والے۔

☆ حضرت انسؓ حضور ﷺ سے حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت کرتے ہیں، آخری رات میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں۔ (درمنثور)

☆ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا، ایسے وقت میں سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے، ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو۔ (جامع الصغیر)

اس امت کی خاص صفات

اَخَذَ الْاَلْوَاح کے متعلق حضرت قتادہ فرماتے ہیں

☆ حضرت موسیٰ نے کہا یارب ! میں الواح میں لکھا پاتا ہوں کہ ایک بہترین امت ہوگی جو ہمیشہ اچھی باتوں کو سکھاتی رہے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی اے اللہ ! وہ میری امت ہو تو اللہ نے فرمایا موسیٰ ! وہ تو احمد ﷺ کی امت ہوگی۔

☆ پھر کہا یارب ! ان الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخر میں پیدا ہوگی لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی اے خدا ! وہ میری امت ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وہ احمد ﷺ کی امت ہے۔

☆ پھر کہا یارب ! اس امت کا قرآن ان کے سینوں میں ہوگا دل میں دیکھ کر پڑھتے ہوں گے حالانکہ ان سے پہلے سب ہی لوگ اپنے قرآن پر نظر ڈال کر پڑھتے ہیں حتیٰ کہ ان کا قرآن اگر اٹھا لیا جائے تو پھر ان کو کچھ بھی یاد نہیں اور نہ وہ کچھ پہچان سکتے ہیں اللہ نے ان کو حفظ کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی امت کو نہیں دی گئی، یارب ! وہ میری امت ہو کہا اے موسیٰ ! وہ تو احمد ﷺ کی امت ہے۔

☆ پھر کہا یارب ! وہ امت تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی، وہ گمراہوں اور کافروں سے قتال کرے گی حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑیں گے الٰہی ! وہ میری امت ہو اللہ نے کہا اے موسیٰ ! یہ احمد ﷺ کی امت ہوگی۔

☆ پھر موسیٰ نے کہا یارب ! الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے کہ ان کے اپنے نذرانے اور صدقات خود آپس کے لوگ ہی کھالیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے تک کی امتوں کا یہ حال تھا کہ اگر وہ کوئی صدقہ یا نذر پیش کرتے اور وہ قبول ہو جاتی تو اللہ آگ بھیجے اور آگ اسے کھا

جاتی اور اگر قبول نہ ہوتی تو پھر بھی وہ اس کو نہ کھاتے بلکہ درندے اور پرندے آ کر کھا جاتے اور اللہ! ان کے صدقے ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے دیا یا رب! وہ میری امت ہو۔ اللہ نے فرمایا: وہ تو احمد ﷺ کی امت ہوگی۔

☆ وہ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے گی لیکن عمل میں نہ لا سکے گی پھر بھی ایک ثواب کی حقدار ہو جائے گی اور اگر عمل میں لائے گی تو دس حصے ثواب ملے گا بلکہ سات سو حصے تک، وہ میری امت ہو۔ اللہ نے فرمایا: وہ تو احمد ﷺ کی امت ہوگی۔

☆ وہ دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے اور انکی شفاعت بھی دوسروں کی طرف سے ہوگی اے اللہ! وہ میری امت ہو تو کہا نہیں یہ احمد ﷺ کی امت ہوگی۔

☆ قتادہؒ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے پھر الواح کو دیکھا اور کہا (ترجمہ) کاش میں محمد ﷺ کا صحابی ہوتا۔ (بکھرے موتی بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

ایمان کی نشانی

ایمان کا نور جب دل میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) دنیا سے بے رغبتی (۲) آخرت کی رغبت (۳) موت کی فکر اور اسکی تیاری میں لگ جانا۔ (علامات محبت)

حلاوت ایمانی کی پانچ علامات

(۱) عبادت میں لذت ملتی ہے۔ (۲) تمام خواہشات پر طاعت کو ترجیح دیتا ہے (۳) اپنے رب کو راضی کرنے میں ہر تکلیف کو برداشت کرتا ہے (۴) ہر مصیبت میں صبر و رضا کا گھونٹ پی لیتا ہے (۵) ہر حال میں مولا کی قضا پر راضی ہوتا ہے۔ (مرقاۃ)

ایمان پر خاتمہ کے لئے سات نسخے

(۱) ہر وضو کے وقت مسواک کرنا (۲) اذان کے بعد کی دعا پڑھنا (۳) بدنظری سے بچنا (۴)

اللہ والوں سے محبت رکھنا (۵) ایمان کی دولت جو ہمیں ملی ہے اس کا شکر ادا کرتے رہنا (۶) ہر نماز کے بعد رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً. اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ پڑھنا (۷) کثرت سے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ پڑھتے رہنا۔ (مشکوۃ شریف ، بخاری شریف)

نمازیوں کے پانچ درجے

حضرت ابن قیومؒ نے نمازیوں کے پانچ درجے بتائے ہیں

(۱) پہلا درجہ سست، کبھی پڑھی کبھی چھوڑ دی یہ جہنم میں جائے گا۔

(۲) دوسرا درجہ باقاعدہ پڑھنے والا لیکن اپنے دھیان میں پڑھتا ہے کبھی اللہ کا دھیان نہیں آیا اس کی ڈانٹ ڈپٹ ہوگی۔

(۳) تیسرا درجہ باقاعدہ پڑھنے والا اور کوشش کرتا ہے لیکن دھیان نہیں جمتا۔ کبھی دھیان آتا ہے کبھی نکل جاتا ہے، یہ رعایتی نمبروں سے پاس ہو جائے گا کہ اس نے کوشش تو کی ہے۔

(۴) چوتھا درجہ محمود ہے، اللہ اکبر کہتا ہے تو دنیا سے کٹ جاتا ہے اور اللہ سے جڑتا ہے، یہ جو سلام پھیرتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ جب آدمی اللہ اکبر کہتا ہے تو وہ زمین سے اٹھ جاتا ہے اور آسمان میں داخل ہو جاتا ہے، جب نماز ختم ہوتی ہے تو وہ واپس آیا، تو اِدھر والوں کو بھی سلام کرتا ہے اور اُدھر والوں کو بھی سلام کرتا ہے، یہاں سے نماز کا اجر شروع ہوتا ہے۔

(۵) پانچواں درجہ وہ ہے جو مقربین کی نماز ہے، یہ انبیاء اور صدیقین کی نماز ہے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز بن جاتی ہے۔ (مولانا طارق جمیل صاحب)

☆ بعض صحابہؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں لوگ اس صورت پر اٹھیں گے جو صورت ان کی نماز میں ہوگی یعنی نماز میں جس قدر اطمینان اور سکون ہوگا قیامت کے دن اسی قدر اطمینان اور سکون ان

کو حاصل ہوگا۔ (احیاء العلوم)

- جس نے فجر کی نماز چھوڑ دی اس کے چہرے سے نور ہٹا دیا جاتا ہے۔
- جس نے ظہر کی نماز چھوڑ دی اس کے رزق سے برکت ختم کر دی جاتی ہے۔
- جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے بدن سے طاقت ختم کر دی جاتی ہے۔
- جس نے مغرب کی نماز چھوڑ دی اس کی اولاد سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔
- جس نے عشاء کی نماز چھوڑ دی اس کی نیند سے راحت ختم کر دی جاتی ہے۔

☆ حقیقی علم وہ ہے جو حضور ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے اور قبر سے لے کر آگے جو بھی مراحل آئیں گے وہاں اسی کے بارے میں سوال کیا جائے گا باقی جو کچھ ہے وہ صرف معلومات اور تجربات ہیں جو صرف قبر تک ساتھ دیں گے۔

☆ علم کی غایت تحقیق حق ہے، علم و ذکر اس لئے ہے کہ حق کی تحقیق کی جائے، اللہ کا کیا حق ہے؟ نبی کا کیا حق ہے؟ اور اس کے بندوں کا حق کیا ہے؟! اگر معلوم کیا تو جاننے والے بنیں گے اور دھیان ہوگا تو پھر اس کو ماننے والے بنیں گے، ذکر دھیان کو کہتے ہیں۔

☆ انسانی بدن کے اوپر کا حصہ در حقیقت علماء کی بستی ہے اسلئے کہ کان، آنکھ اور زبان سب کا کام علم کی ترجمانی ہے تو اوپر گویہ علماء آباد ہے اور نچلے حصہ میں عاملین یعنی عمل کرنے والے افراد کی بستی ہے یعنی اوپر علم اور نیچے عمل ہے، بیچ میں درمیانی کڑی گردن ہے اسلئے جب جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو اسکی گردن کاٹی جاتی ہے جس میں حکمت یہ ہے کہ اس کے علم اور عمل میں جدائی ہو جائے، جو موت سے تعبیر ہے اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ زندگی کی روح در حقیقت علم و عمل کا جوڑ ہے اگر عمل علم سے منقطع ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ موت طاری ہوگئی اس لئے علم و عمل کا ربط حیاۃ اور زندگی کے لئے لازم ہے۔

آدمی چار طرح کے ہیں

خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں کہ آدمی چار طرح کے ہیں۔ (۱) ایک وہ شخص جو حقیقت میں جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں یہ شخص عالم ہے اس کا اتباع کرو۔ (۲) دوسرا شخص وہ ہے جو جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ میں جانتا ہوں، یہ شخص سو رہا ہے اسے جگا دو (۳) تیسرا وہ شخص ہے جو نہیں جانتا، اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں، یہ شخص ہدایت کا محتاج ہے اس کی رہنمائی کرو۔ (۴) چوتھا وہ شخص ہے جو نہیں جانتا، اور یہ بھی نہیں جانتا کہ میں نہیں جانتا ہوں، یہ شخص جاہل ہے، اس کے قریب مت آؤ۔ (احیاء العلوم)

ایک اہم خط

ایمان باللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب العزت نے انسانوں کی تمام کامیابیوں کا دارومدار انسان کے اندرونی مایہ پر رکھا ہے، کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کے حال کا نام ہے باہر کی چیزوں کے نقشے کا نام کامیابی و ناکامی نہیں، عزت و ذلت، آرام و تکلیف، سکون و پریشانی، صحت و بیماری، انسان کے اندر کے حالات کا نام ہے ان حالات کے بننے یا بگڑنے کا باہر کے نقشوں سے تعلق بھی نہیں۔ اللہ جل شانہ ملک و مال کے ساتھ انسان کو ذلیل کر کے دکھا دیں اور فقر کے نقشے میں عزت دے کر دکھا دیں، انسان کے اندر کی مایہ اس کا یقین اور اس کے اعمال ہیں، اس لئے انسان کے اندر کا یقین اور اندر سے نکلنے والے اعمال اگر ٹھیک ہو گئے تو اللہ جل شانہ اندر کامیابی کی حالت پیدا فرما دیں گے، خواہ چیزوں کا نقشہ کتنا ہی پست ہو۔

اللہ جل شانہ تمام کائنات کے ہر ذرے اور فرد کے مالک ہیں، ہر چیز کو اپنی قدرت سے

بنایا ہے، سب کچھ ان کے بنانے سے بنا ہے وہ بنانے والے ہیں خود بے نفس اور جو بنا ہوا ہے اس سے کچھ بنتا نہیں، جو کچھ قدرت سے بنا ہے وہ قدرت کے ماتحت ہے، ہر چیز پر ان کا قبضہ ہے، وہ ہی ہر چیز کو استعمال فرماتے ہیں وہ اپنی قدرت سے ان چیزوں کی شکلوں کو بھی بدل سکتے ہیں اور شکلوں کو قائم رکھ کر صفات کو بدل سکتے ہیں، لکڑی کو اژدہا بنا سکتے ہیں اور اژدہے کو لکڑی بنا سکتے ہیں، اسی طرح ہر شکل پر خواہ ملک کی ہو یا مال کی، برق کی ہو یا بھاپ کی، ان کا ہی قبضہ ہے اور وہ ہی تصرف فرماتے ہیں۔ جہاں سے انسان کو تعمیر نظر آتی ہے وہاں سے تخریب لا کر دکھا دیں اور جہاں سے تخریب نظر آتی ہے وہاں سے تعمیر لا کر دکھا دیں، تربیت کا نظام وہی چلاتے ہیں، ساری چیزوں کے بغیر ربیت پر ڈال کر پال دیں اور سارے ساز و سامان میں پرورش بگاڑ دیں۔

اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی قدرت سے براہ راست استفادہ ہو اس کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف سے طریقے لے کے آئے ہیں۔ جب ان کے طریقے زندگیوں میں آئیں گے تو اللہ جل شانہ ہر نقشے میں کامیابی دے کر دکھائیں گے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں اپنے یقین، اپنے جذبے اور اپنے طریقے بدلنے کا مطالبہ ہے، صرف یقین کی تبدیلی پر ہی اللہ پاک اس زمین و آسمان سے کئی گنا زیادہ بڑی جنت عطا فرمائیں گے، جن چیزوں میں سے یقین نکل کر اللہ کی ذات میں آئے گا، ان ساری چیزوں کو اللہ پاک مسخر فرما دیں گے۔ اس یقین کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ایک تو اس یقین کی دعوت دینی ہے، اللہ کی بڑائی سمجھانی ہے، ان کی ربوبیت سمجھانی ہے، ان کی قدرت سمجھانی ہے، انبیاء اور صحابہؓ کے واقعات سنانے ہیں، خود تنہائیوں میں بیٹھ کر سوچنا ہے، دل میں اسی یقین کو اتارنا ہے جس کی مجمع میں دعوت دی ہے یہی حق ہے اور پھر رو رو کر دعا مانگنی ہے کہ اے اللہ! مجھے اس یقین کی حقیقت سے نواز دے۔

نماز

اللہ جل شانہ کی قدرت سے براہ راست فائدے حاصل کرنے کے لئے نماز کا عمل دیا گیا ہے، سر سے لے کر پیر تک اللہ کی رضا والے مخصوص طریقے پر پابندیوں کے ساتھ اپنے کو استعمال کرو، آنکھوں کا، کانوں کا، ہاتھوں کا، زبان کا، پیروں کا استعمال ٹھیک ہو، دل میں اللہ کا دھیان ہو، اللہ کا خوف ہو، یقین ہو کہ نماز میں اللہ کے حکم کے مطابق میرا ہر استعمال تکبیر وتسبیح، رکوع وسجدہ ساری کائنات سے زیادہ انعامات دلانے والا ہے، اسی یقین کے ساتھ نماز پڑھ کر ہاتھ پھیلا کر مانگا جائے تو اللہ جل شانہ اپنی قدرت سے ہر ضرورت پوری کریں گے، ایسی نماز پر اللہ پاک گناہوں کو معاف بھی فرمادیں گے، رزق میں برکت بھی دیں گے، طاعت کی توفیق بھی ملے گی، ایسی نماز سیکھنے کے لئے دوسروں کو خشوع وخضوع والی نماز کی ترغیب ودعوت دی جائے، اس پر آخرت اور دنیا کے نفعے سمجھائے جائیں، حضور ﷺ اور حضرات صحابہ کی نماز کو سنانا، خود اپنی نماز کو اچھا کرنے کی مشق کرنا، اہتمام سے وضو کرنا، دھیان جمانا، قیام میں، قعدہ میں، رکوع میں، سجدے میں بھی دھیان کم از کم تین مرتبہ جمایا جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، نماز کے بعد سوچا جائے کہ اللہ کی شان کے مطابق نماز نہ ہوئی، اس پر رونا اور گڑگڑانا کہ اے اللہ! ہماری نماز میں حقیقت پیدا فرما۔

علم اور ذکر

علم سے مراد یہ ہے کہ ہم میں تحقیق کا جذبہ پیدا ہو جائے، میرے اللہ مجھ سے اس حال میں کیا چاہتے ہیں اور پھر اللہ کے دھیان کے ساتھ اپنے آپ کو اس عمل میں لگا دینا یہ ذکر ہے، جو آدمی دین سیکھنے کے لئے سفر کرتا ہے اس کا یہ سفر عبادت میں لکھا جاتا ہے، اس مقصد کے لئے چلنے والوں کے پیروں کے نیچے ستر ہزار فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں، زمین وآسمان کی ساری مخلوقات ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں، شیطان پر ایک عالم ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

دوسروں میں علم کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، فضائل سنائے جائیں، خود تعلیم کے حلقوں میں بیٹھا جائے، علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے اور رو رو کر مانگا جائے کہ اللہ جل شانہ علم کی حقیقت عطا فرما دیں۔

ہر عمل میں اللہ جل شانہ کا دھیان پیدا کرنے کے لیے اللہ کا ذکر ہے۔ جو آدمی اللہ جل شانہ کو یاد کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کو یاد فرماتے ہیں، جب تک آدمی کے ہونٹ اللہ کے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں اللہ جل شانہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں، اللہ پاک اپنی محبت و معرفت عطا فرماتے ہیں، اللہ کا ذکر شیطان سے حفاظت کا قلعہ ہے، خود اللہ جل شانہ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے دوسروں کو اللہ کے ذکر پر آمادہ کرنا، ترغیب دینا، خود دھیان جما کر کہ میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، ذکر کرنا اور رو رو کر دعا مانگنا کہ اے اللہ! مجھے ذکر کی حقیقت عطا فرما۔

اکرام مسلم

ہر مسلمان کا بحیثیت رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونے کے اکرام بھی کرنا ہے، ہر امتی کے آگے بچھ جانا، ہر شخص کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا، جو آدمی مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا اللہ جل شانہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ جب تک آدمی اپنے مسلمان بھائی کے کام میں لگا رہتا ہے اللہ جل شانہ اس کے کام میں لگے رہتے ہیں، جو اپنے حق کو معاف کر دے گا اللہ جل شانہ اس کو جنت کے بیچ میں محل عطا فرمائیں گے۔ جو اللہ کے لئے دوسروں سے آگے تذلل اختیار کرے گا اللہ جل شانہ اس کو رفعت و بلندی عطا فرمائیں گے۔

اس کے لیے دوسروں میں ترغیب کے ذریعہ اکرام مسلم کا شوق پیدا کرنا ہے، مسلمان کی قیمت بتانی ہے، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے اخلاق، ہمدردی اور ایثار کے واقعات سنانے ہیں۔ خود اس کی مشق کرنی ہے اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کی توفیق مانگنی ہے۔

اخلاص نیت

ہر عمل میں اللہ جل شانہ کی رضا کا جذبہ ہو، کسی عمل سے دنیا کی طلب یا اپنی حیثیت بنانا مقصود نہ ہو۔ اللہ کی رضا کے جذبے سے تھوڑا سا عمل بھی بہت انعامات دلوائے گا اور اس کے بغیر بہت بڑے بڑے عمل بھی گرفت کا سبب بنیں گے۔

اپنی نیت کو درست کرنے کے لئے دوسروں میں دعوت کے ذریعے صحیح نیت کا فکر و شوق پیدا کیا جائے، اپنے آپ پر عمل سے پہلے اور ہر عمل کے دوران نیت کو درست کرنے کی مشق کی جائے، میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے عمل کر رہا ہوں، اور عمل کی تکمیل پر اپنی نیت کو ناقص قرار دے کر توبہ و استغفار کیا جائے اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے اخلاص مانگا جائے۔

دعوت الی اللہ

آج امت میں کسی حد تک انفرادی اعمال کا رواج ہے گو ان کی حقیقت نکلی ہوئی ہے، حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت کے طفیل پوری امت کو دعوت والی محنت ملی تھی اس کے بندوں کا تعلق اللہ جل شانہ سے قائم ہو جائے اس کے لئے انبیاءؑ والے طرز پر اپنی جان و مال کو جھونک دینا اور جن میں محنت کر رہے ہیں ان سے کسی چیز کا طالب نہ بننا، اس کے لئے ہجرت بھی کرنا اور نصرت بھی کرنا، جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے آسمان والا ان پر رحم کرتا ہے، جو دوسروں کا تعلق اللہ جل شانہ سے جوڑنے کے لئے ایمان و عمل صالح کی محنت کریں گے۔ اللہ جل شانہ ان کو سب سے پہلے ایمان و عمل صالح کی حقیقتوں سے نواز کر اپنا تعلق عطا فرمائیں گے، اس راستے میں ایک صبح یا ایک شام کا نکلنا پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے (باعتبار اعمال کے بھی اور باعتبار چیزوں کے بھی) اس سب سے بہتر ہے اس راستے میں ہر مال کے خرچ اور اللہ کے ہر ذکر و تسبیح اور ہر نماز کا ثواب سات لاکھ گنا ہو جاتا ہے، اس راستے میں محنت کرنے والوں کی دعائیں بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کی دعاؤں کی طرح قبول

ہوتی ہیں یعنی جس طرح ان کی دعاؤں پر اللہ جل شانہ نے ظاہر کے خلاف اپنی قدرت کو استعمال فرما کر ان کو کامیاب فرمایا اور باطل خاکوں کو توڑ دیا، اسی طرح اس محنت کے کرنے والوں کی دعاؤں پر اللہ جل شانہ ظاہر کے خلاف اپنی قدرت کے مظاہرے فرمائیں گے اور اگر عالمی بنیاد پر محنت کی گئی تو تمام اہل عالم کے قلوب میں ان کی محنت کے اثر سے تبدیلیاں لائیں گے۔

دین کے دوسرے اعمال کی طرح ہمیں یہ محنت بھی کرنی نہیں آتی، دوسروں کو اس محنت کے لئے آمادہ کرنا ہے، اس کی اہمیت اور قیمت بتانی ہے، انبیاءؑ اور صحابہؓ کے واقعات سنانے ہیں، خود اپنے آپ کو قربانی کی شکلوں اور ہجرت و نصرت والے اعمال میں لگانا ہے۔ صحابہ کرامؓ ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلے ہیں، نکاح کے وقت اور رخصتی کے وقت، گھر میں ولادت کے موقع پر، سردی میں، گرمی میں، بھوک میں، فاقے میں، صحت میں، بیماری میں، قوت میں، ضعف میں، بڑھاپے میں بھی نکلے ہیں اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے مانگنا ہے کہ ہمیں اس عالی محنت کے لئے قبول فرمالے۔

مساجد کے اعمال

ان چیزوں سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے ہر شخص کو خواہ کسی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو چار ماہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اپنے مشاغل، ساز و سامان اور گھر بار سے نکل کر ان چیزوں کی دعوت دیتے ہوئے اور خود مشق کرتے ہوئے ملک بہ ملک اقلیم بہ اقلیم، قوم بہ قوم، قریہ بہ قریہ پھریں گے،

حضور اقدس ﷺ نے ہر امتی کو مسجد والا بنایا تھا، مسجد کے کچھ مخصوص اعمال دیئے تھے، ان اعمال سے مسلمانوں کی زندگی میں امتیاز تھا، مسجد میں اللہ کی بڑائی کی، ایمان کی اور آخرت کی باتیں ہوتی تھیں، اعمال سے زندگی بننے کی باتیں ہوتی تھیں، عملوں کے ٹھیک کرنے کے لئے تعلیمیں ہوتی تھیں، ایمان وعمل صالح کی دعوت کے لئے ملکوں اور علاقوں میں جانے کی تشکیلیں بھی مسجد سے ہی ہوتی تھیں، اللہ کے ذکر کی مجلسیں مسجدوں میں ہوتی تھیں، یہاں تعاون ایثار ہمدردیوں کے اعمال ہوتے تھے، ہر شخص

حاکم محکوم، مالدار غریب، تاجر، زارع، مزدور، مسجد میں آکر زندگی سیکھتا تھا اور باہر جاکر اپنے اپنے شعبہ میں مسجد والے تاثر سے چلتا تھا۔

آج ہم دھوکے میں پڑ گئے کہ ہمارے پیسے سے مسجد چلتی ہے، مسجدیں اعمال سے خالی ہو گئیں اور چیزوں سے بھر گئیں حضور ﷺ نے مسجد کو بازار والوں کے تابع نہیں کیا، حضور ﷺ کی مسجد میں نہ بجلی تھی، نہ پانی تھا، نہ غسل خانے تھے، خرچ کی کوئی شکل نہ تھی، مسجد میں داعی بنتا تھا، معلم اور متعلم بنتا تھا، ذاکر بنتا تھا، نمازی بنتا تھا، مطیع بنتا تھا، متقی زاہد بنتا تھا، خلیق بنتا تھا، باہر جاکر ٹھیک زندگی گزارتا تھا، مسجد بازار والوں کو چلاتی تھی، ان چار ماہ میں ہر جگہ جاکر مسجدوں میں ہر اتی کو لانے کی مشق کریں، مسجد والے اعمال کو سیکھتے ہوئے دوسروں کو یہ محنت سیکھنے کے لئے تین چلوں کے واسطے آمادہ کریں۔

واپسی

واپس اپنے مقام پر آکر اپنی بستی کی مسجد میں ان اعمال کو زندہ کرنا ہے، ہفتہ میں دو مرتبہ گشت کے ذریعہ بستی والوں کو جمع کر کے انہیں چیزوں کی طرف متوجہ کرنا اور مشق کے لئے فی گھر ایک فرد کو تین چلوں کے لئے باہر نکلنا ہے، ایک گشت اپنی مسجد کے ماحول میں اور دوسرا گشت دوسری مسجد کے ماحول میں کریں، ہر مسجد میں مقامی جماعت بھی بنائیں، ہر مسجد کے احباب روزانہ فضائل کی تعلیم کریں، اپنے شہر یا بستی کے قریب دیہات میں کام کی فضا بنے اس کے لئے ہر مسجد سے تین یوم کے لئے جماعتیں پانچ کوس کے علاقے میں جائیں، ہر مہینے میں تین یوم پابندی سے لگانے "اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا" کے مصداق تین دن پر تیس دن کا ثواب ملے گا، پورے سال ہر مہینے تین دن لگانے تو سارا سال اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔

اندرون ملک کے تقاضے پورے ہوتے رہیں اور اپنی مشق قائم رہے اور جاری رہے اس کے لئے ہر سال اہتمام سے چلہ لگایا جائے عمر میں کم از کم تین چلے، سال میں چلہ، مہینے میں تین

یوم، ہفتہ میں دو گشت روزانہ تعلیم، تسبیحات، تلاوت، یہ کم سے کم نصاب ہے کہ ہماری زندگی دین والی بنتی رہے، اگر ہم یوں چاہیں کہ ہم سب بلکہ پوری انسانیت اجتماعی طور پر پوری انسانیت کی زندگی کے صحیح رخ پر آنے اور باطل کے ٹوٹنے کا، تو اس کے لئے اس نصاب سے بھی آگے بڑھنا ہوگا، ہمارے وقت اور ہماری آمدنی کا نصف اللہ کی راہ میں لگے اور نصف کاروبار اور گھر کے مسائل میں یا کم از کم ایک تہائی وقت و آمدنی اللہ کی راہ میں اور دو تہائی اپنے مشاغل میں یعنی ہر سال چار ماہ کی ترتیب بنائی جائے، آپ حضرات عمر میں کم از کم تین چلوں کی دعوت خوب جم کر دیں، اس میں بالکل نہ گھبرائیں، اس کے بغیر زندگیوں کے رخ نہ بدلیں گے، جن احباب نے خود ابھی تین چلے نہ دیئے ہوں وہ بھی اس نیت سے خوب جم کر دعوت دیں کہ اللہ جل شانہ اس کے لئے ہمیں قبول فرمالے۔

گشت

گشت کا عمل اس کام میں ریڑھ کی ہڈی کی سی اہمیت رکھتا ہے، اگر یہ عمل صحیح ہوگا قبول ہوگا، دعوت قبول ہوگی، دعوت قبول ہوگی تو دعا قبول ہوگی، دعا قبول ہوگی تو ہدایت آئے گی، اور اگر گشت قبول نہ ہوا تو دعوت قبول نہ ہوگی، اور دعوت قبول نہ ہوگی تو دعا قبول نہ ہوگی، دعا قبول نہ ہوئی تو ہدایت نہیں آئے گی۔

گشت کا موضوع یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہماری دنیا اور آخرت کے مسائل کا حل حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر زندگی گزارنے میں رکھا ہے، ان کے طریقے ہماری زندگی میں آجائیں، اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے، اس محنت پر بستی والوں کو آمادہ کرنے کے لئے گشت کے لئے مسجد میں جمع کرنا ہے، نماز کے بعد اعلان کر کے لوگوں کو روکا جائے، اعلان کوئی بستی کا بااثر آدمی یا امام صاحب کریں تو زیادہ مناسب ہے، وہ ہم کو کہیں تو ہمارے ساتھی کر دیں۔ پھر گشت کی اہمیت، ضرورت اور قیمت بتائی جائے، اس کے لئے آمادہ کیا جائے جو تیار ہوں ان کو اچھی طرح آداب

سمجھاتیں، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلنا ہے، میں تھکا ہوں۔

ہمارے تمام مسائل کا تعلق اللہ جل شانہ کی ذات سے ہے، ان بازار میں پھیلی ہوئی چیزوں سے کسی مسئلہ کا تعلق نہیں، چیزوں پر نگاہ نہ پڑے دھیان نہ جائے اگر نگاہ پڑ جائے تو مٹی کے ڈھیلے معلوم ہوں، ہمارا دل اگر ان چیزوں کی طرف پھر گیا تو پھر ہم جن کے پاس جارہے ہیں ان کا دل ان چیزوں سے اللہ کی طرف کیسے پھرے گا۔ قبر کا داخلہ سامنے ہو۔ اسی زمین کے نیچے جانا ہے۔ مل جل کر چلیں، ایک آدمی بات کرے، کامیاب ہے وہ بات کرنے والا جو مختصر بات کرکے آدمی کو مسجد میں بھیج دے بھائی ہم مسلمان ہیں، ہم نے کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه پڑھا ہے، ہمارا یقین ہے اللہ پالنے والے ہیں، نفع ونقصان، عزت وذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے، اگر ہم اللہ کے حکم پر حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر زندگی گزاریں گے، اللہ راضی ہوکر ہماری زندگی بنادیں گے، ہم سب کی زندگی اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر آجائے اس کے لئے بھائی مسجد میں کچھ فکر کی بات ہورہی ہے۔

نماز پڑھ چکے ہوں تو بھی اٹھا کر مسجد میں بھیج دیں، ضرورت ہو تو آگے نماز کو بھی مسجد میں فوری جانے کا عنوان بنالیں، "اللہ کا سب سے بڑا حکم نماز ہے، نماز پڑھیں گے اللہ روزی میں برکت دیں گے، گناہوں کو معاف کردیں گے، دعاؤں کو قبول فرمالیں گے، بشارتیں سنائی جائیں وعیدیں نہیں، نماز کا وقت جارہا ہے مسجد میں چلئے۔

امیر کی اطاعت کرنی ہے، واپسی میں استغفار کرتے ہوئے آنا ہے، اب آداب کا مذاکرہ کرنے کے بعد دعا مانگ کر چل دیں، گشت میں دس آدمی جائیں، مسجد کے قریب مکانات پر گشت کرلیں، مکانات نہ ہوں تو بازار میں کرلیں، جماعت میں زیادہ آدمی ایسے ہوں جو گشت میں اصولوں کی پابندی کرلیں، مسجد میں دو تین آدمی چھوڑ دیں، نئے آدمی زیادہ تیار ہوجائیں تو ان کو بھی

سمجھا کر مسجد میں مشغول کردیں، نئے آدمی تین چار ساتھ ہوں، مسجد میں ایک ساتھی اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہو کر ذکر، دعا میں مشغول رہے، ایک آنے والوں کا استقبال کرے، ضرورت ہو تو وضو کروا کر نماز پڑھوا دے، اور ایک ساتھی آنے والوں کو نماز تک مشغول رکھے، اپنی زندگی کا مقصد سمجھائے۔ پونے گھنٹے گشت ہو، نماز سے سات آٹھ منٹ پہلے گشت ختم کر دیں، سب گشت والے ساتھ نماز میں شریک ہوں۔

جس ساتھی کے بارہ میں مشورہ ہو جائے وہ دعوت دے یہ سمجھائے کہ اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق قائم ہوا تو دنیا اور آخرت میں کیا نفع ہوگا، اور اگر اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق قائم نہ ہوا تو دنیا اور آخرت میں کیا نقصان ہوگا جیسے اس خط کے شروع میں چھ نمبروں کا تذکرہ کیا ہے اس طرز پر ہر نمبر کا مقصد اس کا نفع اور قیمت اور حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جائے، سادے انداز میں بیان ہو، اس سے انشاء اللہ مجمع کی سمجھ میں کام آئے گا اور اس کی ضرورت بھی محسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ ہم بھی سیکھ سکتے ہیں، ہمارے ساتھی بھی دعوت میں اہتمام سے جم کر بیٹھیں۔ متوجہ ہو کر محتاج بن کر سنیں، جو بات کہہ رہا ہے ہم اپنے دل میں کہیں کہ حق ہے اس سے دل میں ایمان کی لہریں اٹھیں گی اور عمل کا جذبہ بنے گا، تین چلوں کی بات جم کر رکھی جائے نقد نام لئے جائیں اس کے بعد چلوں کے لئے وقت لکھوائے جائیں اور پھر جو جس وقت کے لئے تیار ہو اس کو قبول کر لیا جائے، مطالبہ اور تشکیل کے وقت محنت، ساری دعوت کا مغز بنتا ہے، اگر مطالبوں پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی باتیں رہ جائیں گی اور قربانی وجود میں نہ آئے گی تو کام کی جان نکل جائے گی۔ دعوت دینے والا ہی مطالبہ کرے، ایک آدمی کھڑے ہو کر نام لکھے، نام لکھنے والا مستقل تقریر شروع نہ کرے، ایک دو جملے ترغیبی کہہ سکتا ہے پھر آپس میں ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کو کہا جائے، فکر کے ساتھ اپنے قریب بیٹھنے والوں کو تیار کریں، اعذار کا دلجوئی اور ترغیب کے ساتھ حل بتائیں،

نبیوں اور صحابہؓ کی قربانیوں کے قصوں کی طرف اشارے کریں اور پھر آمادہ کریں، آخر میں مقامی جماعت بنا کر ان کے بیٹھنے کے دو گشت، روزانہ تعلیم، تسبیحات، مہینے کے تین یوم وغیرہ کا نظم بنا کرائیں۔

دعوت میں انبیاءؑ اور صحابہؓ کے ساتھ اللہ جل شانہ نے جو مددیں فرمائی ہیں وہ تو بیان کی جائیں اور جو ہمارے ساتھ مددیں ہوئیں ان کو بیان نہ کیا جائے، دعوت میں قضاء عاضرہ کی باتیں نہ کی جائیں، امت میں جو ایمانی، عملی، اخلاقی کمزوریاں آگئیں ہیں ان کے تذکرے سے بہتر ہے کہ اصلی خوبیوں کی طرف یعنی جو بات پیدا ہونی چاہئے اس کی طرف متوجہ کریں۔

تعلیم

تعلیم میں دھیان، عظمت، محبت، ادب اور توجہ کے ساتھ بیٹھنے کی مشق کی جائے، سہارا نہ لگایا جائے، باوضو بیٹھنے کی کوشش ہو، طبیعت کے بہانوں کی وجہ سے تعلیم کے دوران نہ اٹھا جائے، باتیں نہ کی جائیں، اگر اس طرح بیٹھیں گے تو فرشتے اس مجلس کو ڈھانک لیں گے، اہل مجلس میں طاعت کا مادہ پیدا ہوگا، عظمت کی مشق سے حدیث پاک کا دولہ دل میں آئے گا جس پر عمل کی ہدایت ملتی ہے، بیٹھتے ہی آداب اور مقصد کی طرف متوجہ کیا جائے، مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر دین کی طلب پیدا ہو جائے، فضائل قرآن مجید پڑھ کر تھوڑی دیر کلام مجید کی ان سورتوں کی تجوید کی مشق کی جائے جو عموماً نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ التحیات، دعائے قنوت وغیرہ کا مذاکرہ وصحیح اجتماعی تعلیم میں نہ ہو، انفرادی سیکھنے سکھانے میں ان کی تصحیح کریں، اللہ پاک توفیق دیں تو ہر کتاب میں سے تین چار صفحے پڑھے جائیں۔ تعلیم میں اپنی طرف سے تقریر نہ ہو حدیث شریف پڑھنے کے بعد دو تین جملے ایسے کہہ دیئے جائیں کہ اس سے عمل کا جذبہ وشوق ابھر آئے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی تالیف فرمودہ فضائل قرآن مجید، فضائل

نماز، فضائل تبلیغ، فضائل ذکر، فضائل صدقات حصہ اول و دوم، فضائل رمضان، فضائل حج (ایام حج اور رمضان میں) اور مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی (مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج) صرف یہ کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے اور تنہائیوں میں بیٹھ کر بھی ان کو پڑھنا ہے، کتابوں کے بعد چھ نمبروں کا مذاکرہ ہو، ساتھیوں سے نمبر بیان کرائے جائیں، جب تعلیم شروع کی جائے تو اپنے میں سے دو ساتھیوں کو تعلیم کے گشت کے لئے بھیج دیا جائے، ۱۵، ۲۰ منٹ بعد وہ آ جائیں تو دوسرے ساتھی چلے جائیں، اس طرح بستی والوں کو تعلیم میں شریک کرنے کی کوشش ہوتی رہے، باہر نکلنے کے زمانے میں روزانہ صبح اور بعد ظہر دونوں وقت تعلیم دو تین گھنٹے کی جائے اور اپنے مقام پر روزانہ اسی ترتیب سے ایک گھنٹہ تعلیم ہو یا ابتداء جتنی دیر احباب جڑ سکیں۔

مشورہ

کام کے تقاضوں کو سوچنے ان کی ترتیب قائم کرنے، ان تقاضوں کو پورا کرنے کی شکلیں بنانے میں اور جو احباب اوقات فارغ کریں ان کی مناسب تشکیل میں اور جو مسائل ہوں احباب کو مشورہ میں جوڑا جائے۔ اللہ جل شانہ کے دھیان اور فکر کے ساتھ دعائیں مانگ کر مشورہ میں بیٹھیں، مشورہ میں اپنی رائے پر اصرار اور عمل کرانے کا جذبہ نہ ہو، اس سے اللہ کی مدد یں ہٹ جاتی ہیں، جب رائے طلب کی جائے امانت سمجھ کر جو بات اپنے دل میں ہو کہہ دی جائے، رائے رکھنے میں نرمی ہو۔ کسی ساتھی کی رائے سے تقابل کا طرز نہ ہو، میری رائے میں میرے نفس کے شرور شامل ہیں ایسا یہ دل کے اندر خیال ہو، اگر فیصلہ کسی دوسری رائے پر ہو گیا تو اس کی خوشی ہو کہ میرے شرور سے حفاظت ہو گئی اور اگر اپنی رائے پر فیصلہ ہو جائے تو خوف ہو اور زیادہ دعائیں مانگی جائیں ہمارے یہاں فیصلہ کی بنیاد کثرت رائے نہیں ہے اور ہر معاملہ میں ہر ایک سے رائے لینا بھی ضروری نہیں ہے، ہاں دل جوئی سب کی ضروری ہے امیر کو اس بات کا یقین ہو کہ ان احباب کے فکر اور دل کر بیٹھنے کی برکت سے

اللہ جل شانہ صحیح بات کھول دیں گے۔ امیر اپنے آپ کو مشورہ کا محتاج سمجھے رائے، لینے کے بعد غور وفکر سے جو مناسب سمجھ میں آتا ہو وہ کہہ دے، بات اس طرح کہے کہ کسی کی رائے کا استخفاف نہ ہو۔ اگر طبیعتیں مختلف ہوں تو اس بات پر شوق ورغبت کے ساتھ آمادہ کر لے، اور ساتھی امیر کی بات پر ایسے شوق سے چلیں جیسے کہ ان کی ہی رائے طے پائی ہے، اسی میں تربیت ہے، اگر اس کے بعد ملاً ایسی شکل نظر آئے کہ ہماری رائے زیادہ مناسب تھی پھر بھی ہرگز طعنہ نہ دیا جائے یا اشارہ کنایہ بھی نہ کیا جائے، اسی میں خیر کا یقین کر لیا جائے، جو امیر کو طعنہ دے اس کے لئے سخت وعید آئی ہے۔

شب جمعہ

جب محلوں کی مساجد میں ہفتوں کے دو گشتوں کے ذریعہ فی گھر ایک آدمی تین چلے کے لئے نکلنے کی آواز لگ رہی ہوگی، تعلیموں اور تسبیحات پر احباب جڑ رہے ہوں گے، ہر مسجد سے تین دن کے لئے جماعتیں نکالنے کی کوششیں ہو رہی ہوں گی تو شب جمعہ کا اجتماع صحیح نہج پر ہوگا اور کام کے بڑھنے کی صورتیں بنیں گی، جمعرات کو عصر کے وقت سے محلوں کی مساجد کے احباب اپنی اپنی جماعتوں کی صورت میں بستر اور کھانا ساتھ لے کر اجتماع کی جگہ پر پہنچیں، مشورے سے ایسے احباب سے عموماً دعوت دلوائی جائے جو محنت کے میدان میں ہوں اور جن کی طبیعت پر کام کے تقاضے غالب ہوں، بہت ہی فکر واہتمام سے تشکیلیں کی جائیں، اگر اوقات وصول نہ ہوں تو رات کو بھی محنت کی جائے رو رو کر مانگا جائے، صبح کو جماعتوں کی تشکیل کر کے ہدایات دے کر روانہ کیا جائے۔ تین دن کی محلوں سے تیار ہو کر آئی ہوئی جماعتیں عموماً سات آٹھ میل تک بھیجی جائیں ہر شب جمعہ سے تین چلوں اور چلوں کی جماعتوں کے نکلنے کا رخ بڑھتا چاہئے۔ اگر شب جمعہ میں خدانخواستہ سب تقاضے پورے نہ ہوسکے تو سارے ہفتے اپنے محلوں میں پھر اس کے لئے کوشش کی جائے اور آئندہ شب جمعہ میں محلوں سے تقاضوں کے لئے لوگوں کو تیار کر کے لایا جائے۔

محنت کا مقصد

بھائیو دوستو یہ کام بہت نازک ہے حضور ﷺ نے ایک محنت فرمائی اس محنت سے سارے انسانوں کی ساری زندگی کے کمانے کھانے، بیاہ شادی، میل ملاقات، عبادات معاملات وغیرہ کے طریقوں میں مکمل تبدیلیاں آ گئیں تو آپ ﷺ نے خود اس محنت کے کتنے طریقے بتائیں ہوں گے، ہمیں ابھی یہ کام کرنا نہیں آتا اور نہ ابھی حقیقی کام شروع ہوا ہے، کام اس دن شروع ہوگا جب ایمان و یقین، اللہ کی محبت، اللہ کا دھیان، آخرت کی فکر، اللہ کے خوف و خشیت، زہد و تقویٰ سے بھرے ہوئے لوگ حضور اکرم ﷺ کے عالی اخلاق سے مزین ہو کر اللہ کی رضا کے جذبے سے مخمور ہو کر اللہ کی راہ میں جان دینے کے شوق سے کھینچے کھینچے پھریں گے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں "اللہ رحم کرے خالدؓ پر اس کے دل کی تمنا صرف یہ تھی کہ حق اور حق والے چمک جائیں اور باطل اور باطل والے مٹ جائیں اور کوئی تمنا ہی نہ تھی،" ابھی جو ہم کو کام کی برکتیں نظر آ رہی ہیں وہ کام شروع ہونے سے پہلے کی برکتیں ہیں، جیسے حضور ﷺ کی ولادت کے وقت سے ہی برکتوں کا ظہور شروع ہوا تھا، لیکن اصل کام اور اصل برکتیں چالیس سال بعد شروع ہوئیں، ابھی تو اس کے لئے محنت ہو رہی ہے کہ کام کرنے والے تیار ہو جائیں، اللہ جل شانہ کام ان سے لیں گے اور ہدایت پھیلنے کا ذریعہ ان ہی کو بنائیں گے جس کی زندگی اپنی دعوت کے مطابق بدلے گی، جن کی زندگیوں میں تبدیلی نہ آئے گی اللہ جل شانہ ان سے اپنے دین کا کام نہ لیں گے، یہ نبیوں والا کام ہے۔

اصول

اس کام میں اگر اپنے آپ کو اصول سیکھنے کا محتاج نہ سمجھا گیا اور اصولوں کے مطابق کام نہ ہوا تو سخت فتنوں کا خطرہ ہے حضور ﷺ نے جب باہر ملکوں میں کام شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے تمام صحابہؓ کو تین تین دن تک ترغیب دی پھر فرمایا کہ جس طرز پر یہاں کام ہوا ہے بالکل اسی طرز پر باہر جا کر

بھی کرتا ہے، اس کام کی نوعیت یہی ہے۔ مکان، زبان، معاشرت، موسم وغیرہ کے اعتبار سے اس کام کے اصول نہیں بدلتے، اس کام کی نہج اور اصولوں کو سیکھنے کے اور قائم رہنے کے لئے اس فضا میں آنا اور بار بار آتے رہنا انتہائی ضروری ہے جہاں حضرتؒ نے جان کھپائی تھی، اور انکے ساتھیوں سے اختلاط بھی ضروری ہے جو اس جدوجہد میں حضرتؒ کے ساتھ تھے، اور جب سے اب تک اس فضا میں اور کام میں مسلسل لگے ہوئے ہیں، اسکے بغیر کام کا اپنی نہج اور اصولوں پر قائم رہنا بظاہر ممکن نہیں، اس لئے اپنے کام کرنے والے احباب کو ایسی فضا میں اہتمام سے نوبت بنوبت بھیجتے رہیں۔

طریق کار

تمام انبیاء اپنے اپنے زمانے میں کسی نہ کسی نقشے کے مقابلہ پر آئے اور بتایا کہ کامیابی کا اس نقشے سے بالکل تعلق نہیں ہے، کامیابی کا تعلق براہِ راست اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے ہے، اگر عمل ٹھیک ہو گئے تو اللہ جل شانہ چھوٹے نقشے میں بھی کامیاب کر دیں گے، اور عمل خراب ہوں گے اللہ جل شانہ بڑے بڑے نقشے توڑ کر ناکام کر کے دکھائیں گے، کامیاب ہونے کے لئے اس نقشے میں عمل ٹھیک کرو، ہر نبی نے اپنے رائج الوقت نقشے کے مقابلہ پر محنت کی اور حضرت محمد ﷺ تمام اکثریت، حکومت، مال، زراعت اور صنعت کے نقشوں کے مقابلہ پر تشریف لائے، آپ کی محنت ان نقشوں سے نہیں چلی۔

آپ کی محنت مجاہدوں اور قربانیوں سے چلی ہے، باطل تعیش کے نقشے سے پھیلتا ہے تو حق تکلیفیں اٹھانے سے پھیلتا ہے، باطل ملک و مال سے چمکتا ہے تو حق فقر و غربت کی مشقتوں میں چمکتا ہے، جتنے نقشے ملک و مال اور تعیش کی بنیاد پر لائے جا رہے ہیں ان کا توڑ حق کے لئے فقر و غربت اور تکلیف برداشت کرنے میں ہے، اب اس کام کے ذریعہ امت میں مجاہدہ اور قربانی کی استعداد پیدا کرنی ہے۔

احکام مسافر

مسافر کسے کہتے ہیں؟

جو کوئی تین منزل یعنی ۴۸ میل (سو اسی کیلو میٹر) چلنے کا قصد کرکے نکلے وہ شریعت کے قاعدہ سے مسافر ہے، اپنے مقام سے جس مقام پر جانا ہے وہاں تک سو اسی کیلو میٹر ہونا چاہیے، شہر کا گاؤں یا شہر کی حد سے، جب اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہر نکل گئے (چاہے شہر کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مثلاً بمبئی) تو شرعی اصول کے مطابق مسافر بن گئے، اور جب واپسی ہوگی تو گاؤں یا شہر کی آبادی شروع ہوتے ہی مقیم بن جائیں گے، آبادی میں فناء مصر بھی داخل ہے، یعنی قبرستان، گھوڑ دوڑ، یا کچرا ڈالنے کی متعین جگہ وغیرہ کو فناء مصر کہتے ہیں۔

جس جگہ جانے کا ارادہ ہے وہاں جانے کے لئے اگر دو راستے ہیں ایک نزدیک کا، دوسرا دور کا تو جس راستے سے سفر کرتا ہے اسی کا اعتبار ہوگا، اگر دور کے راستے سے جا رہا ہے اور واپسی میں نزدیک والے راستے سے آرہا ہے تو اگر چندرہ دن ٹھہر کر آرہا ہے تو مقیم ہی رہے گا قصر نہ کرے، اور اگر چندرہ دن کہیں ٹھہرا نہیں ہے تو مسافر ہی رہے گا اپنی آبادی تک قصر ہی کرے۔

جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر شروع کرے، اور جب سفر سے واپس آئے تو مستحب یہ ہے کہ پہلے مسجد جاکر دو رکعت نماز پڑھ لے اس کے بعد اپنے گھر جائے، جو شرعی مسافر ہو وہ ظہر، عصر اور عشاء کی فرض دو رکعت پڑھے، اور سنتوں کا حکم یہ ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے علاوہ اور سنتیں چھوڑ دینا درست ہے، ورنہ سنتیں پوری پڑھے، اس میں کمی نہیں ہے، اور فجر، مغرب اور عشاء کی وتر میں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔

مقیم کب ہونگے؟

اگر راستے میں کہیں ٹھہر گئے اور اگر چندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہے تو مسافر ہی

رہیں گے، اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلی تو اب مسافر نہیں رہے اب نمازیں پوری پڑھے، پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے جانے کا ارادہ کرلیا پھر بھی مسافر نہ رہے بلکہ مقیم ہو گئے اسلئے نمازیں پوری ہی پڑھنی پڑے گی، اور اگر مختلف جگہوں پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو کہ فلاں گاؤں میں دس دن رہونگا اور اس سے نزدیک دوسرے گاؤں میں پانچ دن تو مسافر ہی رہیں گے مقیم نہ ہونگے۔

کسی دور دراز شہر جانے کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور وہاں پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت شروع ہی سے کرلی تو راستے میں قصر کرے، اور جب اس شہر کی حد میں داخل ہوجائے تو اب قصر نہیں ہے بلکہ نمازیں پوری پڑھے۔

سفر شرعی ہو یا غیر شرعی اور سفر کے سب ساتھی حاضر ہوں تو بھی ریل گاڑی یا اسٹیشن پر اذان کہنا مستحب ہے، یعنی اگر باجماعت نماز پڑھنی ہو تو اذان کہنی چاہیے، اس شرط کے ساتھ کہ فتنہ یا ہنسی مذاق ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

قبلہ کی تحقیق

اگر کسی ایسی جگہ ہے جہاں قبلہ معلوم نہیں کہ کس طرف ہے؟ اور نہ وہاں کوئی ایسا شخص ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے اور جس طرف دل گواہی دے اس طرف پڑھ لے، اگر بے سوچے پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی، بلکہ اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے تب بھی نماز نہیں ہوگی، اور اگر وہاں آدمی موجود ہے اور بغیر پوچھے نماز پڑھ لی تو بھی نماز نہیں ہوگی، اور کوئی بتلانے والا نہ ملا اور دل کی گواہی پر نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ جس طرف نماز پڑھی ہے اس طرف قبلہ نہیں ہے پھر بھی نماز ہوگئی۔

اگر قبلہ کی مخالف سمت میں نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز ہی میں معلوم ہوگیا کہ قبلہ اس طرف نہیں بلکہ

دوسری طرف ہے تو نماز ہی میں گھوم جائے، اب معلوم ہونے کے بعد اگر قبلہ کی طرف نہ پھرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو اس میں امام اور مقتدی سب کو اپنے غالب گمان پر عمل کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی مقتدی کا گمان امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہیں ہوگی اسلئے کہ اس کے نزدیک امام غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اس کی اقتدا جائز نہیں۔

ٹرین یا کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آگیا تو چلتی ٹرین یا کشتی ہی میں نماز پڑھ لے، اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں سر گھومنے کا یا گر جانے کا ڈر ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے، اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت ہونے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں گے تو نماز نہ ہوگی، دوران نماز ٹرین گھوم گئی اور قبلہ دوسری طرف ہو گیا تو نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف منھ کر لے۔

اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے کر قضا نہ ہو پھر جگہ ملنے پر کھڑے ہو کر پھر سے پڑھ لے، اگر ریل گاڑی میں اتنی بھیڑ ہے کہ رکوع سجدہ نہیں کر سکتے اور نہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ نیچے اتر کر پڑھ سکتے ہیں تو اس شکل میں بغیر قبلہ رخ اور قیام وغیرہ کے نماز پڑھ لے اور بعد میں لوٹا لے۔

ریل گاڑی کے استنجاء خانہ میں جو پانی ہے وہ پانی پاک ہے اگر وہاں پانی موجود ہے تو تیمم نہیں کر سکتے لیکن ریل گاڑی میں پانی پر تمام مسافر کا حق ہے اس لئے پانی زیادہ استعمال نہ کرے، اور اگر باہر ہاتھ دھونے والے ٹب میں وضو کرے تو پانی نیچے گرا کر فرش کو خراب نہ کرے۔

تیمم کب کریں؟

اگر ریل گاڑی میں پانی نہ ہو اور امید ہو کے آنے والے اسٹیشن پر پانی مل جائیگا اور ریل

نماز کے وقت کے اندر سٹیشن پہنچ جائے گی تو تیمم نہ کرے بلکہ نماز کے آخری وقت تک انتظار کرنا چاہئے، اور اگر مستحب وقت میں پانی ملنے کی امید نہ ہو اور سٹیشن ایک میل یا اس سے زیادہ دور ہو تو دیر نہ کرے بلکہ مستحب وقت کے اندر تیمم کر کے نماز پڑھ لے، اگر مستحب وقت کے اندر نماز پڑھ چکا ہے اور ریل گاڑی سٹیشن سے ایک کیلو میٹر سے کم فاصلے پر پہنچ گئی تو اب نماز باطل ہو جائیگی بشرطیکہ سٹیشن پر پانی مل سکتا ہو۔

تیمم اسی چیز پر جائز ہے جو جلانے سے نہ جلے اور پگھلانے سے نہ پگھلے، مثلاً ریت، مٹی وغیرہ، اس لئے اگر ریل گاڑی کی دیوار پر یا سیٹ پر اتنی گرد ہو کہ ہاتھ مارنے سے گرد ہاتھ میں لگ جائے تو اس پر تیمم درست ہے، اگر گرد ہاتھ میں نہ لگے تو تیمم درست نہیں۔

آدمی شرعی مسافر کب بنتا ھے

(۱) شرعی سفر یعنی سوا ستتر کیلو میٹر سفر کا ارادہ ہو۔

(۲) سفر کے شروع ہی سے شرعی سفر کا ارادہ ہو۔

(۳) اسی ارادہ کے ساتھ اپنے مقام سے باہر نکل جائے۔

جس شخص میں یہ تینوں شرطیں پائی جائیں گی وہ شریعت کے قاعدہ سے مسافر ہے، جب یہ آدمی شرعی سفر کے ارادہ سے سفر شروع کر کے اپنی آبادی سے باہر نکل گیا تو اب اس پر مسافر کے احکام جاری ہو گئے۔

گناھوں کی نحوست

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ. اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا۔

گناہ اللہ جل شانہ کی نافرمانی کرنے کو اور نبی ﷺ کی مبارک سنتوں سے روگردانی کرنے کو کہتے ہیں

گناھوں کے نقصانات کا علم

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ عالم وہ شخص ہے جس پر گناہوں کے نقصانات اچھی طرح واضح ہو جائے،

گویا جو شخص گناہوں کے نقصانات سے جتنا زیادہ واقف ہوگا وہ اتنا ہی بڑا عالم ہوگا، کہ انسان کسی چیز کے نقصانات سے واقف ہو تو وہ اس سے بچتا ہے، یہ انسان کی فطرت ہے، مثال کے طور پر ....

(۱) انسان زہر کے نقصانات سے واقف ہوتا ہے اس لئے وہ اس سے بچتا ہے، اگر اس کو یہ بتا دیا جائے کہ اس کے سامنے جو ایک ہزار بسکٹ پڑے ہیں اس میں سے نو سو ننانوے بالکل ٹھیک ہیں صرف ایک میں زہر ہے، آپ کھا لیجئے تو کیا وہ کھائے گا؟ وہ انسان کہے گا کہ کیا پتہ جس کو میں کھا رہا ہوں اسی میں زہر ہو، لیکن ایک بچہ جو اس سے واقف نہیں ہے اس بچے کو ایک بسکٹ پکڑائیں اور اس سے کہیں کہ یہ زہر والا ہے تم کھا لو، تو پھر بھی وہ بچہ اسے فوراً منہ میں ڈال لے گا، اس لئے کہ وہ اس کے نقصانات سے واقف نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح ہم سانپ کے نقصانات سے واقف ہیں، ہر چھوٹے بڑے کو معلوم ہے کہ اگر سانپ کاٹ لے تو انسان مر جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی پلاسٹک کا بنا ہوا سانپ بھی دکھائی دے تو لوگ ڈر سے بھاگ جاتے ہیں، بڑا سانپ تو کیا اگر چھوٹا سا بچہ بھی اگر کسی کے گھر میں نظر آجائے تو عورتیں شور مچا دیتی ہیں، یہ اس لئے کہ سب اسکے نقصانات سے واقف ہیں۔

(۳) اگر ہم جانتے ہوں کہ بعض لوگ رات کو ڈاکہ ڈالتے ہیں، وہ لوگوں کے گھروں کو لوٹ بھی لیتے ہیں، اور بعض اوقات ان کو جان سے مار بھی دیتے ہیں، یہاں تک کہ بعض درندہ صفت ڈاکو عزتیں بھی خراب کر دیتے ہیں، اسی لئے انسان کے دل میں ڈاکوؤں کا ایک ڈر سا رہتا ہے۔ اگر کوئی بھی ناواقف بندہ رات کو آپ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے تو آپ کبھی بھی کھولنے کے لئے تیار نہیں ہوئے، وہ کتنی بھی منت سماجت کرے لیکن جب تک وہ اپنا پورا تعارف نہ کرائے دروازہ نہیں کھولیں گے، کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ ڈاکو ہی ہو۔

جب یہ مثالیں سمجھ میں آگئیں تو یہ باتیں بھی ذہن میں رکھئے کہ۔

(۱) نفس کی خواہش ہمارے لئے زہر کی مثال ہے نفس ہمارے من میں جو گناہوں کے خیالات پیدا کرتا ہے وہ زہر کے مانند ہے، جس طرح انسان زہر ملے بسکٹ کی دعوت قبول نہیں کرتا اسی طرح گناہوں کے جو بسکٹ نفس پیش کرتا ہے کہ یہ بھی کرلو، یہ بھی کرلو، تو آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کی بھی وہ باتیں قبول نہ کرے اور یہی سوچے کہ اس خواہش کے پورا کرنے میں زہر ہے لہٰذا ان خواہشات کو اگر میں پوری کروں گا تو روحانی موت مرجاؤں گا۔

(۲) اسی طرح برے دوست کی مثال سانپ کی طرح ہوتی ہے، فارسی کا مقولہ ہے "یار بد بدتر بود از مار بد" یعنی برا دوست برے سانپ سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے، اس لئے کہ اگر برے سانپ نے کاٹ لیا تو انسان کی جسمانی موت واقع ہوگی، لیکن اگر برے دوست نے کاٹ لیا تو انسان کی روحانی موت واقع ہوجاتی ہے۔

بلکہ برا دوست شیطان سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے، اس لئے کہ شیطان انسان کے دل میں صرف گناہوں کا ارادہ یا خیال ڈالتا ہے، مجبور نہیں کرتا، لیکن برا دوست نہ صرف گناہ کا خیال ہی دل میں ڈالتا ہے بلکہ ہاتھ پکڑ کر گناہ بھی کروالیتا ہے، تو برا دوست، شیطان اور سانپ دونوں سے برا ہوا۔

اسی طرح چونکہ ہم ڈاکو کے نقصانات سے واقف ہیں اس لئے اسکے کہنے پر گھر کا دروازہ نہیں کھولتے، شیطان کی مثال ہمارے ایمان کے ڈاکو کے مانند ہے، جیسے ڈاکو موقع کی تلاش میں ہوتا ہے کہ میں اس کے گھر میں ایسے وقت میں پہونچوں جب کہ میں گھر کا صفایا کردوں، شیطان بھی اسی انتظار میں رہتا ہے اور ہر وقت وہ ابن آدم کے قلب کی طرف متوجہ رہتا ہے، جب وہ بندہ کو ذکر کرتے دیکھتا ہے تو وہ پیچھے ہٹا رہتا ہے اور جیسے ہی اس کو غافل پاتا ہے تو اسی وقت قلب کے اندر اپنا وار شروع کردیتا ہے، جب ہم شیطان کے نقصانات سے واقف ہوں گے تو پھر ہم شیطانی وساوس کے لئے اپنے دل کے دروازے نہیں کھولیں گے تاکہ ہم شیطانی وساوس سے بچ سکیں۔

نیکی اور گناہ میں فرق

جب کسی انسان کے نزدیک نیکی اور گناہ میں فرق ہی نہیں ہوتا تو وہ ایک طرف گناہ بھی کر رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف تسبیح بھی پھیر رہا ہوتا ہے، اس کے پاس علم ہے ہی نہیں، اور اگر علم ہے تو علم نافع سے محروم ہے، اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا "اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ" کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے، اللہ نے علم کے باوجود اس کو گمراہ کر دیا۔

نیکی اور گناہ کا وہی فرق ہے جو روشنی اور اندھیرے کا ہے، اگر کسی جگہ اندھیرا ہو تو وہاں انسان کو سانپ بچھو نظر ہی نہیں آتے اور وہ ان سے بچ نہیں سکتا، جیسے ہی روشنی آتی ہے سانپ بچھو کا پتہ چل جاتا ہے، اسی طرح جس انسان کے پاس علم کا نور ہوتا ہے اس نور کے آتے ہی گناہوں کے سانپ بچھو اس کے سامنے واضح ہو جاتے ہیں، پھر وہ انسان سانپ بچھوؤں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، عام لوگوں میں اور اولیاء اللہ میں بنیادی فرق گناہوں سے بچنے ہی کا ہے، عام لوگ تو کبھی کبھی ایسی نیکیاں بھی کر لیتے ہیں جیسی اولیاء اللہ کرتے ہیں خوب رجوع الی اللہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور دل میں نور آجاتا ہے، اور جب مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو گھر پہنچنے سے پہلے پہلے جتنا نور آیا تھا سب ختم ہو جاتا ہے، یا تو کسی کی غیبت کر لی یا بدنظری کی وجہ سے وہ نور ختم ہو جاتا ہے۔

شریعت مطہرہ میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ انسان لمبی لمبی عبادتیں کرنے کے بجائے گناہوں سے زیادہ بچے، بھلے ہی نفلی اعمال کچھ نہ کرے مگر گناہوں سے بچے، تو وہ اللہ کا ولی ہے، کیوں کہ اس کی زندگی میں معصیت نہیں ہے، ہمارے وجود سے کوئی بھی کام شریعت و سنت کے خلاف صادر نہ ہو، ہم اپنے علم اور ارادہ سے کوئی گناہ نہ کریں، اگر یہ بات آپ نے پالی تو سمجھ لیجئے کہ آپ کو ولایت کا درجہ حاصل ہو گیا، کلام پاک میں ارشاد ہے "اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ" اللہ کے

ولی تو وہ ہیں جو متقی (اللہ سے ڈرنے والے) ہوتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیں کے کچھ کرنے کا نام تقویٰ نہیں، بلکہ کچھ بھی نہ کرنے کو تقویٰ کہتے ہیں، یعنی وہ باتیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے ان کو نہ کرنا تقویٰ کہلاتا ہے، موٹے الفاظ میں تقویٰ یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچیں جن کے کرنے سے کل قیامت کے دن کوئی ہمارا گریبان پکڑنے والا ہو لہذا گناہوں سے بچنا لمبی لمبی نفل عبادتیں کرنے سے زیادہ اہم ہے، ایک آدمی لمبی لمبی عبادتیں کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ غیبت بھی کرتا ہے اور لوگوں کے دل بھی دکھاتا ہے تو وہ بیچارہ تو فقیر ہے، کل قیامت کے دن جب وہ پیش ہوگا تو یہ حق والے اس کی ساری عبادتیں لے کر چلے جائیں گے، بلکہ ان کے گناہ اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے۔

ایک حدیث پاک میں ہے "الوقایۃ خیر من العلاج" یعنی پرہیز علاج سے بہتر ہے، ایک آدمی کو نزلہ، زکام ہوا اور وہ دوائی بھی کھائے اور ساتھ ساتھ آئس کریم بھی کھائے تو اس کی بیماری ٹھیک نہیں ہوگی، ڈاکٹر کہے گا کے پرہیز کرو تب دوائی فائدہ دیگی، اسی طرح علماء کہتے ہیں کہ پہلے گناہوں سے پرہیز کرو تب ذکر و عبادت کا فائدہ ہوگا، اس لئے ہم اپنے جسم کو گناہوں سے بچائیں، اللہ کی نافرمانی نہ کریں، ہم صبح اٹھیں تو دل میں یہ نیت ہو کہ میں نے آج کوئی گناہ نہیں کرنا، پھر صبح سے شام تک اس کوشش میں لگے رہیں کہ آنکھ سے کوئی گناہ نہ ہو،

زبان سے کوئی گناہ نہ ہو،

کان سے کوئی گناہ نہ ہو،

شرمگاہ سے کوئی گناہ نہ ہو،

ہاتھ پاؤں سے کوئی گناہ نہ ہو،

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے کوئی دن گناہوں کے بغیر گزارا وہ ایسا ہی ہے

جیسے اس نے وہ دن نبی ﷺ کی معیت میں گذارا اس لئے صبح اٹھ کر اللہ سے یہ دعا مانگے کہ اے مالک! میں آج کا دن ایسا گذارنا چاہتا ہوں کہ تیرے حکم کی نافرمانی نہ ہو، اس کو تمنا بنا کر مانگا کریں، اگر کوئی ایک دن بھی ہماری زندگی میں ایسا ہوا تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ اس دن کی برکت سے قیامت کے دن ہم پر اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔

گناہ نجاست کی مانند ہیں

گناہ، باطنی اعتبار سے نجاست کے مانند ہوتا ہے، چنانچہ ہم جس عضو سے بھی گناہ کرتے ہیں ہمارا وہ عضو باطنی اعتبار سے ناپاک ہو جاتا ہے،

آنکھ نے غلط دیکھا تو آنکھ ناپاک ہو گئی،

زبان نے جھوٹ بولا تو زبان ناپاک ہو گئی،

کان نے غیبت سنی تو کان ناپاک ہو گئے،

ہاتھوں نے چوری کی تو ہاتھ ناپاک ہو گئے،

پاؤں سے غلط کام کے لئے چل کر گئے تو پاؤں ناپاک ہو گئے،

شرمگاہ سے بدکاری کی تو شرمگاہ ناپاک ہو گئی،

لیکن اگر سراپا گناہوں میں مبتلا ہو کر بھی توبہ تائب ہو جائیگا تو اللہ جل شانہ اس کو بھی پاک فرما دینگے۔

گناہوں کی بدبو

نجاست کے اندر بدبو ہوتی ہے، لہذا انسان جن اعضاء سے گناہ کرتا ہے ان اعضاء سے باطنی طور پر بدبو آتی ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کے منہ سے بدبو آتی ہے حتی کہ فرشتے اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اور اس بندے سے دور چلے جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو ملک الموت کے

ساتھ آنے والے دوسرے فرشتے اس آدمی کے اعضا کو سونگھتے ہیں، جن جن اعضا سے اس نے گناہ کئے ہوتے ہیں ان اعضاء سے ان کو بدبو محسوس ہوتی ہے، (جس طرح پکے ہوئے کھانے کو سونگھ کر عورتیں پتہ لگا لیتی ہے کہ یہ ٹھیک ہے یا خراب) اگر ان میں گناہوں کی بدبو ہوتی ہے تو انہیں پتہ چل جاتا ہے اور وہ اس بندے کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں، اور جو توبہ تائب ہونے والا نیکوکار انسان ہوتا ہے اس کے اعضا گناہوں سے پاک ہوتے ہیں لہذا ان سے بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

گناہوں کی یہ بدبو صرف دنیوی زندگی میں اور موت کے وقت ہی فرشتوں کو محسوس نہیں ہوتی بلکہ جہنم میں جانے کے بعد بھی ان کے اعضا سے بدبو محسوس ہوگی، چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو زناکار ہیں وہ جہنم میں ڈالے جانے کے باوجود ان کی شرمگاہوں سے ایسی بدبودار ہوا نکلے گی کہ سارے جہنمیوں کو پریشان کر دے گی، اور وہ بڑے غصہ کے ساتھ اس جہنمی کو دیکھ کر کہیں گے کہ تیرے جسم سے کیسی بدبو نکلتی ہے، جس نے جہنم کے اندر مزید تکلیف میں اضافہ کر دیا۔

نیکی کی خوشبو

جس طرح گناہوں میں بدبو ہوتی ہے اسی طرح، نیکی میں خوشبو ہوتی ہے، لہذا نیک لوگوں کے اعضاء سے خوشبو آتی رہتی ہے، اگر ہم نیکوکار بن جائیں گے تو ہمارے جسم سے بھی باطنی طور پر خوشبو آئے گی، بعض حضرات کے اندر تو نیکی کی خوشبو اتنی بڑھا دی جاتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو ظاہر میں بھی محسوس ہوتی ہے، مثلاً خود نبی ﷺ کے مبارک پسینہ سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ ام سلیمؓ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو شیشی میں بھر لیا کرتی تھیں، پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ تو عرض کیا کہ ہم اس مبارک پسینے کے قطروں کو جب خوشبو میں ملاتے ہیں تو خوشبو کی مہک میں اضافہ ہو جاتا ہے، مدینہ طیبہ میں دلہنیں بھی وہ پسینہ بطور خوشبو استعمال کرتی تھیں۔

سیدنا ابوبکرؓ کو اللہ نے گناہوں سے محفوظ کیا ہوا تھا، جس کی وجہ سے ان کے بدن سے خوشبو

آیا کرتی تھی، حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ ابو بکرؓ کے جسم سے ایسی خوشبو آتی تھی جو مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہوا کرتی تھی۔

قبر میں بدن خراب ہونے کی وجہ

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں خراب ہونے کا مادہ موجود ہوتا ہے، اور وہ چند گھنٹوں میں ہی خراب ہو جاتی ہے، اور کچھ چیزوں میں خراب ہونے کا مادہ نہیں ہوتا لہٰذا وہ سالوں پڑی رہے تو بھی خراب نہیں ہوتی، اسی طرح گناہوں کے اندر خراب ہونے کا مادہ موجود ہوتا ہے، کیوں کہ وہ نجاست کے مانند ہوتے ہیں، اور نجاست بدبو پھیلاتی ہے، جس سے چیزیں خراب ہو جاتی ہے، اسی لئے گناہوں کے اثرات کی وجہ سے قبروں کے اندر بدن خراب ہو جاتے ہیں، اور کیڑوں کی غذا بنتے ہیں اور نیکی کے اندر خوشبو ہوتی ہے، اور خوشبو کو آپ جتنا عرصہ ڈھانپ کر رکھیں وہ خوشبو ہی رہے گی، لہٰذا جو انسان دنیا میں توبہ تائب ہو کر مرے گا اس کے اوپر گناہوں کے اثرات نہیں ہوں گے، یہ بندہ قبر میں بھی چلا گیا تو اس کا جسم قبر میں بھی نہیں گلے گا اور سڑے گا، کیونکہ انہوں نے اپنے علم اور ارادے سے گناہ نہیں کیا ہوتا، اسی لئے ان کی لاشیں قبر میں محفوظ رہتی ہیں۔

انبیاء کرام کے بارے میں تو حدیث پاک میں آگیا کہ ان کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا گیا ہے، اسی طرح جو انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور وہ گناہوں سے اپنے جسموں کو بچاتے ہیں چوں کہ ان کے جسموں میں گناہوں کی نحوست نہیں ہوتی اس لئے جب ان کے جسموں کو قبروں میں رکھا جاتا ہے تو اللہ کی زمین ان کے جسموں کو نہیں گلا سکتی اور کیڑے بھی ان کے جسموں میں نہیں پڑتے، اسی لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم قبرستان کی کھدائی کے وقت بالکل صحیح سالم پائے گئے، کیوں کہ ان کے جسم میں گناہوں کے اثرات نہیں تھے۔ کئی ایسے نیکوکار بھی ہوتے ہیں کہ ان کے جسم کی خوشبو نے قبر کی مٹی کو بھی خوشبودار بنا دیا، چنانچہ امام بخاریؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب ان کو قبر میں

دفن کیا گیا تو قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی، اس طرح کے واقعات بہت سے اللہ والوں کے ساتھ پیش آئے۔

ایک مسلمہ حقیقت

ہم جب بھی گناہ کرتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ہم اس وقت اپنے اوپر نجاست مل رہے ہوتے ہیں، اگر ان نجاستوں کو ہم توبہ کئے بغیر اپنے ساتھ لیکر قبر میں چلے گئے تو وہاں یہ نجاست ضرور بدبو پھیلائے گی اور بدبو سے کیڑے پیدا ہونگے، بلکہ نجاستوں میں تو ویسے ہی کیڑے پیدا ہو ہی جاتے ہیں، تو پھر ہمارے جسم کو کیڑے ہی کھائیں گے اور کیا ہوگا؟ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم گناہوں سے بچیں اور اپنے جسم میں نیکی کی خوشبو پیدا کریں، پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی خوشبو کے اثرات دکھائیں گے اور آخرت میں بھی انشاء اللہ اسکے اثرات ملیں گے، تاہم یہ بات مسلمہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ جب تک ہم اپنے دل سے گناہوں کا میل کچیل نہیں اتاریں گے اس وقت تک ہمیں اللہ جل شانہ کا وصل نصیب نہیں ہوسکے گا، جب تک قلب پر گناہوں کی میل مٹی رہے گی تب تک اس دل کا تعلق اللہ جل شانہ کے ساتھ نہیں ہوسکتا، اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم گناہوں سے سچی پکی توبہ کریں، جب تک ہم گناہوں کی جان نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک پریشانیاں ہماری جان نہیں چھوڑے گی۔

گناہوں کے مضر اثرات

یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ہم گناہ کریں گے تو گناہوں کے اثرات سے نہیں بچ سکیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ جس نے بھی برائی کی اس کو اس کی سزا ملے گی، اس میں کوئی استثناء نہیں ہے کہ طالب علموں کو چھوڑ دیا جائے گا یا علماء کو چھوڑ دیا جائے گا یا صوفیوں کو چھوڑ دیا جائے گا، نہیں بلکہ ضرور اثرات پڑیں گے، برف ہو اور ٹھنڈی ہوا نہ لگے!،

آگ ہو اور گرم نہ لگے!،

گناہ ہوں اور اس کے برے اثرات نہ ہوں!،

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یاد رکھیں کہ گناہوں کی سزا ضرور ملتی ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں اس کو نقد سزا دیتے ہیں اور آخرت میں تو سزا ملے گی ہی سہی، اس کو کہتے ہیں ادلے کا بدلا۔ **عدل و انصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں**

زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے۔

اس دنیا میں بھی انسان کو گناہوں کی سزا مل کر رہتی ہے، خواہ ہمیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو، بعض اوقات واقعی ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے کن کن نعمتوں سے محروم ہو رہے ہیں، گناہوں کے بے شمار قبیح اور مذموم اثرات ہیں جو قلب اور جسم، دنیا اور آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں۔ ◆ گناہوں کی وجہ سے انسان کی قوت حافظہ کم ہو جاتی ہے، امام شافعیؒ نے اپنے استاد امام وکیعؒ سے یادداشت کی کمی کی شکایت کی تو استاد نے فرمایا اے طالب علم! گناہوں سے بچ جاؤ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور کسی گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

◆ گناہوں کی وجہ سے جسمانی قوت کی نعمت سے محرومی ہو جاتی ہے۔

◆ گناہوں کا اگر کسی اور کو پتہ چل جائے تو عزت کے بجائے ذلت ملتی ہے۔

◆ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر تم دوسروں کی عورتوں کے ساتھ پرہیزگاری کا معاملہ کرو گے تو تمہاری عورتوں کے ساتھ بھی پرہیزگاری کا معاملہ کیا جائے گا، یعنی جو بندہ دوسروں کی عزت خراب کرتا ہے اس کی خود اپنی عزت بھی خراب ہوتی ہے۔

◆ گناہوں کی وجہ سے انسان مناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔

◆ گناہوں کی وجہ سے تہجد کی پابندی چھین لی جاتی ہے، ایک آدمی دعا مانگتے ہوئے رو رہا تھا کسی دوسرے آدمی نے سوچا کہ یہ ریاکاری کی وجہ سے رو رہا ہے اس کی اس بدگمانی کی وجہ سے چھ ماہ تک تہجد کی پابندی سے محروم کر دیا گیا۔

◆ گناہوں کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ تکبیر اولیٰ سے محروم کر دیتے ہیں، ہم سے سنتیں چھوٹ رہی ہوتی ہے اور ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو رہے ہیں، ہم سے مختلف اوقات کی مسنون دعائیں دانستہ طور پر چھوٹ رہی ہوتی ہے اور ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم اپنا کتنا نقصان کر رہے ہیں۔

◆ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے گناہوں کی برائی کا احساس دل سے نکل جاتا ہے، گھناونا پن کم ہو جاتا ہے، اور انسان گناہ کو ہلکا سمجھ کر کرتا رہتا ہے۔

◆ گناہوں کی وجہ سے علوم معارف سمجھنے کی توفیق چھین لی جاتی ہے، اور بندے کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔

◆ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے علم پر عمل کرنے کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔

◆ گناہوں کی وجہ سے علم کا فیض جاری نہیں ہوتا اور انسان انجام یعنی روحانی طور پر لاولد بن جاتا ہے۔ ◆ گناہوں کی وجہ سے انسان کی بات کا اثر ختم ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج واعظ خوش الحان تو مل جاتے ہیں مگر ان کی باتیں سر سے گذر جاتی ہے۔

◆ اللہ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اس انسان کے ماتحت لوگ اسکی نافرمانی کرتے ہیں، حضرت فضیل بن ایاضؒ فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں کوتاہی ہوئی تو میں نے اس کا اثر یا تو اپنی بیوی میں دیکھا یا باندی میں یا سواری کے جانور میں دیکھا۔

◆ گناہوں کی وجہ سے انسان ہر وقت پریشانی (ٹینشن) کا شکار رہتا ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان گناہ کا ارتکاب بھی کرے اور اسے ہمیشہ کا سکون بھی نصیب ہو جائے۔ آج لوگ گناہ کے راستے سے سکون کے متلاشی نظر آتے ہیں جب کہ یہ ان کی خام خیالی ہے، سکون اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اللہ کی رضا والے اعمال کیے جائیں۔

◆ گناہوں کی وجہ سے انسان کے رزق حلال میں تنگی کردی جاتی ہے، ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي

فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا ۔

◆ گناہ کرنے والے انسان کو اللہ سے وحشت ہو جاتی ہے، جو انس ہوتا ہے، پیار ہوتا ہے، محبت ہوتی ہے وہ سب ختم ہو جاتی ہے، دل نہیں لگتا، اللہ کے ذکر میں، اللہ کے تذکرے میں، اللہ کی باتوں میں اور نہ اللہ والوں کے پاس دل لگتا ہے۔

◆ گناہوں کی وجہ سے اس بندے کو لوگوں سے بھی وحشت ہو جاتی ہے۔

◆ گناہوں کی وجہ سے اس بندے کے لئے کامیابی کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ خود اس بندے کے وکیل بن کر اس کے کام کو سنوار دیتے ہیں، اور جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نگاہ پھیر لیتے ہیں، پھر بنتے کام بھی بگڑ جاتے ہیں۔

◆ گناہوں کی وجہ سے بندے کا بدن اور دل اندر سے کمزور ہو جاتے ہیں، دیکھنے میں بڑے طاقت ور نظر آئیں گے مگر اندر بزدلی بھری ہو گی۔

◆ گناہوں کی وجہ سے انسان طاعت سے محروم ہو جاتا ہے یعنی آج ایک گناہ کیا ایک نیکی سے محروم ہوا، کل دوسری نیکی سے، پرسو تیسری نیکی سے، پہلے جماعت میں جاتا تھا، وقت لگاتا تھا، آہستہ آہستہ چلہ چھوٹا پھر سہ روزہ چھوٹا، پھر شب جمعہ چھوٹی، پھر ظاہری سنت بھی چھوٹی، تب جا کر پتہ چلتا ہے کہ گناہوں کا اثر کیا نکلتا ہے۔

◆ گناہ کرنا دشمنان خدا کے ساتھ مشابہت ہے جن کو اللہ نے اپنا دشمن قرار دیا ہے، ہر گناہ کسی نہ کسی دشمن خدا کی میراث ہے۔

◆ گناہوں کی وجہ سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے، ایک بزرگ لکھتے ہیں کہ اے دوست! تیرا توبہ کی امید پر گناہ کرتے رہنا اور زندگی کی امید پر توبہ کو مؤخر کرتے رہنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تیری عقل کا چراغ گل ہو گیا۔

گناہوں کی وجہ سے انسان کی عقل میں فساد آجاتا ہے، عقل ٹھیک نہیں رہتی، بندہ صحیح فیصلہ نہیں کر پاتا، جو چیز اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے اسی کا وہ فیصلہ کررہا ہوتا ہے، عقل میں فطور آجاتا ہے، فطرت کے خلاف سوچتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ بعض عورتوں کو پردہ اچھا نہیں لگتا۔

گناہوں کی وجہ سے انسان اللہ جل شانہ کی نظروں سے گر جاتا ہے، کتنی بڑی بے عزتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظروں سے بندہ گر جائے، اللہ جل شانہ کی پکڑ بہت بڑی اور بہت بُری ہوتی ہے، ایک روایت میں ہے کہ اللہ جب کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو اس پر لعنت بھیجتے ہیں، اور اللہ کی لعنت کا اثر سات پشتوں تک باقی رہتا ہے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

بار بار گناہ کرنے کی وجہ سے انسان کے لئے آخری لمحے میں کلمہ پڑھنا مشکل ہوجاتا ہے، جتنے زیادہ گناہ کرے گا اتنی ہی زبان اور زیادہ بوجھل ہوجائے گی، کبیرہ گناہوں پر اصرار کرتے رہنا آخر ایمان کے سلب ہونے کا سبب بن جاتا ہے،

ان کے علاوہ بھی علماء نے بہت سے برے اثرات اور نتائج بتلائے ہیں، اللہ کا قانون سچا ہے،

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ

جنت بھی ہے جہنم بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک بندہ من مانی کرے، شریعت کی خلاف ورزی کرے اور اس پر عذاب نہ آئے، مگر سزا ملنے کے تین طریقے ہیں۔

سزا کے تین طریقے

(۱) پہلے کو کہتے ہیں **"تنکیر"** (تنبیہ) کہ بندے نے گناہ کیا پروردگار نے کوئی مصیبت بھیج دی، تو جب غم آتا ہے، پریشانی آتی ہے، مصیبت آتی ہے تو پھر بندہ گناہ کرتے ہوئے ڈرتا ہے، اور ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اسلئے کہ اللہ اس پر مہربان ہے، اگر بندہ غفلت کرتا ہے تو اللہ جل شانہ

اس کو جگانے کے لئے پریشانیاں فوراً بھیج دیتے ہیں، یاد رکھنا خوشیاں سلاتی ہے اور غم جگاتے ہیں

(۲) دوسرے کو کہتے ہیں "**تساخیر**" کبھی کبھی سزا میں تاخیر ہوتی ہے، کہ گناہ تو بندہ کر لیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تھوڑی مہلت دیتے ہیں، ناراضگی کی وجہ سے رسی ڈھیلی کردیتے ہیں، اچھا بھئی تم کرلو جو کرنا ہے پھر ہم تمھارا بندوبست کرتے ہیں، اور یہ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک شاگرد تھا اس نے بری نظر کہیں ڈالی، نتیجہ کیا نکلا؟ کہ بیس سال بعد قرآن مجید کا حفظ بھول گیا، بہت ڈرنے کی بات ہے، گناہ جوانی میں کئے اور اللہ نے بیوی کو بڑھاپے میں نافرمان بنادیا، اولاد ماں کے ساتھ ہوگئی، بڑھاپے میں بیوی کا ناموافق ہوجانا یہ بہت بڑی سزا ہے۔

(۳) ایک اس سے بھی زیادہ مہلک سزا ہے اسکو کہتے ہیں "**خفیہ تدبیر**" کہ اللہ تعالیٰ ایسی طرح سے سزا دیتے ہیں کہ بندے کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ سزا مل رہی ہے یا نہیں، یہ سب سے خطرناک چیز ہوتی ہے، مثلاً ظاہر میں بیا پنی من مانیاں کررہا ہے، گناہ کررہا ہے، خلاف شریعت کام کررہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نعمتیں اور زیادہ کردیتے ہیں، کاروبار بھی بڑھ رہا ہے، اور واہ واہ بھی ہو رہی ہے، تو یہ خفیہ تدبیر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جب اس قوم کے لوگ بھول گئے جو ہم نے ان کو نصیحت کی تھی ہم نے ہر نعمت کے دروازے ان پر کھول دئے، حتی کہ جب بڑے خوش ہوگئے کہ ہمیں یہ سب کچھ مل گیا، ہم نے اچانک ان لوگوں کو پکڑ لیا" یہ جو اچانک اللہ کی پکڑ ہوتی ہے نا، یہ بڑی دردناک ہوتی ہے، اللہ اپنی پکڑ سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

کبھی کسی گناہ کو ہلکا نہ سمجھیں، حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اے دوست، گناہ کرتے وقت یہ نہ دیکھ کہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلکہ اس پروردگار کی عظمت کو دیکھ جس کی تو نافرمانی کررہا ہے، کبھی کسی نے چھوٹے بچھو کو اس لئے ہاتھ نہیں لگایا کہ چھوٹا ہے، کبھی کسی نے چھوٹے سانپ کو اس لئے ہاتھ نہیں

لگا یا کہ چھوٹا ہے، اور نہ ہی کسی نے چھوٹے انگارے کو اٹھا لگایا کہ چھوٹا ہے۔ سب چھوٹے بچھو سے بھی ڈرتے ہیں، چھوٹے سانپ سے بھی ڈرتے ہیں، چھوٹے انگارے سے بھی ڈرتے ہیں، کیونکہ وہ نقصان دہ ہوتے ہیں، لیکن بچھو، سانپ اور انگارے کا نقصان پھر بھی کم ہے اور گناہوں کا وبال اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

خوف خدا ہو تو ایسا

آج ہم گناہ کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں گناہ کا موقع نہیں ملتا اس لئے گناہ نہیں کر پاتے، جب کہ ہمارے اسلاف ایسے متقی اور پرہیزگار تھے کہ اگر ان کو گناہ کا موقعہ بھی ملتا تھا تو وہ خوف خدا سے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اس امت میں ایسی پاکباز ہستی بھی گذری ہے کہ جن کے گناہ لکھنے والے فرشتے کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کا موقع ہی نہ ملا، اللہ اکبر، جب یہ حضرات ایسے نامۂ اعمال لے کر اللہ جل شانہ کے حضور پیش ہوں گے اور دوسری طرف ہم لوگ ہوں گے کہ گناہ سے کوئی دن خالی نہیں ہوتا۔ حالاں کہ ہم کو تو ہر وقت یہ غم ہونا چاہئے کہ ہم راتوں کو اٹھ کر اللہ سے دعا کریں کہ اے مالک میں گناہوں سے نہیں بچ سکتا آپ ہی مجھے بچا سکتے ہیں، آپ میری حفاظت فرما دیجئے۔

اگر ہم نے اپنے دل میں گناہوں سے بچنے کا پکا ارادہ کر لیا اور تمام گناہوں سے توبہ کر لی تو سمجھ لیجئے کہ ہم نے اپنے دل کو دھو لیا، اور ہم نے اپنے آپ کو اللہ جل شانہ سے قریب کر دیا، جب تک گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک اللہ کا وصل نصیب نہیں ہوگا۔ بعض اوقات شیطان دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ تو فلاں گناہ نہیں چھوڑ سکتا، تو اپنے آپ کو سمجھائیں کہ اگر ہم نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ تو ہم سے چھڑوا سکتے ہیں، کیونکہ ہمارے دل ان کی انگلیوں کے درمیان میں ہے "یُقَلِّبُہَا کَیْفَ یَشَاءُ" اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں دلوں کو پھیر دیتے ہیں، اگر اللہ نے دلوں کو پھیر دیا تو گناہوں کو

چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے اس آیت "مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَ بِهٖ" کہ جو گناہ کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی، کی تفسیر میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا تو سزا دنیا میں ملے گی یا پھر آخرت میں ملے گی، دنیا کی سزا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اس پر پریشانیاں ڈال دیں اور پھر گناہوں کو معاف کر دیں گے، اور اگر پریشانیاں نہ ڈالے تو پھر اگر بندہ خود توبہ تائب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں گے، یہ بھی تو ایک قسم کی سزا ہی ہے؟ کہ بندہ اپنے دل میں نادم اور شرمندہ ہو جائے اور اللہ سے معافی مانگتا رہے۔

تو وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے بھی کوئی گناہ کیا تو اس کو دو آگ میں سے ایک آگ میں جلنا پڑے گا، یا تو دنیا میں ندامت اور شرمندگی کی آگ میں جلے اندر ہی اندر کڑھتا ہو ندامت ہو، معافی مانگ رہا ہو اور توبہ کر رہا ہو، اور اگر دنیا میں نادم اور شرمندہ نہیں ہوگا تو ان گناہوں کی وجہ سے آخرت کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

اب آسان طریقہ کونسا ہے؟ دنیا میں نادم اور شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا زیادہ آسان ہے کیوں کہ ہم آخرت کی آگ میں جلنے کے متحمل نہیں ہو سکتے، ہم تو ناز و نعمت میں پلے ہوتے ہیں، ہم تو دھوپ کی گرمی بھی برداشت نہیں کر سکتے، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے گناہوں سے اسی وقت سچی پکی توبہ کر لیں، اور دل میں شرمندگی ہو کہ اے مالک! میں اب تک گناہ کرتا رہا، اب مجھے بات سمجھ میں آئی ہے کہ یہ گناہ تو نجاست ہے اور ان گناہوں نے میرے جسم کے اعضاؤں کو نجس بنا دیا ہے، اور واقعی اگر اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی بدبو ظاہر فرما دیتے تو ہمارے پاس کوئی بیٹھنا بھی گوارا نہ کرتا، یہ تو پروردگار عالم کی رحمت ہے کہ پردے ڈالے ہوئے ہیں، ہم نے اتنے گناہ کئے ہیں کہ ہمارے سر پر پہاڑوں جیسے بوجھ ہیں، اگر وہ بوجھ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے

قبول دے تو کتنی شرمندگی ہوگی۔

قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی استغفار کا لفظ آیا ہے وہاں اللہ جل شانہ نے اکثر و بیشتر اپنی صفت ربوبیت کا ذکر ضرور فرمایا ہے، فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ "فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ" "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ" گویا اللہ تعالیٰ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اے میرے بندو! ماں نے تم کو پالا ہے اور ماں کو تم سے محبت ہے، میں بھی تمہارا پالنے والا ہوں، مجھے بھی تم سے محبت ہے، تم بچپن میں ماں کے سامنے روتے تھے تو وہ تمہاری ضرورتیں پوری کرتی تھی اور اب اگر تم میرے سامنے روؤ گے تو میں تمہارے اس رونے کو قبول کروں گا، مانگو گے تو انکار نہیں کروں گا، میرے در پر آکر جھکو گے تو میں تمہیں دھکے نہیں دوں گا، میں تمہیں بے سہارا نہیں کروں گا، تمہیں غیروں کے حوالے نہیں کروں گا، میں تمہارا پروردگار ہوں، میں نے تمہیں پالا ہے، اب تم استغفار کرو اس پروردگار کے سامنے جس نے تمہیں بچپن سے لیکر جوان کیا اور جوانی سے پال کر بڑھاپے تک لے آیا۔

آج گناہوں کے بخشوانے کا وقت ہے، رب کریم وہ ذات ہے جو ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے تو اس کو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے، وہ پروردگار جاہیں گے تو ہمارے مقدر کے فیصلے فرما دیجئے، اور ہمیں اللہ جل شانہ اپنے نیک بندوں میں شامل فرما دیں گے، لہٰذا اب اللہ جل شانہ سے دعا کیجئے کہ پروردگار عالم اپنی رحمت فرما دیں اور ہماری دعاؤں کو قبول فرما لیں، آمین یا رب العالمین۔ (ملفوظات حضرت پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم)

توبہ کی حقیقت

گناہوں سے تائب ہونا اور غیبوں کے جاننے والے اور عیبوں کو چھپانے والے کی طرف رجوع کرنا اس راستے کا پہلا قدم ہے، اور منزل تک پہنچنے والوں کی گراں قدر پونجی، مقربین اسی سے تقرب حاصل کرتے ہیں، انبیاء علیہم السلام اسی کے ذریعہ سعادت پاتے ہیں، خاص طور سے

ہمارے جدِ امجد حضرت آدمؑ کے لئے توبہ ہی نجات اور بلندئ درجات کا باعث بنی، اپنے آباؤ اجداد کی اقتدا کرنا اولاد ہی کی شایانِ شان ہے، اگر کسی سے گناہ ہو جائے تو یہ حیرت انگیز نہیں کیوں کہ انسان خطا کار آدمؑ کی اولاد ہے اور جب باپ نے توبہ کے ذریعہ اپنی خطا کی تلافی کی تو بیٹے کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان دونوں باتوں میں باپ کے مشابہ ہو، اگر کوئی شخص خطا میں ان کو مقتدا سمجھے اور توبہ میں ان کی تقلید نہ کرے وہ گمراہ ہے،

حق بات یہ ہے کہ خیر کا ہو کر رہ جانا ملائکہ مقربین کا شیوہ ہے، اور صرف شر میں مشغول ہونا شیطان کا مشغلہ ہے، شر میں پڑ کر خیر کی طرف رجوع کرنا انسان کا کام ہے، انسان کی سرشت میں دونوں خصلتیں پائی جاتی ہیں، خیر بھی اور شر بھی، اب یہ خود ہم پر موقوف ہے کہ ہم انسان بنے یا شیطان کی طرف منسوب ہوں۔ جہاں تک ملائکہ کی طرف نسبت کا سوال ہے یہ تو انسان کے دائرۂ امکان سے خارج ہے کہ صرف نیک عمل کرے اور گناہ سرزد نہ ہو، اس لئے کہ خمیر میں خیر اور شر دونوں کی ایسی پختہ آمیزش ہے کہ صرف ندامت کی حرارت یا دوزخ کی آگ ہی سے ان میں جدائی ہو سکتی ہے، انسانی جوہر کو شیطانی خباثت سے پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے دونوں حرارتوں میں سے ایک میں ڈالا جائے، اب یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ کونسی حرارت پسند کرتا ہے، جس حرارت کو ہلکی سمجھے اسی کی طرف سبقت کرے، ورنہ موت کے بعد مہلت نہیں ہے، وہاں تو جنت میں ٹھکانہ ہوگا یا جہنم میں۔

توبہ تین چیزوں کا نام ہے، اول علم، دوم حال اور سوم فعل، علم سے مراد یہ جاننا ہے کہ گناہوں کے بے شمار نقصانات ہیں، ان میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ گناہ بندے اور اس کے محبوب میں حجاب بن جاتے ہیں، جب یہ حقیقت دل پر غالب آ جاتی ہے کہ گناہ سے انسان اپنے محبوب سے محروم ہو جائیگا تو اس معرفت سے وہ تکلیف محسوس کرتا ہے، کیوں کہ اسے محبوب سے محروم

رہتا کسی بھی حال میں گوارا نہیں ہوتا، اس لئے وہ اپنے اس فعل پر افسوس کرتا ہے جو اس سے صادر ہوا ہے، اس افسوس کو ندامت کہتے ہیں، اور یہی توبہ کی دوسری چیز حال ہے، پھر جب یہ رنج دل پر غالب آتا ہے تو اس سے ایک اور حالت پیدا ہوتی ہے جسے فعل کا قصد اور ارادہ کہتے ہیں، اس فعل کا تعلق تینوں زمانوں سے ہوتا ہے، زمانہ حال سے اس طرح کہ جو گناہ پہلے کیا کرتا تھا وہ چھوڑ دے، مستقبل سے اس طرح کہ آنے والی زندگی میں اس گناہ کو چھوڑنے کا عزم کرے، اور ماضی سے اس طرح کہ اس گناہ سے جو نقصان ہوا ہے اگر وہ قابل تلافی ہے تو اس کی تلافی کرے۔

حال، ارادہ اور فعل ان تمام امور کا سرچشمہ علم ہے، جسے ہم ایمان و یقین بھی کہہ سکتے ہیں، ایمان اس حقیقت کی تصدیق کا نام ہے کہ گناہ مہلک زہر ہے اور یقین اس تصدیق کا دل میں اس طرح راسخ ہو جانا ہے کہ کسی طرح کا کوئی شک باقی نہ رہے، جب ایمان و یقین کا نور دل کے مطلع پر چھا جاتا ہے تو اس کے دل میں رنج و غم اور ندامت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، کیوں کہ وہ اس نور کی روشنی میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنے فلاں گناہ کی وجہ سے محبوب سے دور ہو گیا ہے، غرض یہ کہ علم، ندامت اور زمانہ حال و استقبال میں ترک گناہ اور ماضی میں تلافی مافات کے قصد اور ارادہ کے مجموعے کا نام توبہ ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا" اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو دوسری جگہ ارشاد ہے۔ "وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" اور مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ، ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جس پر کوئی گناہ نہیں، ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائے پھر اس پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لے گا، ایک جگہ ارشاد ہے گناہ کا کفارہ ندامت ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے نیکیاں برائیوں کو

اس طرح صاف ہوتی ہے جس طرح پانی نجاست کو دور کرتا ہے۔

جب انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تب اس کی عقل کامل ہوتی ہے، البتہ اصل عقل سن بلوغ تک پہنچنے پر ہی کامل ہو جاتی ہے، اور اس کے مبادی سات سال کی عمر سے ظاہر ہونے لگتے ہیں شہوات، شیطانی لشکر ہیں اور عقل ملائکہ کی فوج ہے، جب یہ دونوں فوجیں کسی ایک مقام پر جمع ہوتی ہے تو ان میں جنگ برپا ہوتی ہے، اس لئے کے دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، جس طرح رات اور دن میں اجتماع نہیں ہو سکتا، اگر ایک غالب آجائے تو دوسرے کا وجود باقی نہیں رہتا، کیوں کہ شہوات کمال عقل سے پہلے ہی جوانی کے زمانہ میں انسان پر غالب آجاتی ہے اس لئے شیطان کے قدم عقل سے پہلے ہی راسخ ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دل عموما شہوات وانسیت میں گرفتار رہتا ہے اور اس سے خلوخلاصی مشکل ہو جاتی ہے، پھر جب عقل ظاہر ہو جاتی ہے جو اللہ کی جماعت اور اس کا لشکر ہیں اور اولیاء اللہ کو بتدریج نجات دلانے والی ہے، اس لئے اگر عقل میں قوت و کمال نہ ہوگا تو شیطان اپنا کیا کر دکھائے گا اور میدان اس کے ہاتھ ہوگا۔

جب عقل پختہ اور مکمل ہو جاتی ہے تو اس کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ شہوات کا زور توڑ کر، عادات سے کنارہ کش ہو کر اور طبیعت کو زبردستی عبادت کی طرف مائل کر کے شیطانی فوجوں کو عبرت ناک شکست دیں، یہی توبہ کے معنی ہیں کہ آدمی اس راہ سے انحراف کرلے جس کا رہبر شیطان ہے اور جسکی رہنما شہوت ہے، اور اس راستے پر چلے جو اللہ تک پہنچتا ہے، ہر انسان میں عقل سے پہلے شہوت ہوتی ہے اس لئے شہوات کی اتباع میں جو عمل سرزد ہوئے ہوں ان سے رجوع کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے

یا ربی صل وسلم دائماً ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

انسان کی زندگی کا مقصد

محترم بزرگو، دوستو، عزیزو، تمام نبیوں نے دنیا میں آکر اللہ کے بندوں کو اللہ کی قدرت سمجھائی ہے، جس کو اللہ کی قدرت سمجھ میں آئے گی وہ اللہ کے سامنے جھکے گا اور جب اللہ کی قدرت سمجھ میں نہ آئے گی تو پھر دوسروں کے سامنے جھکے گا، اور دوسروں کے سامنے جھکنا یہ ہلاکت ہے، اللہ کے سامنے جھکنا یہ کامیابی ہے، جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت اور محبت دل میں نہیں ہوگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات پر عمل کرنا مشکل ہے، اور اس کے لئے اللہ کی ذات۔

اللہ کی قدرت۔

اللہ کی ربوبیت۔

اس کے غیبی نظام۔

اور اس کے غیبی خزانے کو بار بار سننا ہوگا، جب اللہ کی عظمت دل میں آئے گی تو پھر نبی کی عزت بھی دل میں آئے گی۔ اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک کی ابتدا ہی اپنی تعریف سے کی ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، یعنی دنیا میں جہاں کہیں کسی کی تعریف کی جاتی ہے وہ درحقیقت اللہ ہی کی تعریف ہے، کیوں کہ اس جہان میں جو کچھ ہے وہ سب اسی قادر مطلق کا بنایا ہوا ہے، رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام عالم کا رب، رب کہتے ہیں تربیت اور پرورش کرنے والا، تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کی تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ آگے بڑھایا جائے، یہاں تک کہ وہ حد کمال تک پہنچ جائے، (معارف القرآن)

اللہ رب ہے، پیدا کرنے والا، خالق ہونا سب سے بڑی صفت ہے سب مخلوق ہے

خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے، پہلے کچھ بھی نہ تھا صرف اللہ تنہا اکیلا ہے، وحدہٗ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اپنی ذات میں اکیلا، اپنی صفات میں اکیلا، اپنی

قدرت میں اکیلا، اس کا شریک کوئی نہیں، اس کا مددگار کوئی نہیں، وہ جسم سے پاک، عقل سے پاک، جہت سے پاک، ہر عیب سے پاک، تمام عالم اور عالم کی ایک ایک مخلوق کو پیدا کرنے میں اکیلا، چلانے میں اکیلا، باقی رکھنے میں اکیلا، فنا کرنے میں اکیلا، جزا اور سزا دینے میں اکیلا، تمام عالم کے اوپر صرف اسی کی حکومت چلتی ہے، تمام مخلوق کو بغیر نمونے کے بنایا، آسمان بغیر آسمان کے بنایا، زمین بغیر زمین کے بنادی، عالم کی پہلی چیز بغیر چیزوں کے بنائی، پہلا انسان بغیر ماں باپ کے بنایا، پہلا شیر، پہلا چیتا، پہلی ہرن، ہر جانور کا پہلا کوئی نہیں تھا، بغیر بیج کے درخت بنائے۔

آسمان کو اٹھایا، زمین کو بچھایا، پانی کو بہایا، ہوا کو اڑایا، پہاڑوں کو کھڑا کیا، بے شمار مخلوق، جن وانس، فرشتے، ہر طرح کے جانور، کوئی چلنے والا، کوئی رینگنے والا، کوئی اڑنے والا، کوئی تیرنے والا، پھر ان مخلوق میں الگ الگ قسمیں، پھر ہر ایک کی الگ الگ شکلیں، پھر ہر ایک کا الگ الگ مزاج، پھر ہر ایک کی رہنے کی جگہ الگ، بول چال الگ، کھانا الگ، پھر الگ الگ قسم کے پھل دار درخت، الگ الگ قسم کے پھول، جس میں الگ الگ ڈیزائن، الگ الگ کلر، الگ الگ خوشبو، پھر الگ الگ جڑی بوٹی، پھر زمین میں سونا، چاندی، لوہا، تانبا، پیتل، رانگا، پلیٹنیم، پھر پیٹرول، ڈیزل وغیرہ۔

جس کو انسان گننا چاہے تو گن نہیں سکتا، بے شمار مخلوقات، پھر ان مخلوقات کی بے شمار قسمیں، پھر ان میں بے شمار فرد، ان سب مخلوقات کو اور اس کی گنتی کو اور کہاں پر ہے اور کس حال میں ہے اور ان کو کس چیز کی ضرورت ہے وہ سب جانتے ہیں، اور تمام مخلوقات کی تمام ضروریات بیک وقت براہ راست خود پہنچاتے ہیں، اور سب مخلوقات پر اللہ کا پورا کنٹرول ہے، کوئی بھی مخلوق اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

ہمیں پیدا کیا، پھر کائنات کو بنایا، اور پھر کائنات کے حالات پیدا فرمائے، زندگی موت،

صحت بیماری، عزت ذلت، محبت نفرت، خوشی غمی، فراخی ناداری، سکون بے چینی، ان حالات کے اوپر بھی اللہ اکیلا قابض، ان سب حالات اور مخلوقات کی تمام ضروریات کی چیزیں اللہ کے خزانے میں جو اللہ کے عرش کے ساتھ ملا ہوا ہے موجود ہے، جس میں کوئی بھی چیز کم نہیں ہوتی، جس کو ضرورت کے مطابق دنیا میں اتارتے رہتے ہیں۔

آسمان

اللہ جل شانہ نے سات آسمان بنائے، فرشتوں کے عجیب حالات میں حضرت ربیع بن انسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ پہلا آسمان جما ہوا لہر ہے، دوسرا سفید مرمر کا ہے، تیسرا لوہے کا ہے، چوتھا تانبے کا ہے، پانچواں چاندی کا، چھٹا سونے کا، ساتواں سرخ یاقوت کا اور اس کے اوپر نور کے صحرا ہیں، اس کے اوپر کا علم اللہ تعالیٰ اور متوکل بالحجب (پردوں کے فرشتے) کے سوا کوئی نہیں جانتا اس فرشتہ کا نام میطاطروش ہے۔ (ترمیذی شریف)

فرشتے

اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو پیدا فرمایا تو اسے محفوظ چھت بنا دیا، اور اس میں حفاظت کے لئے طاقتور محافظ اور شہاب رکھ دیئے، اس کے باشندگان دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے فرشتے ہیں، ان کی تعداد ستاروں کے برابر ہے، جو کسی وقت بھی کلمہ طیبہ اور تکبیر ترک نہیں کرتے۔

دوسرے آسمان کے رہنے والے فرشتے بارش کے قطروں کے برابر ہے، نہ تو وہ (تسبیح پڑھتے ہوئے) اکتاتے ہیں اور نہ (اس میں) وقفہ کرتے ہیں، اور نہ ہی وہ سوتے ہیں، اسی دوسرے آسمان سے بادل ظاہر ہوتے ہیں، جو آسمان کے نیچے سے نکل کر (نچلے) آسمان کی فضا میں منتشر ہو جاتے ہیں، ان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں، جو اس کو وہیں پر لے جاتے ہیں جہاں پہ لے جانے کا انھیں حکم دیا گیا ہوتا ہے، ان کی ابتدائی آواز تسبیح ہوتی ہے، جو ان بادلوں کے لئے دھکی بھی

ہوتی ہے۔ تیسرے آسمان کے رہنے والے (فرشتے) ریت کے (ذرات) کے برابر انسان کی شکل میں ہے، جو اللہ سے رات دن پناہ طلب کرتے رہتے ہیں۔

چوتھے آسمان کے رہنے والے درختوں کے پتوں کے برابر ہیں، جنہوں نے اپنے کندھے ایک دوسرے سے ملائے ہوئے ہیں، ان کی شکل وصورت حورعین کی طرح ہے، بعض رکوع کی حالت میں ہے اور بعض سجدہ کی حالت میں، ان کے منہ کی تسبیحات سے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے درمیان نورانیت چھائی ہے۔

پانچویں آسمان کے رہنے والے فرشتے تمام مخلوق (جانوروں) کے دو گنے ہیں، ان کی شکل عقاب کی ہے (جو پرندوں کا بادشاہ کہلاتا ہے) ان میں سے کچھ بڑے درجے کے ہیں اور بعض واقف کار (احکام واعمال) لکھنے والے ہیں۔ چھٹے آسمان کے رہنے والے فرشتے اللہ کی غالب رہنے والی جماعت ہے، اور اس کا لشکر اعظم ہے، جو نشان زدہ گھوڑے کی شکل میں ہے۔

اور ساتویں آسمان کے فرشتے مقرب فرشتے ہیں، جو اعمال کو صحیفوں کے درمیان میں رکھ کر اوپر کو پہنچاتے ہیں، اور اچھے کاموں کی حفاظت کرتے ہیں، ان کے اوپر عرش خداوندی کو اٹھانے والے فرشتے ہیں، جن کو کروبیون کہا جاتا ہے۔

اللہ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے اور یہ سب سے زیادہ ہیں، انسان اور جنات مل کر دس حصے ہیں، ان میں انسان ایک حصہ اور جنات نو حصے، پھر جنات اور فرشتے مل کر دس حصے ہیں ان میں جنات ایک حصہ ہیں اور فرشتے نو حصے، پھر فرشتے اور روحانیون (فرشتے) دس حصہ ہیں جن میں فرشتے ایک حصہ اور روحانیون نو حصے ہیں، پھر روحانیون اور کروبیون دس حصہ ہیں۔ جن میں روحانیون ایک حصہ اور قروبیون نو حصے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

کروبیون فرشتوں کے سردار ہیں اور عرش کو اٹھانے والے، اور امور خداوندی اور اللہ کے احکام

کی پیغام رسانی کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے کان کی لو سے اس کی ہنسلی کی ہڈی تک اترنے میں تیز پرندے کی رفتار کے حساب سے پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور روحانین فرشتوں کو باقی فرشتے نہیں دیکھ پاتے، جس طرح انسان جنات کو نہیں دیکھ سکتے، اور جو بھی فرشتہ اترتا ہے اس کے ساتھ ایک روح فرشتہ ضرور ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے، جب آپ ﷺ اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ واپس جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ مردہ اس وقت تمھاری جوتیوں کی کھنکھناہٹ سن رہا ہے، ان کے پاس منکر اور نکیر آتے ہیں جن کی آنکھیں تانبے کی دیگوں جیسی (بڑی بڑی اور خوفناک) ہیں، ان کی داڑھیں بیل کے سینگوں جیسی ہے، اور ان کی آوازیں بادل کی گرج جیسی (خطرناک) ہے۔ طبرانی شریف

اللہ کی مخلوق میں فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں، کوئی چیز بھی زمین سے نہیں اگتی مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک متوکل فرشتہ ہوتا ہے، اور بارش کے ہر قطرے کے ساتھ ایک فرشتہ اترتا ہے، فرشتے پیدائش میں بڑے بڑے بھی ہیں اور مکھی جتنے چھوٹے بھی ہیں۔

حضرت جبرئیل کے دونوں کندھوں کے درمیانی فاصلہ تیز تر از رفتار پرندے کے پانچ سو سال سفر کے برابر ہے، اللہ جل شانہ کا ایک فرشتہ ایسا ہے کہ اگر اسے کہا جائے کہ ساتوں آسمانوں کو اور سب زمینوں کو ایک لقمہ کر لے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، (طبرانی) اللہ کا ایک فرشتہ وہ ہے جس کا نام صلصلکن ہے ساری دنیا کے سمندر اور دریا اگر جمع کر دیے جائیں (تو بھی) اس کے انگوٹھے کا گھڑا دھنا ہو جائے، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آسمان میں اللہ کا ایک فرشتہ ہے جس کے ایک لاکھ سر ہیں، اور ہر سر میں ایک لاکھ زبانیں ہیں، اور ہر زبان سے ایک الگ لغت میں اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔

حضرت طاؤسؒ سے مروی ہے کہ اللہ نے (دوزخ کے داروغہ) مالک کو پیدا فرمایا تو اہل دوزخ کی تعداد کے برابر اس کی انگلیاں بھی پیدا کیں، پس جو کوئی بھی اہل دوزخ میں سے عذاب دیا جاتا ہے اسے مالک اپنی انگلیوں میں سے ایک انگلی سے عذاب دے سکتا ہے، واللہ کی قسم اگر مالک اپنی انگلیوں میں سے صرف ایک انگلی آسمان پر رکھ دے تو اسے پگھلا ڈالے۔

حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے دوزخ کے داروغہ کی حالت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کویا کہ ان کی آنکھیں بجلی ہیں، اور ان کے منہ تھیلے ہیں، یہ اپنے (لمبے لمبے) بالوں کو گھسیٹتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پاس تمام جن وانس کے برابر قوت ہے، ان میں سے کوئی ایک بھی انسانوں کی کسی بھی ایک بڑی جماعت کے سامنے آجائے تو ان کو ہنکا لے جائے، اس کی گردن پر ایک پہاڑ ہے جو دوزخیوں کو آگ میں مارے گا، حتیٰ یہ پہاڑ ان پر پھینکے گا، حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ (جب) آدمی کو آگ میں جانے کا حکم دیا جائے گا تو اس کی گرفتاری اور جہنم میں داخل کرنے کے لئے ایک ہزار فرشتے لپکیں گے۔

اللہ جل شانہ نے فرشتوں کو جب اتنا طاقتور اور قد آور پیدا کیا تو اس کو پیدا کرنے والا اللہ کیسی قدرت اور طاقت والا ہوگا، ہم جس چیز کو بھی دیکھیں عبرت کی نظر سے دیکھیں، اور جو بول بھی بولیں اللہ کا ذکر ہو، جتنا ہم اللہ کا ذکر کریں گے، جتنی ہم اللہ کی تعریف کریں گے، اللہ کی عظمت اور اللہ کی محبت ہمارے دل میں اترتی چلی جائے گی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ایک فرشتہ آسمان دنیا میں مخلوق ہے، اس کا سینہ سونے کا ہے، پیٹ چاندی کا ہے، ٹانگیں یاقوت کی ہے، پنجے زمرد کے ہیں، اس کے پر زمرد، موتی اور یاقوت سے مزین ہے، ایک پر مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے، اس کا سر عرش سے پیوستہ ہے، اس کی کلغی نور کی ہے، یہ عرش اور کرسی کے درمیان حجاب ہے، جب بڑی سحری کا وقت ہوتا ہے

تو یہ اپنے پروں کو اڑاتا ہے، پھر سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ غَيْرُهُ پڑھتا ہے، اسی وقت مرغ اپنے پر مارتے ہیں اور چیختے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اپنے پروں کو بند کرلے اور اپنی آواز پست کرلے، پس اس وقت آسمان اور زمین والے فرشتے جان لیں گے کہ قیامت آ چکی۔

حضرت وہبؒ فرماتے ہیں کہ عرش کے ارد گرد فرشتوں کی آگے پیچھے ستر ہزار صفیں ہیں، جو رات دن عرش کے ارد گرد طواف کرتے ہیں، ان کے پیچھے ستر ہزار صفیں فرشتوں کی قیام میں ہے، ان کے ہاتھ گردنوں کی طرف ہے، جن کو انہوں نے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے ہیں، جب یہ سامنے والے فرشتوں کی تکبیر اور تہلیل سنتے ہیں تو اونچی آوازوں میں اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں آپ پاک ہیں اور اپنی تعریف کے ساتھ موصوف ہیں، آپ وہ ہیں جن کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ سب عیبوں سے پاک ہیں، ساری مخلوق کے خالق ہیں۔

ان کے پیچھے فرشتوں کی اور ایک لاکھ صفیں ہیں، جنھوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر اپنے سینوں پر باندھا ہوا ہے، ان کے پاؤں تک، بال، اون، پروں کی روئیں، پر، جوڑ، بالوں کے نیچے، ہڈی، جلد اور گوشت ایسی نہیں مگر وہ اللہ کی تسبیح اور حمد ایسے انداز میں پیش کرتا ہے جس میں دوسرا نہیں کرتا، اور ان فرشتوں کے دو پروں کے درمیان تین سو سال چلنے کا فاصلہ ہے، ان کے کان کی لو سے کندھے تک چار سو سال چلنے کا فاصلہ ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے کندھوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

زمین

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ زمین کس پر ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانی پر، پھر پوچھا گیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ پانی کس پر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا سبز چٹان پر، پھر عرض کیا گیا کیا آپ کو یہ بھی علم ہے کہ چٹان کس پر ہے؟ آپ

نے فرمایا مچھلی کی پشت پر، جس کے دونوں کنارے عرش سے ملے ہوئے ہیں، عرض کیا گیا آپ کے علم میں ہے کہ مچھلی کس پر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ایک فرشتے کے کندھے پر جس کے قدم ہوا میں ہے۔ ابن عدی (بحوالہ فرشتوں کے عجیب حالات)۔

انسان

ایک زمانہ ایسا تھا جب کچھ نہ تھا، (وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ) اللہ کی ذات جو ابتدا اور انتہا سے پاک ہے وہی اکیلا اپنی ذات کے ساتھ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا، پھر اللہ جل شانہ نے یہ کائنات بنائی اور سجائی اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ جس نے چھ دن میں زمین آسمان بنائے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر عرش پہ تخت بچھایا، پھر دن رات کا نظام چلایا، سورج، چاند، سیاروں، ستاروں کو اپنے تابع فرمایا، پھر تیسرا مرحلہ آیا، اس میں اللہ نے فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا۔

انسان کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ تحقیق ہم نے انسان کو گنگتی ہوئی منی سے پیدا کیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نطفہ چالیس روز تک رحم میں اپنی حالت پر رہتا ہے، (کسی اور حالت میں تبدیلی نہیں ہوتا) جب چالیس روز گزر جاتے ہیں تو جما ہوا خون بن جاتا ہے، پھر اسی طرح (چالیس روز میں) گوشت کی بوٹی بن جاتی ہے، پھر اسی طرح (چالیس روز میں) ہڈیاں (پیدا) ہو جاتی ہے، جب اللہ تعالی انسان کے ڈھانچے کو درست کرتے ہیں تو اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتے ہیں، وہ عرض کرتا ہے اے پروردگار (یہ) مرد ہوگا یا عورت؟ بد بخت ہوگا یا سعادت مند؟ قد وقامت میں طویل ہوگا یا پست قد؟ طاقت کے اعتبار سے کمزور ہوگا یا زائد؟، اس کی موت کب آئے گی؟ یہ تندرست ہوگا یا بیمار؟ تو فرشتہ اس کی اطلاع پا کر یہ سب کچھ لکھ دیتا ہے۔

اللہ نے انسان کو تین تین اندھیریوں میں اور تنگ جگہ میں بنایا، اور ہر انسان کی شکل وصورت، آواز، مزاج، یہاں تک کہ انگلیوں کے نشان بھی الگ الگ بنائے، ﴿هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ تمہارا رب ہی ہے جو تمہیں جیسی چاہتا ہے شکل عطا فرماتا ہے، پھر ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ﴾ ہم نے کسی کو مرد بنایا کسی کو عورت بنایا ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں بنایا، پھر ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾ ہم نے تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تا کہ تم پہچانے جاؤ، اب ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ہم نے زندگی اور موت کا نظام چلایا ہے یہ دیکھنے کے لئے کہ تم میں کون ہے جو ہماری مان کے چلتا ہے۔

اللہ جل شانہ نے انسان کی پرورش کی اور ضرورت کی تمام چیزیں پہلے پیدا کی، چھ دنوں میں تمام مخلوق کو بنایا اور آخیر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد آدمؑ کو پیدا فرمایا، جس کو ان ساری چیزوں سے فائدہ اٹھانا تھا ان کو آخیر میں پیدا فرمایا، کیونکہ انسان کو ضرورت مند پیدا کیا گیا ہے، اسکے اندر ضرورتیں پیدا ہوتی ہے، آدمی بغیر اختیار کے بھوکا ہوتا ہے، بغیر اختیار کے پیاسا ہوتا ہے، بغیر اختیار کے بیمار ہوتا ہے، یہ سب غیر اختیاری چیزیں ہیں جو انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے، یہ سب ضرورتیں ہیں تو اس ضرورت کا سامان بھی ہے، دنیا میں جو کچھ ہے وہ انسان کی گذر بسر کے لئے ہے

اللہ جل شانہ نے حضرت آدمؑ کو جب زمین پر اتارا تو فرمایا ﴿ولكم في الارض مستقر ومتاع الى حين﴾ کہ آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے زمین ایک ٹھکانہ ہے افراد کے اعتبار سے موت تک اور مجموعی اعتبار سے قیامت تک، اس زمین سے تمہارے لئے ہم نے گذارے کا سامان بنایا ہے، آدمؑ کو پیدا کرنے سے پہلے ہی زمین کے اندر اور زمین کے اوپر انسان کی ضرورت کا سامان بنا ہوا تیار ہی تھا اس لئے آدمؑ سے فرمایا کہ تم زمین پر جاؤ تمہارے لئے اور

تمھاری اولاد کے لئے میری طرف سے ہدایت کا سامان آئے گا۔

جب آدمؑ کو اللہ نے پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں، خلافت یعنی اللہ کے حکموں کو زمین پر قائم کرنے کی ذمہ داری، یعنی خدا سے حکم لینا اور زمین پر چلانا اور خود بھی عبادت کرنا، دونوں کام آدمؑ پر تھے۔ ہر آدم کے بیٹے کی یہ ذمہ داری ہے جو ان کے ماں باپ کی ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ یبنی آدم لا یفتننکم الشیطن کما اخرج ابویکم من الجنة ﴾ اے آدم کے بیٹو! دیکھو تمھیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جس طرح تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکالا، تمھیں جنت کے راستے سے نہ ہٹا دے، ایک ہی ہدایت سب کے لئے، باپ، ماں اور اولاد سب کے لئے کہ تمھیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے، جس طرح تمھارے ماں، باپ کو جنت سے نکلوایا تمھیں جنت کے راستے سے نہ ہٹا دے۔

جنت میں ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے کسی اسباب کی ضرورت نہیں

تھی، صرف اللہ نے حکم اور ہدایت کی تھی کہ جنت میں جہاں چاہے چلو پھرو، جو چاہو استعمال کرو لیکن اس درخت کے قریب مت جانا، کھانے کی تو دور کی بات قریب بھی مت جانا، اگر جاؤ گے تو ﴿ فتکونا من الظلمین ﴾ اگر چلے گئے تو اپنا نقصان کرنے والے بن جاؤ گے، اللہ نے بتایا تھا نقصان اور شیطان نے بتایا نفع کہ آدم بہت زندہ ہو گیا اب اگر تم کھا لو گے تو ہمیشہ کے لئے اللہ کی رحمت میں اور اللہ کے پڑوس میں رہو گے اور کوئی زوال نہیں آئے گا، خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور تمھاری بھلائی کے لئے کہہ رہا ہوں ﴿ وقاسمهما انی لکما لمن النصحین ﴾ بڑھ چڑھ کر تمھیں بھلائی اور نقصان میں بتایا نفع، جب اللہ کا نام سن لیا تو آدمؑ نے وہ کھا لیا، مفسرین فرماتے ہیں کہ جو لباس اللہ نے وہاں پہنایا تھا وہ فوراً اتر گیا، جیسے ہی حکم ٹوٹا پریشانی آئی اور حکم ٹوٹنے کی وجہ سے دنیا میں اتارے گئے۔

مقصد زندگی

اللہ جل شانہ نے خود کلام پاک میں دنیا میں آنے کا مقصد بیان فرمایا "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" میں نے جنات اور انسان کو صرف میری عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ نے بندوں کو اپنا حکم پورا کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور زمین و آسمان کے درمیان جتنے اسباب دیئے ہیں وہ سب اس کی مدد کے لئے دیئے ہیں کہ ان تمام اسباب سے راحت لو ضرورت پوری کرو اور حکم پورا کرو، اسباب صرف اس لئے دیئے ہیں تا کہ حکم پورا کرنے میں سہولت اور مدد ملے، اس لئے نہیں دیئے کہ اسباب میں لگ کر حکموں ہی کو بھول جائے، اللہ جل شانہ نے ہماری ضرورتوں کے لئے اسباب پیدا فرمائے اور اس اسباب سے اللہ ہماری ضرورتیں پوری فرماتے ہیں۔

انسانوں کی حیات کے لئے جس طرح آسمان سے پاک اور صاف پانی اتارا ایسے ہی ہماری کامیابی کے لئے اپنا دین اور احکامات اتارے ہیں، جن کی زندگی کا تعلق اللہ کے حکموں کے ساتھ ہوگا وہ کامیاب ہوگا اور جن کی زندگی اللہ کے حکموں کے بغیر کٹے گی وہ نا مراد ہوگا، جس طرح کوئی آدمی اسباب اختیار نہ کرے مثلاً کھانا پینا چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو جائیگا کیونکہ اللہ نے اسکے گذارے کے لئے اسباب پیدا کیئے ہیں، جس طرح ان اسباب کے بغیر عام طور پر ہلاکت ہو جاتی ہے ایسے ہی اللہ کے حکموں کے بغیر یقینی طور پر ناکامی ہو جاتی ہے، ان ناکامیوں سے بچانے کے لئے اللہ نے اپنا دین اتارا اور اپنے بندوں کو اس کی طرف دعوت دی ہے کہ جس طرح اپنے گذارے کی فکر کرتے ہو اپنی کامیابی کی فکر کرو، گذارے کے دن تھوڑے ہیں اور کامیابی کا زمانہ بڑا لمبا ہے۔

کامیابی

اللہ جل شانہ کامیابی موت کے وقت ظاہر کرینگے کیوں کہ کامیابی کا ظہور وہیں سے ہوگا یہاں تو گذارا ہی گذارا ہے آدمی گذرتا چلا جائیگا، سردی بھی گذرے گی گرمی بھی گذرے گی، دن بھی

گندرے کا رات بھی گندرے کی تھوڑے اسباب میں بھی گندرے کی زیادہ اسباب میں بھی گندرے گی کیونکہ دنیا میں گندا را ہی گندا را ہے۔

کامیابی سب کو نہیں ملے گی اور جن کو کامیابی نہیں ملے گی وہ دھوکہ کھائے گا اور جن کو کامیابی ملے گی وہ خوش ہو جائے گا ﴿فمن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز﴾ جو دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا وہ ہوا کامیاب، باقی دنیا کا مسئلہ تو دھوکہ کی بات ہے ﴿وما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور﴾ وقت گزرے گا تو دھوکہ کھل جائے گا، جب تک گزرے گا نہیں دھوکہ نہیں کھلے گا، حضرت علیؓ فرماتے تھے لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو جاگ جائیں گے۔

پہلے ہی سے یہ سبق سمجھایا گیا کہ اسباب سے نہ ترقی ہے اور نہ کامیابی ہے جیسے چھوٹے بچوں کو پڑھایا جاتا ہے اور جب بڑے ہو جاتے ہیں تو ان کی تعلیم اور ہوتی ہے، انسانیت جیسے جیسے بڑھتی گئی ان کی تعلیم میں بھی اضافہ ہوتا گیا کیونکہ دنیا ترقی کرے گی اپنے اسباب کے لحاظ سے، تو دین کو بھی ترقی کرتے دکھایا آج جب کہ آخری زمانہ آ گیا اور دنیا ترقی کر رہی ہے تو دین بھی آخری درجہ کا دیا جو ہر حال میں کامیابی کا پورا ضامن ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اب یہ آخری کتاب اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو بھیجا لیکن سب کی بنیاد وہی ہے کہ کامیابیاں اللہ کے حکموں کے راستے سے ملے گی دوسرا کوئی راستہ کامیابی کے لئے نہیں ہے اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو علم اور ہدایت دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال بارش کے پانی کی طرح ہے جیسے بارش کا پانی صاف ستھرا پاک اور حیات لانے والا ہے (کہ بارش کا پانی جہاں پڑے گا کچھ نہ کچھ اگ جائیگا سمندر کے پانی سے کوئی چیز نہیں اگتی) ایسے ہی جو ہدایت دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اگر یہ نہیں ہے تو ہلاکت یقینی ہے۔

ہماری ہدایت کے لئے کلمہ کی تفسیر کے لئے قرآن پاک اور قرآن پاک کی تفسیر کے

لئے آپ ﷺ کو بھیجا اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ﴿ھدی للمتقین﴾ کہ قرآن شریف ہدایت ہے اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے اور یہ قرآن ہدایت ہے سارے عالم کے انسانوں کے لئے، آپ ﷺ سارے عالم کے رہبر ہیں اور آپ ﷺ کا رہبر قرآن شریف ہے کہ جب کوئی بات اگلی اوپر سے حکم آیا اور قرآن شریف نے راستہ بتایا کہ آپ یہ کیجئے۔

قرآن شریف ہدایت ہے اور ہدایت کا پورا سامان قرآن میں ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کیا کرنا ہے وہ قرآن میں دیکھو اور کیسے کرنا ہے وہ آپ ﷺ کی زندگی میں دیکھ لو، ورنہ بھٹک جاؤ گے اور جو بھٹک گیا وہ منزل پر نہیں پہنچ سکتا، اس لئے ہدایت کی فکر سب سے زیادہ ضروری ہے اپنے لئے اپنے متعلقین کے لئے، اپنے ماحول کے لئے اور سارے عالم کے لئے، کیونکہ آخرت میں دو میں سے ایک ٹھکانہ ہو جائے گا یا تو وہ جہنم میں جائے گا یا جنت میں، جنت کامیابی اور جہنم ناکامی۔ صرف موت تک اور قیامت تک انسان کو دنیا میں رہنا ہے اس لئے دنیا میں جتنے بھی اسباب ہیں، ان کا تعلق گذران سے ہوگا یعنی اسکے ذریعے سے گذر بسر ہوگا، اس میں رہیں گے، ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے، کامیابی کا کوئی تعلق ان سے نہیں ہے، کامیابی کا تعلق صرف اللہ کے احکام سے ہے۔

دنیا کے اس ساز وسامان کی وجہ سے اللہ کے بندے دو قسم کے ہو جائیں گے، ایک قسم وہ جو ان اسباب کے اندر سے کامیابی حاصل کرے گی حکم پورا کر کے اور ایک قسم دھوکہ کھانے والی کہ جس نے اسباب سے فائدہ اٹھایا اور فائدہ اٹھانے میں اپنی کامیابی سمجھی، یہ یقین خراب کریں گے عمل خراب کریں گے جذبات خراب کریں گے اور اللہ کا اور اس کے بندوں کا حق ماریں گے بلکہ اپنی ذات کا بھی حق ماریں گے اور جب یہ حق مارنے والے بن جائیں گے تو پھر ان اسباب سے کامیابی نہیں ملے گی بلکہ یہ اسباب ان کے لئے دوزخ کے سامان بنیں گے ﴿وما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور﴾ کہ دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں دھوکہ کا سامان ہے۔

دنیا دھوکہ کا سامان اس لئے بنی ہے کہ اس کا نفع سامنے ہے اور نقصان غیب میں ہے جیسے مچھلی کو کھانا نظر آتا ہے جال نظر نہیں آتی پرندے کو دانہ نظر آتا ہے جال نظر نہیں آتی اسی طرح انسان باطل کے نفعے کو دیکھتا ہے اپنی ہلاکت کو نہیں جانتا، وقتی طور پر فائدہ ہوگا اور انجام کے اعتبار سے ہلاکت ہوگی اس لئے غیب کے یقین کی دعوت ہے کہ جب غیب کا یقین ہوگا تو ایمان والا حق یقین والا اپنے یقین کی نظر سے اس ہلاکت کو اپنی آنکھوں کے سامنے گویا دیکھ رہا ہے۔

اور دین کا اور حق کا نقصان سامنے ہے اور نفع غیب میں ہے اسلئے آدمی حق پر چلنے سے گھبراتا ہے اور ڈرتا ہے کیونکہ نفع سامنے آیا نہیں اور رکاوٹیں سامنے آتی ہے، حضرت جی مولانا یوسف صاحب فرماتے تھے کہ حق کی ابتداء ناگواریوں سے ہوتی ہے اور انتہا کامیابیوں سے ہوتی ہے تو جب حق کو اپنے دل میں لیں گے اور لے کر چلیں گے تو ناگواری پیش آئے گی، نقصان ہوگا اور نقصان کا خوف ہوگا، یہ طے اور ممکن ہے، لیکن خدا کا حکم پورا کرنے کی وجہ سے جو نقصان ہوگا وہ نقصان نہیں ہے بلکہ قربانی ہے، نقصان وہ ہے جس کا کوئی فائدہ لوٹ کر نہ آئے، حق کے راستے میں جو نقصان آئے گا وہ بڑا معاوضہ لینے کے لئے ہے۔

ناگواریاں جو آتی ہیں وہ علاج کے لئے آتی ہیں جیسے بیماری کا علاج کر دوا کڑوی ہے پرہیز ہے کہ پہلے دشواری پھر آسانی ﴿ان مع العسر یسرا﴾ بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی آنے والی ہے اسلئے محنت کر کے اپنے اندر اس کے حق ہونے کا یقین پیدا کرنا ہے، کہ دین حق ہے اور دین پر جو اللہ کے فیصلے ہونگے وہ بھی حق ہے، جب محنت ہوگی تو اس کا یقین اترے گا، اس محنت میں اتنا چلنا کہ وہ مدد آجائے، جیسے اتنا کنواں کھودنا کہ پانی آجائے، پہلے مٹی آئے گی پھر آخر میں پانی آئے گا، یہ خزانے ہے اللہ کا اس میں مشین لگاؤ کچھ بھی کرو، اس خزانے تک پہونچ گے۔

اس لئے اس کام کے ساتھ محنت لگا دی گئی اور وہ محنت یہ ہے کہ آدمی جی کے خلاف اللہ

کے حکموں پر آ جائے کیونکہ اس صحت کی رکاوٹ آدمی کی جی کی چاہت ہوتی ہے۔ آدمی کا جی اور آدمی کا نفس چونکہ مادے سے تعلق رکھتا ہے اس لئے مادے کی ہر چیز کی طرف اس کا جی جائے گا اور گے گا تو دین کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنے جی کی چاہت کے خلاف اللہ جل شانہ کا حکم پورا کیا جائے، جب جی کی چاہت کے خلاف اللہ کے احکام پورے ہوں گے تو جی کی چاہتیں اور نفس کی خواہشیں قربان ہوں گی اور یہ جتنی قربان ہوں گی اتنا نور اندر میں بنتا چلا جائے گا، جیسے ایندھن جلاتے ہیں تو آگ روشن ہوتی ہے اسی طرح خواہشیں قربان کریں گے تو اندر میں ہدایت کا اور تقوے کا نور پیدا ہوگا۔

خواہشیں قربان کرنی پڑے گی، حاجتیں قربان نہیں ہوتی، حاجت تو پیدا ہوتی ہے اور اسے پورا بھی کیا جائے گا لیکن عام طور پر حاجتیں اعتدال پر نہیں رہتی اس لئے اس میں خواہشیں گھس جاتی ہے اس لئے شریعت آتی ہے اور بتلاتی ہے کہ یہاں تک ٹھیک ہے آگے ناجائز ہے، جیسے طبیب اصول بتائیں گے کہ یہاں تک کھانا ٹھیک ہے آگے صحت کے لئے مضر ہے تو ایسے ہی دین آتا ہے شریعت آتی ہے ورنہ لوگ غلو کریں گے یا حاجات کو پامال کریں گے۔

اور جب حاجت کو پامال کریں گے تو دین میں تنگی آئے گی اور تنگی اللہ نے دین میں رکھی نہیں ہے ﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ اس لئے کسی حاجت کو پورا کرنے کی ممانعت نہیں ہوگی، حاجت کو پورا کرنے کے طریقے بتائے جائیں گے اس لئے نبی بھیجے جاتے ہیں کہ کوئی آگے نہ بڑھے اور نہ پیچھے رہے، نبی بتائیں گے کہ کون سا کام کرنا ہے کیسے کرنا ہے اور کس نیت سے کرنا ہے تاکہ اس کا مکمل دین بنے، جو بندہ خواہشوں کو قربان کر کے اللہ کے حکموں کو پورا کرے گا وہ اللہ کا مخلص بندہ بن جائے گا۔

قرآن شریف اللہ کے فیصلوں کی کتاب ہے اس میں سب فیصلے ہے، یوں ہوگا، یوں ہوگا، یوں ہوگا اسکے خلاف نہیں ہوگا اس کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوگی، ہم آخرت والے ہیں اگر

ہماری آخرت بگڑتی ہے تو ہم اپنی دنیا کو لات ماریں گے، جن کی کوششیں آخرت سے ہٹی ہوں گی تو رونا کام ہوگا، نہ ان کی عبادت کام دے گی نہ ان کی سخاوت اور شہادت کام دے گی۔ اس لئے آپ ﷺ جو ہدایت اور جو احکام اللہ کی طرف سے لائے وہ حق ہے اس کا یقین پیدا کیا جائے کیونکہ جو چیز حق ہوتی ہے اس کا حق ہوتا ہے اور جب اس کا حق ادا کریں گے تو وہ چیز نفع دکھائے گی، دین ہماری کامیابی کے لئے دیا ہے اس سے دنیا کی برکتیں بھی دی جائے گی اور آخرت کی کامیابی بھی دی جائے گی اور ان دونوں باتوں کو حاصل کرنے کے لئے ہدایت بھی دی جائے گی، اس لئے اللہ کے وعدوں کا یقین کرنا ہے تاکہ کامیابی تک پہنچنے میں کوئی چیز آڑے نہ آئے۔

کامیابی اللہ نے دین میں رکھی ہے اور ناکامی بے دینی میں رکھی ہے، لیکن اللہ کی طرف سے جو کامیابی اور ناکامی آتی ہے وہ ایک دم نہیں آتی بلکہ آہستہ آہستہ آتی ہے، جس طرح بچپنا ختم کیا آہستہ آہستہ، جوانی لائے آہستہ آہستہ، جوانی ختم کر کے بڑھاپا لائے آہستہ آہستہ، اس لئے جو دین پر نہیں چل رہا وہ یہ نہ سمجھیں کہ کچھ نہیں ہو رہا، جو چاہے کرو، کیوں کہ ناکامی آہستہ آہستہ آتی ہے، اسی میں دھوکہ لگتا ہے، موقعہ دیتے ہیں پلٹنے کا توبہ کرنے کا، جب انسان کمزور ہو جاتا ہے تو نفس قوی ہو جاتا ہے، اور انسان گناہوں کی طرف چل پڑتا ہے، نماز نہیں پڑھتا حالانکہ اسے معلوم ہے کہ نماز فرض ہے، جب مسلمان حق سمجھ کر بھی گناہ میں پڑے گا تو اللہ ان کو دنیا میں نقد مصیبت دکھائیں گے، جیسے ڈاکٹر کہتا ہے کہ پرہیز کرو اگر نہیں کیا تو فوراً نقصان نظر آئے گا۔

حکموں کو توڑنے کی سزا

اس لئے جو لوگ اللہ کو بھول کر اور اس کے حکموں کو توڑ کر اور آخرت سے بے فکر ہو کر زندگی گزار رہے ہیں تو اللہ جل شانہ خود ان کی جان سے بے پرواہ بنا دیتے ہیں، ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم "تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جو جنہوں نے اللہ کے احکام سے

بے پروائی کی سو اللہ نے خود ان کی جانوں سے ان کو بے پروا کر دیا تو جو اللہ کو بھول جائیں گے ان کو یہ سزا ملے گی کہ یہ سب سے پہلے اپنے آپ کو بھول جائیں گے، کہ میری کامیابی کس میں ہے، میری ناکامی کس میں ہے، سزا کس میں ہے، انعام کس میں ہے، اپنے ہی مسئلہ کو بھول جائیں گے۔

جب یہ اپنی مصلحت کو اور اپنے نفع نقصان کو بھول جائے گا اور چلے گا تو اللہ اس کو چلنے دیں گے لیکن ساتھ ساتھ اپنی بات بھی سامنے لاتے ہیں کہ یہ حق ہے یہ ناحق ہے، مگر وہ اپنی غفلت میں چل رہا ہوتا ہے اور شیطان اس کی چیزوں کو ان کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے کہ جو تم کر رہے ہو وہی ٹھیک ہے، دوسروں کی غلط ہے، جو بات دعوت دے کر نصیحت کر کے ان تک پہنچتی ہے جب وہ اس کو نہیں لے تے تو پھر ان کو راہ پر لانے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں، کیوں کر لانا تو ہے، اللہ تو کسی کے لئے پسند نہیں کرتے کہ ہلاک ہو جائے، کوئی برباد ہو جائے، اس لئے پریشانیاں پیدا کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے پریشانیوں کو ان کے دلوں میں ڈالیں گے، اب دل پریشان؟ کھانا بھی ہے پینا بھی ہے، پیسہ بھی ہے سب کچھ ہے لیکن اندر پریشانیاں پیدا کی گئی کہ اب دلوں کو چین نہیں ہے، دلوں کا چین کھینچ لیا گیا جس طرح روح کھینچ لی جاتی ہے، اسی طرح جب دلوں سے اللہ کی یاد ختم ہو جاتی ہے تو اس کا چین بھی ختم کر دیا جاتا ہے، انہیں چین نہیں ملے گا، کوئی آدمی لاش کے پاس بیٹھے اس کو چین ملے گا؟ لاش کے پاس بیٹھو دل گھبراتا ہے، حالاں کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی، لاش ہے، مگر چین کے اسباب میں سے نہیں ہے، تو جب دل اللہ کی یاد سے، اللہ کے تعلق سے بے خبر ہو گیا تو یہ لاش ہے، اندر سے اصل چیز نکل گئی، اندر پریشانیاں بھریں گے، ناکام بنانے کے لئے، تا کہ پلٹ جائے، اگر پلٹ گیا تو کامیاب ہو جائے گا۔

لیکن بعضوں پر نہ چلنے کی وجہ سے اس کی عقل ماری جاتی ہے، تو عقل بھی صحیح مشورہ نہیں دیتی،

کیوں کہ اب عقل کے اوپر ہوس غالب ہو جاتی ہے، آدمی کی ہوس عقل پر چھا جاتی ہے، جس طرح بادل چھا جاتے ہیں، ایسے ہی جب پریشانی میں پھنستے ہیں تو ان کی عقل صحیح رہبری ان کو نہیں دے گی، تو وہ اپنی پریشانی کو دور کرنے کے لئے گناہوں کا راستہ اختیار کریں گے کہ میری پریشانی ختم ہو جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب لوگ اپنی پریشانیوں کا علاج اپنے گناہوں سے کریں گے تو اللہ ان کی پریشانی ختم نہیں کریں گے، بلکہ پریشانی کو نئی شکل دی جائے گی، اب دل کی پریشانی کو جن اسباب میں یہ زندگی گذار رہا ہے اس میں ڈالیں گے۔

پھر بھی اگر نہیں پلٹا تو اللہ مخلوق کو اس کے ساتھ بد اخلاق بنا دیں گے، کہ اب بیٹے بھی پریشان کرے، بیوی بھی پریشان کرے، پڑوسی بھی پریشان کرے، یہ اس لئے کرتے ہیں کہ پلٹ جائے، جیسے بکریوں کے پیچھے کتا لگا دیا کہ بکریاں مالک کے پاس آوے۔ اللہ میں بڑی طاقت ہے، مخلوق کو پیچھے لگا دیتے، ابھی جنت جہنم نہیں آئی وہ تو بعد میں ہے، دوزخ میں جانا تو آخری ناکامی ہے، اس کے بعد کوئی اپیل نہیں۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

آدمی پہلے غافل بنتا ہے پھر باغی بنتا ہے، اور باغی بن کر ہلاک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ یہ سب اس لئے کرتے ہیں تاکہ انسان توبہ کر لے، اور یہ سمجھے کہ اوپر سے کوئی اور کرنے والا ہے۔ اللہ اپنی قدرت سمجھا رہے ہیں، اور جب توبہ کر لے تو حالات صحیح ہو جائیں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو لوگ اپنا اور اللہ کا معاملہ صحیح کر لیں گے تو اللہ ان کا اور مخلوق کا معاملہ صحیح فرما دیں گے، ایک ہی قاعدہ ہے، زندگی گزارنے کا جو طریقہ آخرت میں کامیاب کر دے گا وہ دنیا میں بھی سکون دلائے گا، اور زندگی گزارنے کا جو طریقہ وہاں پھنسا دیگا وہ یہاں بھی مصیبتوں میں پھنسا دے گا، اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنا معاملہ اللہ سے صحیح بنا لو ایمان بنا کر، عبادت بنا کر، اخلاق بنا کر، ماحول بنا کر۔

اسباب اور حالات کو اللہ نے امتحان کے لئے بنائے ہیں اس لئے بدلتے رہتے ہیں، کبھی

بچپنا آیا، کبھی جوانی، کبھی بڑھاپا، کبھی بیماری، کبھی تندرستی، کبھی سردی کبھی گرمی، کبھی تنگی کبھی فراخی آئی، حال بدلتا رہتا ہے لیکن احکام نہیں بدلیں گے، کامیابی کا راستہ نہیں بدلے گا، پہلے حالات پیدا ہوتے ہیں پھر حکم آتا ہے، اب آدمی امتحان میں آ گیا، اگر حکم توڑا تو پھر اور زیادہ امتحان میں ڈالا جائے گا۔

جب آدمی اپنے اسباب میں اور حالات میں حکموں والا رہا تو کامیاب، اگر حکم چھوٹ گئے تو کوئی سبب کوئی حال کامیابی نہیں دلا سکتا، اس لئے حال ٹھیک کرنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ دین بنانے سے کام بنے گا، جب دین ہے اور اسباب نہیں ہے تو کامیاب اور اگر دین نہیں ہے تو اسباب کے ہوتے ہوئے بھی ناکام، جب دین نہیں رہے گا تو خواہشیں رہ جائے گی، اس کا کوئی رہبر نہیں، نفس رہبر بنا ہوا ہے، اس کا نفس تقاضہ کرتا رہے گا اور اسباب سے خواہشیں پوری کرے گا، حقوق ادا نہیں کرے گا، جو اللہ کے احکام ہیں وہ پورے نہیں کرے گا، اور جب حکم پورے نہیں کرے گا تو اللہ کی قدرت اس کے خلاف ہو جائے گی اور انسان ناکام ہوگا۔

کامیابی اور ناکامی اللہ کے ہاتھ میں ہے، مصیبتیں اور راحتیں اللہ کے ہاتھ میں ہے، جو چیز جہاں سے مل رہی ہے وہ اس میں بنتی نہیں ہے، صرف نکل رہی ہے، ظاہر ہو رہی ہے، لیکن آتی کسی اور جگہ سے ہے، زمین اللہ کے خزانے کو ظاہر کرنے کے لئے ہے بنا نہیں رہی، بنانے والا تو اللہ ہے، جو چیز اللہ کی قدرت سے بن کر آ رہی ہے اس کا نفع اور نقصان بھی اللہ اپنی قدرت سے دیں گے

یہ اللہ کا قانون ہے کہ جس حال میں اور جن اسباب کے اندر ہم ہیں اس میں رہ کر اللہ کے حکموں کو توڑا تو اللہ برکتیں کھینچ لیں گے، اسباب نہیں چھینے، برکتیں کھینچ لیں گے جیسے کرنٹ کھینچ لیا کر پنکھا لائٹ سب کچھ ہے لیکن کرنٹ نہیں ہے، جسم چاہے کتنا بھی بڑا ہو لیکن اگر اس کے اندر جان نہیں ہے تو بیکل ہے، اسی طرح اللہ شکلوں کو بیکل کر دیتے ہیں، برکتیں ختم اور ضرورتیں بڑھا دی جائے گی، اب انسان کی پریشانی بڑھ جائے گی، حالاں کہ اللہ کے حکموں کو توڑا تھا حالات اچھے بنانے

کے لئے، لیکن حکموں کو توڑنے کی وجہ سے اور حالات بگڑ گئے۔

جس طرح چیزوں کے چلانے میں اللہ نے نظام اپنے کنٹرول میں رکھا ہے آسمان کو، زمین کو، چاند کو سب کو، اسی طرح ہمارے حالات کو بنانے کا کنٹرول بھی اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، آدمی حالات نہیں بنائے گا، بچپن، جوانی، بڑھاپا، غریبی، مالداری کس نے بنائی؟ ضرورتوں کا پورا ہو جانا یہ کامیابی نہیں ہے، ضرورتیں تو پوری ہوگی پھر کھڑی ہو جائے گی، بھوک لگی کھانا کھایا پھر بھوک لگے گی، کھانا کھالیا تو کامیاب اور بھوک لگی تو ناکام، کپڑے بنالئے تو کامیاب اور پرانے ہو گئے تو ناکام، ضرورتیں تو پوری ہوگی مگر پھر کھڑی ہو جائے گی، اور یہ تو جانور بھی پوری کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اسباب کوئی نہیں۔

حال امتحان کے لئے ہے اور دین کامیابی کے لئے ہے، یہ ترتیب اللہ کے نبیوں نے بتائی ہے، حال ٹھیک کرنے سے کام نہیں ہوگا بلکہ دین بنانے سے کام بنے گا، کامیابی عمل کے آخر میں آتی ہے بیچ میں نہیں آتی، جب تک عمل کا کاروبار چلتا رہے گا اس کو ناکامی بھی نہیں آئے گی، جب اس کے عمل کا دائرہ ختم ہوگا اب اس کو اپنی ناکامی نظر آئے گی، اس انجام اور نتیجے کو جاننے کے لئے غیب کا یقین کرنا ضروری ہے، جب غیب کا یقین ہوگا تو ایمان والا اپنے یقین کی نظر سے اس حالات اور انجام کو گویا اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہے۔

اللہ جل شانہ نے ہمیں احکامات دیئے اور ان احکام پر اپنے وعدے کئے کہ میں یہ یہ کروں گا، یعنی جتنے اچھے اچھے حالات آدمی کی تمنا میں رہتے ہیں ان تمام اچھے حالات کا اللہ جل شانہ پہلے ہی وعدہ کر چکا ہے، ہم آپ کو یہ یہ حالات دیں گے جن کی تم تمنا کرتے ہو، اس کے لئے دو باتیں ہیں، ایک تو یہ کہ بندوں کے ذمہ کچھ شرطیں اللہ نے قائم فرمائی ہے اگر یہ شرطیں پوری ہوگی تو ہم وعدہ پورا کریں گے جیسے بازار میں لین دین ہوتا ہے کہ کچھ دو اور کچھ لو ایسے ہی اللہ سے ہمارا معاملہ

ہے۔ایاک نعبد و ایاک نستعین' اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے اعانت کی درخواست کرتے ہیں۔خدا کی مدد خدا کی عبادت کے راستے سے آئے گی،باقی جو ہو گا وہ گزارے کا ہو گا،کافر کو بھی مل جاتا ہے،لیکن وہ مدد نہیں ہے۔دنیا میں دو راستے چلتے ہیں،ایک چیزوں والا راستہ،دوسرا حکموں والا راستہ،حکموں والا جو راستہ ہے وہ اللہ سے کامیابی لینے کا یقینی راستہ ہے،ہر چیز اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے،اور اللہ کی قدرت حکم پورا کرنے والوں کے ساتھ ہے لہذا حکم پورا کرنے والے اللہ کی قدرت سے کامیاب ہو جائیں گے۔

اگر اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانا ہے تو پھر زندگی کو یعنی جان اور مال کو حکموں کے مطابق استعمال کرنا صحیح یقین کے ساتھ اسی کا نام ہدایت ہے،پہلے ہدایت ملے گی پھر کامیابی ملے گی،انسان جس حال میں بھی ہے اس حال میں اللہ کا حکم پورا کرے گا تو اللہ جل شانہ دنیا میں حکموں کی برکتیں دیں گے اور آخرت میں بدلہ دیں گے،دنیا میں حساب سے دیں گے اور اس کا حساب دینا پڑے گا،اور آخرت میں بے حساب دیں گے۔

'من عمل صالح من ذكر او انثىٰ وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة' (سورۃ نحل،رکوع ۱۳) جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ہم ان کو بالطف زندگی عطا کریں گے اور 'ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيامة اعمىٰ' (سورۃ طٰہٰ،رکوع ۷) جو ہمارے حکم سے اعراض کرے گا ہم اس کی زندگی کو تنگ کر دیں گے اور قیامت میں اس کو اندھا اٹھائیں گے (کہ ہمارے حکم سے آنکھیں بند کر لی تھی) لہذا جو اللہ کے حکم کو پورا کرے گا تو اللہ کی قدرت اور اللہ کی طاقت اس کے ساتھ ہو جائے گی،اور ہر حال میں کامیاب ہو گا،اور اگر اللہ کی قدرت ہمارے خلاف ہو گی تو ہر حال میں ناکام ہو گا۔

☆

اللہ کے خزانہ سے لینے کے دو راستے

اللہ جل شانہ نے اپنے خزانہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے دو راستے بتائے ہیں، ایک راستہ مقدر والا جو انسانوں کو بھیجنے سے پہلے ہی اسباب (ذریعہ) بنا کر پھیلا دیا، چیزوں اور شکلوں والا یہ راستہ انسانوں کی آزمائش اور امتحان کے لئے ہے، یہ راستہ اللہ کی سنت کہلاتا ہے، اور اس راستے سے لینے کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے، اور دوسرا راستہ قدرت والا کہ اس راستہ میں اللہ کے وعدوں کے یقین کے ساتھ اعمال پر محنت کرنی پڑتی ہے، جس کو انسان کے زمین پر بھیجنے کے بعد نبیوں کے ذریعہ بھیجا، جو سو فی صد کامیابی دلانے والا ہے۔

ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے والے راستے کے اسباب کو شکلیں ملی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے انسان کو وہ نظر آتا ہے، اور اس کے اندر سے چیزیں نکلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، اور دوسرے والے راستے کے اسباب کو اس عالم میں شکلیں نہیں ملی۔ (دوسرے عالم میں شکلیں دی جائے گی) اس وجہ سے نظر نہیں آتے، اور اسی وجہ سے نبیوں کی زبانی ان کی خبر دلائی، اور ان پر وعدے کئے، نظر آنے والے اسباب پر اللہ کا کوئی وعدہ نہیں۔

اب جو انسان اللہ کے وعدوں کو سچ یقین کر کے جس عمل کو جس طرح کرنے کے لئے آپ ﷺ نے بتایا ہے اسی کے مطابق اس عمل کی شکل بنائیں گے تو اب اللہ جل شانہ اپنا وعدہ ظاہر فرمائیں گے، ورنہ بغیر یقین (یعنی ایمان) کے جتنے بھی عمل کر لے، اللہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گا، اور جس عمل پر دنیا کے وعدے ظاہر نہیں ہوئے بھولوک اس عمل پر آخرت کا کیا ہوا وعدہ بھی پورا نہیں ہوگا، اللہ جل شانہ کے کئے ہوئے وعدوں کا ہمیں علم تو ہے لیکن وعدوں کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے اعمال کا کرنا ہمیں مشکل نظر آتا ہے، اور اسباب کی طرف ہم چل پڑتے ہیں، کیوں کہ وہاں سے ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے، لیکن یہ راستہ ناکامی والا ہے۔

اللہ جل شانہ نے جتنی بھی مخلوق بنائی ہے چاہے اسباب ہوں یا اعمال ہوں یا حالات ہوں جن میں سے کچھ نہ کچھ نکل رہا ہے جیسے اسباب میں زمین میں سے غلہ اور سبزیاں، پیڑ میں سے پھل، مدھو مکھی کے چھتے میں سے شہد، جانور اور انسان میں سے دودھ وغیرہ، یہ سب چیزیں صرف ان میں سے نکل رہی ہے ان میں بن نہیں رہی، جیسے ٹیلی ویژن کے ڈبے میں سے پروگرام نکل رہے ہیں بن نہیں رہے، پروگرام آتے ہیں سٹوڈیو سے، لیکن آتا ہوا دکھائی نہیں دیتا، اسی طرح ان اسبابوں میں سے جو کچھ نکل رہا ہے وہ اس میں بن نہیں رہا، بلکہ اللہ کے عرش سے جڑا ہوا جو اللہ کا لامحدود خزانہ ہے وہاں سے فرشتے لے کر آرہے ہیں، لیکن لاتے ہوئے دکھائی نہیں دیتا، اسباب میں سے چیزوں کا نکلنا یہ امتحان ہے کہ ہمارا یقین کیا ہے؟ چیزوں میں سے نکلنے کا یقین ہے یا چیزوں کو ذریعہ بنا کر اللہ جل شانہ خود چیزیں بنارہے ہیں، جیسے ماں کے پیٹ میں جو بچہ بنتا ہے اسے کون بناتا ہے، انسان کے اعضا کہاں سے آتے ہیں، انسان تو صرف ذریعہ ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ چیزوں میں سے چیزیں نہیں نکلتی بلکہ اس کے اندر جو اللہ کا امر ہے اس کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے، ورنہ جب اللہ زمین میں سے اپنا حکم کھینچ لیتے ہیں تو زمین میں سے غلہ نہیں نکلتا، پیڑ پر پھل نہیں آتے، مائیں بچے نہیں دیتی، اللہ تو بغیر اسباب کے کچھ بھی بنانے پر قادر ہے، دنیا میں جتنی بھی مخلوق نظر آرہی ہے یا نہیں آرہی سب کو بغیر نمونے کے اور براہ راست بنایا، کہ بغیر انسان کے انسان بنایا، بغیر زمین کے زمین بنائی، بغیر آسمان کے آسمان بنایا، دنیا میں ہر پہلی چیز بغیر نمونے کے بنائی، ماں کے پیٹ میں جو بچہ بنتا ہے وہ بھی اللہ جل شانہ براہ راست بناتے ہیں اور بچہ کی تمام ضرورتیں ہوا، کھانا، پانی، خون وغیرہ سب اللہ کے خزانے سے براہ راست آتا ہے، جو آتا ہوا ہمیں دکھائی نہیں دیتا، جیسے ٹیلی ویژن کا پروگرام آتا ہوا ہمیں دکھائی نہیں دیتا، حالاں کہ تمام انسانوں کے بدن میں روح وغیرہ اللہ براہ راست اپنے خزانہ سے بھیجتے ہیں، اگر کھانے کی چیزوں سے

خون بناتو ڈاکٹر بنا لیتے، جس طرح انڈے میں جو بچہ بنتا ہے اس میں تمام اعضاء خون وغیرہ اللہ براہ راست خود بناتے ہیں، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو خود بنایا۔

یہ چیزوں میں سے جو چیزیں بن کر آ رہی ہے یہ تو صرف اللہ کے خزانے سے چیزیں بھیجنے کے برتن ہیں، ورنہ جنت میں کوئی اسباب نہ ہوں گے، بلکہ درخت سونے چاندی کے ہوں گے، جس چیز کو انسان استعمال کرے گا فوراً اس کی جگہ دوسرا بن جائے گا، دنیا میں ہمیں بھیجا ہی اس لئے ہے کہ ہمارا امتحان لیا جائے، کہ چیزوں سے ہونے کا یقین ہے یا اللہ کی ذات سے ہونے کا یقین ہے؟ چیزوں سے ہونے کا یقین نکل جائے اور ایک اللہ سے ہونے کا یقین آجائے اسی کا نام ایمان ہے، اور اسی ایمان کے بدلے جنت ملے گی، اور یہ یقین بغیر محنت کے نہیں بنتا۔

قبر میں سوال وجواب

اور اسی کے بارے میں قبر میں سب سے پہلا سوال یہی ہوگا کہ اس برزخ میں تمہاری ضرورتیں کیسے پوری ہوگی "من ربک" یعنی تم یہاں کیسے پلو گے؟ تو اگر دنیا سے عالم برزخ میں "لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" والا یقین سیکھ کر اور بنا کر اور بچا کر لے گیا تو جواب دے سکے گا کہ ساری ضرورتیں اللہ براہ راست پوری کرے گا کہ اس نے روزی دینے کا وعدہ کیا ہے۔

اب دنیا میں ہمیں جس چیز کی بھی ضرورت پڑے گی اس کو براہ راست اللہ جل شانہ سے لینے کے لئے نبیوں کے ذریعے اعمال دے، اور اس پر کام بنانے کے وعدے کیے، کیوں کہ جس طرح چیزوں سے ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے اس طرح اعمال سے ہوتا ہوا نظر نہیں آتا، اس لئے چیزوں کا صرف تجربہ کرا دیا اور اعمال سے کام بنانے کا وعدہ کیا، اور اعمال کو اختیار کرنے کا حکم کیا، اسباب اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا، اگر کھیتی کرنے کا حکم دیا ہوتا تو تمام ایمان والوں کو کھیتی کرنی پڑتی، دکان کھولنے کا حکم کیا ہوتا تو سب کو دکان کرنی پڑتی، ہاں جائز اور حلال اسباب اختیار کر سکتے ہیں، لیکن جس طرح

کرنے کا حکم دیا اسی طرح (اور اس یقین کے ساتھ کہ ان سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ ان کو ذریعہ بنا کر اللہ ہی کام بناتے ہیں ان اسباب میں حکم پورا کرنے کی وجہ سے) اور ان اسباب کے ذریعے جو بھی ملے گا صرف مقدر کا (چاہے ملے چاہے نہ ملے) کیوں کہ ان سے کام بنانے کا اللہ کا وعدہ نہیں۔ لیکن اعمال کے اوپر جو وعدے کئے ہیں وہ تو سو فی صد پورے ہوں گے، لیکن عمل کو نبی ﷺ نے جس طرح کر کے بتایا اسی طرح اس یقین کے ساتھ کرنا پڑے گا کہ اس عمل پر اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔

آپ ﷺ کی پوری اطاعت یعنی جو کرنے کو کہا اس کو کرنا اور اتباع یعنی جس طرح کرنے کو کہا اسی طرح اس یقین کے ساتھ کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ سچ اور حق ہے اور اسی میں میری کامیابی ہے، اس یقین کے ساتھ عمل کو پورا کرنا اسی کا نام اسلام ہے، کہ اتباع روح ہے اور اطاعت روح کی شکل ہے، آپ ﷺ کی اطاعت کا تعلق یقین سے ہے اور اتباع کا تعلق جسم سے ہے۔

انسان کے اوپر جو بھی حالات آتے ہیں آزمائش کے لئے امتحان کے لئے تو ان حالات کو دور کرنے کے لئے اللہ نے اعمال نام کے امر کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے، تو اب انسان کے دل میں جس چیز سے حالات کو دور کرنے کا یقین ہوگا یہ اس کو اختیار کرے گا، بس اسی بات سے فیصلہ ہو جائے گا کہ یہ آپ ﷺ کی خبروں پر ایمان یعنی یقین رکھتا ہے یا دنیا میں پھیلی ہوئی چیزوں اور شکلوں پر؟ جس کا انسان کو تجربہ ہے اس پر یقین رکھتا ہے، جن کے دلوں میں اللہ کی ذات سے ہونے کا یقین نہیں ہوتا تو وہ اپنی ہر حاجت کے آنے پر اور ہر حالات کے مسئلہ کے حل کے لئے چیزوں اور شکلوں کو اپناتا ہے، جس کی وجہ سے ذلت، تکلیف، پریشانی اور بیماری میں گھرتا چلا جاتا ہے، اور دن بدن یہ اللہ کی ذات سے اور اس کی قدرت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، کیوں کہ اس نے اپنے مسئلہ کے حل

کے لئے جو راستہ اپنایا ہے یا انسانی تجربوں والے اسباب ہیں، جنہیں اللہ نے ہمارے امتحان کے لئے بنایا ہے۔

اور ایک طرف آپ ﷺ کی خبروں والے اسباب ہیں، وہ اعمال ہیں جن پر اللہ نے کامیابی کا وعدہ کر رکھا ہے، اگر ہمارے اندر ایمان یعنی اللہ ہی سے ہونے کا یقین ہوگا تو ہم حالات کے آنے پر ان کو دور کرنے کے لئے جو اعمال ملے ہیں اسی کو اختیار کریں گے، جس کے ذریعہ ہماری ہر ضرورت پوری ہوگی، اور اسی کے بارے میں قبر میں دوسرا سوال ہوگا کہ یہاں برزخ میں تمہاری ضرورتیں پورا ہونے کا کونسا طریقہ ہوگا، 'ما دینک' جواب دے سکیں گے کہ اعمال رسول ﷺ یعنی اسلام کے اعمال جن پر اللہ نے وعدے کئے ہیں، دنیا، برزخ اور آخرت کی ہر ضرورت پورا کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے، تو جب دنیا میں اس کے وعدے پورے ہوئے تو یہاں بھلا کیسے پورے نہیں ہوں گے۔

پھر تیسرا سوال ہوگا کہ ایمان اور اعمال کو حاصل کرنے کی محنت تجھے کس نبی نے بتائی تھی؟ 'من نبیک' تو جب دنیا میں اس طرح کے ایمان اور اعمال بنا کر لے گیا ہوگا تو جواب دے گا کہ محمد ﷺ نے پھر آپ ﷺ سے ملاقات کروائی جائے گی، جس طرح انٹرنیٹ کے ذریعہ ایک دوسرے سے ملاقات کرائی جاتی ہے۔

اللہ کی ایمان والوں کو دعوت

اسلئے اس یقین کو سیکھنے کی اور بنانے کی خود اللہ جل شانہ نے بار بار دعوت دی ہے اور تاکید کی ہے کہ 'اے ایمان والو ایمان لاؤ' 'اے ایمان والو پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ' یا ایھا الذین کے ذریعہ جتنی بھی دعوت دی ہے وہ سب کی سب ایمان والوں کو دعوت دی گئی ہے۔ اللہ جل شانہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانے کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والا یقین بنانا

سب سے پہلی شرط ہے۔ اس لئے اتنی محنت کرنا کہ اللہ کے وعدوں کا یقین ہمارے دلوں میں اتر جائے، اتنی محنت کرنا کہ ایمان ہمیں اللہ کے فرضوں پر کھڑا کر دے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیز دل سے نکال دے۔

حضرت زید بن ارقمؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا، کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص کی علامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حرام کاموں سے روک دے، طبرانی شریف۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پہلے ایمان سیکھا ایمان کے راستے میں چل پھر کر، کہ اتنا خوف اپنے اندر پیدا کیا جو حرام سے بچا دے، اور اتنا تعلق اللہ سے پیدا کیا کہ اللہ کے فرضوں پر کھڑا کر دے، خوف اللہ کے حکموں پر چلاتا ہے کہ میرے اللہ کا حکم ہے اور اس کے پیچھے سارے انعامات اور ساری برکتیں ہیں، اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے بچاتا ہے کہ اس کے پیچھے سارے عذابات ہے۔

حکموں والے راستے سارے کے سارے جنت میں لے جائیں گے، اور خواہشات والے راستے سارے کے سارے جہنم میں لے جائیں گے، لیکن جنت کو اللہ نے ناگواریوں سے ڈھانپ دیا ہے، اس لئے جنت کے راستے کڑوے لگتے ہیں، اور جہنم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا ہے اس لئے جہنم کے راستے میٹھے لگتے ہیں، کہ نماز ہو رہی ہے اور ہم سو رہے ہیں کیوں کہ نیند میٹھی لگی اور نماز کڑوی لگی، اس لئے کہ ہم نتیجے سے بے خبر ہیں۔

حالاں کہ تمام مسائل کا حل اللہ جل شانہ نے نماز میں رکھا ہے، جب آپ ﷺ کو معراج میں بلایا تو تمام چیزوں کے خزانے بتائے گئے، اور ضرورت پڑنے پر ان چیزوں کو زمین پر اتارنے کے لئے نماز عطا کی، جب آپ ﷺ معراج سے نماز کا تحفہ لائے تو صحابہؓ جھوم اٹھے کہ اب تمام مسئلوں کا حل مل گیا، اور اسکے بعد جو بھی حالات آئے نماز ہی کے ذریعہ حل کرائے، جن کے قصے مشہور ہیں۔

نماز

جن کو نماز پڑھنی آگئی اس کے سارے کام مصلے سے بن جائیں گے، نماز میں سیدھے اللہ سے لیتے رہنے کا انتظام موجود ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ نماز پر محنت کر کے نماز کو احسان کے درجہ تک پہنچا دیا جائے، اس کے لئے ایک محنت تو نماز کے ذریعہ کلمہ والا یقین تازہ ہوتا رہے، جس کی مختصر الفاظ "اللہ اکبر" یعنی تکبیر تحریمہ کے ذریعہ یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔

دوسری محنت سر سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک کو اللہ کے حکم اور آپ ﷺ کے طریقہ کے مطابق استعمال کرنے کی مشق کی جائے، چنانچہ نماز میں بدن کے ایک ایک حصہ کے استعمال کی کئی کئی شکلوں کے احکام دیئے گئے، مثلاً آنکھوں ہی کو لے لو کہ قیام میں سجدہ کی جگہ، رکوع میں پنجوں پر، سجدہ میں ناک پر، جلسے میں ہاتھوں پر یا گود میں، اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر، یہاں تک کہ حروف کے مخارج کے ذریعہ زبان، ہونٹ، مسوڑھے، دانت اور حلق کی ابتداء، بیچ اور آخری حصہ تک کی مشق کرائی گئی، تو جتنی ان سب باتوں کی رعایت کے ساتھ نماز ادا کی جائے گی اتنی ہی نماز احسان کے درجہ تک پہنچتی رہے گی، احسان یہ ہے کہ اللہ اکبر سے لے کر سلام پھیرنے تک اللہ کے سوا کسی چیز کا دھیان نہ آنے پائے، نماز پر محنت کر کے زندگی کی ترتیب اور بدن کے استعمال کو صحیح کرنے کی مشق کی جائے

نماز اس صفت کا نام ہے جو اللہ کو ساری صفات میں سب سے زیادہ پیاری اور محبوب ہے، اور کلمہ طیبہ میں اسی صفت والا بننے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اسی لئے کلمہ کو عہد نامہ یا اقرار نامہ قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ اقرار یا عہد دل سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے دل کے اندر کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے عمل کی ضرورت ہے جسے دیکھ کر پہچان سکے کہ یہ انسان ہم سے ایک صفت سے متصف ہے، اور وہ صفت یہ ہے کہ آدمی کی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں یعنی جسم کا ایک ایک حصہ ہر حال

میں اللہ کی منشاء اور آپ ﷺ والی شکل پر استعمال ہونے لگے چاہے وہ عبادت ہو یا معاشرت، کھڑا ہو یا بیٹھا، جاگتا ہو یا سوتا، اپنوں میں ہو یا بیگانوں میں، گھر پر ہو یا سفر میں، پیدل ہو یا سواری پر، تنگی میں ہو یا فراخی میں، حاکم ہو یا محکوم، آقا ہو یا غلامی میں، کوئی حالت اسے اللہ کے حکم اور آپ ﷺ کی تابعداری سے نہ روک سکے، ان ساری صفات کا جامع نام **نماز** ہے۔

اس لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ نماز پوری زندگی کے سارے اوقات اور ہر حال اور ہر عمل میں جاری اور پھیلی ہوئی ہے، اور اللہ جل شانہ نے ان جامع صفات کو نماز کے حکم میں جمع کر دیا اور دن رات میں پانچ وقت اس کی ادائیگی فرض قرار دے دی، تا کہ ایک طرف صفت نماز والی زندگی کی مشق ہوتی رہے، دوسری طرف شان اسلام کا جز و ہو کر غیر مسلموں کے لئے کشش کا ذریعہ بنتی رہے، حقیقت میں اللہ جل شانہ کی طرف سے ہر مسلم سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے نماز والی صفت پر قائم رہے، صرف یہ نہیں کہ مسجد میں نمازی اور باہر بے نمازی، نیت باندھی تو نمازی اور سلام پھیرا تو بے نمازی۔

حضرت جی مولانا یوسف فرماتے تھے کہ جس نماز میں خشوع اور خضوع نہ ہو، گریہ وزاری نہ ہو اور صحیح نیت نہ ہو تو شیطان ایسی نماز سے نہیں روکتا، اور نہ اس کو اس کی فکر ہے، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ نماز جس میں یہ باتیں نہ ہو خود اس کو خدا ور کر دیا، مجھے محنت کی کیا ضرورت ہے، وہ "الذین ضل سعیهم فی الحیاۃ الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا" والا معاملہ ہوگا، یعنی وہ لوگ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں اکارت گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب کام کر رہے ہیں، شیطان تو اس نماز کے پیچھے پڑے گا جس میں حضور ﷺ والا طریقہ عمل میں لایا جائے، ایسی نماز میں شیطان آئے گا جیسے آدم کے پاس آیا تھا اور ڈرائے گا کہ تم نے اللہ کا حکم پورا کیا تو تمہارا عیش ختم ہو جائے گا تمہارے ہاتھ سے جنت جاتی رہے گی وغیرہ تو اس کا توڑ یہ ہے کہ انسان اللہ کا حکم

پورا کرنے کو اپنا موضوع بنا لے، جیسے ابتدائے اسلام میں کوئی اسلام لاتا تھا تو کہتا تھا یا رسول اللہ ﷺ "انی ابایعک علی الاسلام" کہ میں اسلام پر آپ سے بیعت کرتا ہوں، یعنی میں اسلام کے حکموں پر بک گیا، اب نہ جان میری اور نہ مال میرا، خدا اور رسول جیسا چاہیں گے یہ دونوں استعمال ہو نگے۔

علم

مسجد کے اندر ممبر وہ مقام ہے جہاں سے خطیب یا مقرر لوگوں کو علمی باتیں سناتے ہیں کہ علم صحیح حاصل ہو، تو گویا مرتبہ علم اور درجہ علم کی ترجمانی کے لئے اور اس کی وجاہت کے لئے ممبر ہے، اور عمل میں اعلا ترین عمل اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور کامل ترین عمل نماز ہے اور اس کے لئے مصلہ ہے، (یعنی علم اوپر ہے اور عمل نیچے ہے) معلوم ہوا کہ ممبر سے علم کا تعلق ہے اور مصلے سے عمل کا تعلق ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علم اور عمل کا جوڑ درحقیقت زندگی ہے، یہی وجہ ہے کہ انسانی بدن کے اوپر کا حصہ درحقیقت علماء کی بستی ہے، اس لئے کہ کان، آنکھ اور زبان سب کا کام علم کی ترجمانی ہے، تو اوپر گویا علماء آباد ہیں اور نچلے حصہ میں عاملین یعنی عمل کرنے والے افراد کی بستی ہے، اوپر علم اور نیچے عمل ہے، بیچ میں درمیانی کڑی گردن ہے، اس لئے جب جانور ذبح کیا جاتا ہے تو اس کی گردن کاٹی جاتی ہے، جس میں حکمت یہ ہے کہ اس کے علم و عمل میں جدائی ہو جائے جو موت سے تعبیر ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ زندگی کی روح درحقیقت علم و عمل کا جوڑ ہے، اور عمل، علم سے منقطع ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ موت طاری ہو گئی، اس لئے علم اور عمل کا رابطہ، حیاۃ اور زندگی کے لئے لازم ہے، درحقیقت یہ وہ علم ہے جو انبیاء اللہ کی طرف سے لائے ہوئے ہیں، جو روحوں کی پیاس اور انسان کے اندر کے آتما کی تسکین کا سامان ہے اور گارنٹی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں، "بے علم نتواں خدا را شناخت" یعنی بے علم انسان اپنے پروردگار کو نہیں پہچان سکتا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ علم ایک روشنی ہے اس کے برعکس جہالت اندھیرے کے مانند ہے، جس طرح روشنی کے بغیر راستہ نظر نہیں آتا اسی طرح علم کے بغیر انسان کو شریعت کے راستے کا پتہ نہیں چلتا، اسی لئے ضروریات دین کا علم حاصل کرنا انسان پر فرض کیا گیا، "طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة"۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تین طرح کے اعضا بنائے ہیں (۱) اعضاء علم (۲) اعضاء عمل (۳) اعضاء مال، اعضاء علم یعنی علم حاصل کرنے کے اعضاء جیسے کان، آنکھ اور دماغ، ان تینوں راستوں سے انسان علم حاصل کرتا ہے، کچھ سن کر حاصل کرتا ہے مثلاً چھوٹا بچہ زبان سیکھتا ہے وہ پڑھ کر تو نہیں سیکھتا، بلکہ ماں باپ جس زبان میں بولتے ہیں بچہ وہی زبان بولنا شروع کردیتا ہے، اسی طرح کچھ علم انسان دیکھنے کے راستے سے حاصل کرتا ہے، اور کچھ سوچ بچار سے حاصل کرتا ہے، گویا سماعت، بصارت اور عقل، علم حاصل کرنے کے تین ذرائع ہیں۔

اعضاء کی دوسری قسم اعضاء عمل کہلاتی ہے، یعنی انسان کے وہ اعضاء جو عمل کرتے ہیں جیسے ہاتھ اور پاؤں۔ اعضاء کی تیسری قسم اعضاء مال کہلاتی ہے، جیسے پھیپھڑا، معدہ وغیرہ جن میں خون ہوتا ہے، گویا یہ مال ہے جو ان اعضاء میں جمع ہے، اگر یہ مال غذا یا خون کسی عضو میں جمع ہی رہے اور آگے نہ نکلے تو تعفن (انفیکشن) پھیل جاتا ہے، معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس مال جمع رہے خرچ نہ ہو تو وہ بھی فساد کا باعث بنے گا۔

قرآن پاک جب نازل ہوا اور سب سے پہلی وحی جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی اس کا سب سے پہلا لفظ "اقـــرا" تھا جس کا مطلب ہے پڑھ، جس سے پتہ چلتا ہے کہ پڑھنا یا علم حاصل کرنا دین اسلام میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے، علم اور معلومات میں فرق ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ علم وہ نور ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد اس پر عمل کئے بغیر چین نہ آئے

ورنہ وہ تمام خبریں جو انسان کے دماغ میں تو موجود ہوں مگر عمل میں نہیں تو وہ معلومات کہلائے گی، اسی لئے شریعت مطہرہ میں علم نافع مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے درخت بغیر پھل کے، ایک بزرگ کا قول ہے کہ علم، عمل کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اگر مل جائے تو علم داخل ہو جاتا ہے، ورنہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتا ہے۔ علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے۔ جس طرح چراغ، جلائے بغیر روشنی نہیں دیتا، علم بھی عمل کے بغیر روشنی نہیں دیتا، علم وہ نور ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد اس پر عمل کئے بغیر سکون نہیں آتا اور اگر عمل کے بغیر سکون آگیا تو یہ نور نہیں بلکہ وبال ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بے عمل صوفیوں کو کتے کے ساتھ اور بے عمل علماء کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دی ہے بےعلم باعمل کے بارے میں فرمایا "فمثله كمثل الكلب" اور بنی اسرائیل کے بے عمل علماء کے بارے میں فرمایا "مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا" ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس کے اوپر بوجھ لدا گیا ہو۔

حسن اخلاق

جاننا چاہیئے کہ حسن اخلاق سید المرسلین سرکار دو عالم ﷺ کی صفت ہے، اور صدیقین کی صفت اور افضل ترین عمل ہے، یہ حقیقت میں نصف دین ہے، متقین کے مجاہدے اور عابدین کی ریاضت کا ثمرہ ہے، برے اخلاق سم قاتل ہے، ان کے دامن میں ذلت و خواری اور رسوائی ہے یہ اللہ سے دور کرتے ہیں اور شیطان سے قریب کرتے ہیں، اس آگ کے دروازے ہیں جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے "نار الله الموقدة التي تطلع على الافئدة" (پارہ ۳۰ رکوع ۱۴) وہ اللہ کی آگ ہے جو (اللہ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے جو کہ (بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی۔

اخلاق حسنہ جنت کے کھلے دریچے اور تقرب الٰہی کے وسائل ہیں، اخلاق خبیثہ دلوں کے

امراض اور روحوں کی بیماریاں ہیں، بدن کے امراض دنیاوی زندگی سے محروم کر دیتے ہیں، اور دل و روح کے امراض سے آخرت کی زندگی ختم ہو جاتی ہے، بدن کے امراض اور روح و قلب کے امراض میں بظاہر کوئی نسبت ہی نہیں، لیکن جب فانی بدن کے امراض کے سلسلے میں انسان جدو جہد کرتا ہے تو اسے روح و قلب کی بیماریوں کے لئے بھی جدو جہد کرنا چاہئے، ان بیماریوں کی بھی ایک طب ہے، جس کا سیکھنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے، کیوں کہ ہر دل میں کچھ نہ کچھ امراض ہوتے ہیں، اگر ان کا علاج نہ کیا جائے تو وہ تباہ کن ثابت ہوں گے، اور ان کے نتیجے میں دوسرے صدہا امراض پیدا ہو جاتے ہیں، اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان امراض کا علم حاصل کیا جائے، امراض کے اسباب دریافت کئے جائیں، قد افلح من تزکی "یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے (بدن کو) پاک کر لیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں، (بیہقی) حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کا خلق قرآن تھا، حضرت یحیٰی بن معاذؒ کہتے ہیں کہ اخلاق کی وسعت میں رزق کے خزانے ہیں، حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ بداخلاق کی مثال ایسی ہے جیسے ٹوٹے ہوئے برتن، کہ نہ ان میں پیوند لگایا جا سکتا ہے اور نہ انہیں مٹی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے، فضیل بن ایاضؒ فرماتے ہیں کہ خوش اخلاق فاجر کی صحبت مجھے بد اخلاق عابد سے زیادہ پسند ہے، حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ قلت علم اور قلت عمل کے باوجود چار خصلتیں انسان کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیتی ہے، ایک علم دوسری تواضع تیسری سخاوت اور چوتھی خوش خلقی، اور یہی چار خصلتیں ایمان کا کمال ہے۔

جس طرح ظاہری حسن محض آنکھوں کی خوبصورتی کا نام نہیں بلکہ تمام اعضاء کی موضوعیت کو حسن کہتے ہیں، اور ان تمام کی خوبصورتی سے حسن ظاہری کی تکمیل ہوتی ہے، اسی طرح باطنی حسن کے بھی چار ارکان ہے، یہ سب ارکان معتدل اور موزوں رہیں گے تو آدمی حسن باطن کے اعتبار سے

مکمل کہلائے گا، وہ چار ارکان یہ ہے، قوت علم، قوت غضب، قوت شہوت اور قوت عدل یعنی تینوں قوتوں کو اعتدال پر رکھنے کی قوت۔

قوت علم کی خوبی اور اس کا حسن یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعہ اقوال میں جھوٹ اور سچ، اعتقاد میں حق اور باطل، اور افعال میں حسن وقبح میں فرق کرنے پر قادر ہو جائے، جب یہ قوت اس نہج کی ہو جائے گی تو اس کا ثمرہ حکمت کی صورت میں دیا جائے گا اور اخلاق کی اصل حکمت ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس کو دین کی فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔

غضب اور شہوت کی قوتوں کی خوبی یہ ہے کہ یہ دونوں حکمت یعنی عقل اور شریعت کے اشاروں پر چلے اور قوت عدل کا حاصل یہ ہے کہ شہوت اور غضب کی قوتوں کو حکمت کے تابع اور پابند بنادے، جس شخص میں یہ چاروں رکن اعتدال پر ہوں گے وہ خوش اخلاق ہوگا، اور جس شخص میں بعض ارکان معتدل ہوں اور باقی اعضاء غیر معتدل ہوں تو وہ معتدل کی نسبت خوش اخلاق کہلائے گا۔

قوت غضب کے حسن اور اعتدال کا نام شجاعت ہے، اور قوت شہوت کے اعتدال وحسن کو عفت کہتے ہیں، قوت غضب اگر حد اعتدال سے زیادہ ہوگی تو تہور کہا جائے گا، اور کم ہوگی تو اسے بزدلی اور نامردی قرار دیا جائے گا، اسی طرح قوت شہوت کی حدِ اعتدال کی زیادتی شرہ کہلاتی ہے اور کمی کو جمود کہا جائے گا، عدل میں کمی زیادتی نہیں ہوتی، اس کی ضد ظلم ہے، عدل نہ ہوگا تو ظلم ہوگا، اور قوت علم کا اعتدال حکمت کہلاتی ہے، حکمت کو غلط استعمال کرنا خبث اور فریب کہلاتا ہے اور کمی کی صورت کو بے وقوفی کہتے ہیں۔

حکمت سے نفس کی وہ حالت مراد ہے جس سے آدمی تمام اختیاری افعال میں صحیح کو غلط سے ممتاز کرلے، اور عدل سے نفس کی وہ حالت اور قوت مراد ہے جس کے ذریعہ غضب اور شہوت پر حکومت کرے اور انہیں حکمت کے تابع بنائے، شجاعت سے مراد یہ ہے کہ جس کے ذریعہ شہوت کو

عقل اور شریعت کا پابند بنایا جاسکے تمام اچھے اخلاق کا منبع اور سرچشمہ یہی چاروں اصول ہے۔

قوتِ عقل سے حسنِ تدبیر، جودتِ ذہن، اصابتِ رائے، نفس کے مخفی آفات اور اعمال کی باریکیوں پر اطلاع جیسے محاسن پیدا ہوتے ہیں، اور اس قوت کی زیادتی سے خباثت، مکر و فریب اور چالاکی پیدا ہوتی ہے اور کمی سے ناتجربہ کاری، بے وقوفی، حماقت، بے شعوری اور جنون جیسے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ شجاعت کے اعتدال سے کرم، دلیری، شجاعت، کسرِ نفسی، حلم، استقامت، غصہ پینا، وقار اور سنجیدگی جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں، اس قوت کا نام تہور ہے، اور کمی سے اہانت، ذلت، خوف، خساست، احساسِ کمتری اور کم حوصلگی پیدا ہوتی ہے۔

عفت کے اعتدال سے سخاوت، حیا، صبر، چشم پوشی، قناعت، تقویٰ، لطافت، بلند حوصلگی، وسعتِ ظرفی اور قلتِ طمع جیسے فضائل اخلاق حاصل ہوتے ہیں، اس اخلاق کی حدود سے تجاوز کرنا حرص، طمع، بے شرمی، خباثت، اسراف، ریا، اہانت، مسخرگی، تملق، خوشامد، حسد، مالداروں میں ذلت اور فقیروں کو حقیر سمجھنے کا مرض وغیرہ جیسے رذائل پیدا ہوجاتے ہیں۔

علم بھی ہو عمل بھی ہو لیکن اگر اس عمل میں اخلاص نہیں ہے تو وہ اللہ کے یہاں قابلِ قبول نہیں، "ألا لله الدين الخالص" جان لو کہ اللہ کے لئے خالص دین ہے، حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ انسان سب کے سب ہلاک ہونے والے ہیں سوائے علماء کے، اہلِ علم کے علاوہ سب مردے ہیں، مخلص عمل کرنے والوں کے علاوہ سب غلط فہمی میں ہے، اور مخلصین کو یہ ڈر اور خوف ہے کہ انکا انجام کیا ہوگا۔

کامیابی کے یقینی اسباب

محترم بزرگو، دوستو، عزیزو! اللہ جل شانہ نے انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ اشرف اور سب سے زیادہ قیمتی بنایا ہے۔ ہر چیز فنا کے لئے، ہر چیز ٹوٹنے کیلئے لیکن انسان کو اللہ نے ہمیشہ کے

نہیں ہے لیکن رہنے کے اعتبار سے ہمیشہ کے

لئے بنایا ہے، یہ اپنے بننے کے اعتبار سے تو ہمیشہ کے لئے نہیں ہے لیکن رہنے کے اعتبار سے ہمیشہ کے لئے ہے، ہمیشہ کی جنت یا ہمیشہ کی جہنم۔ یہ انسان وقتی نہیں ہے کہ یہ کھا پی کر اور اپنی ضرورتیں پوری کر کے دنیا میں ختم ہو جائے اور اس کا وجود باقی نہ رہے بلکہ انسان دنیا کے اندر آخرت کو بنانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ یہاں سے اسے دوسرے عالم میں منتقل ہونا ہے۔ اسی پر ہمارا ایمان ہے اور اسی پر ہمارا یقین ہے کہ مرنا ہے اور خدا کے سامنے حاضری دے کر اس کو حساب دینا ہے۔ تو دنیا میں انسان ختم ہو جانے کے لئے نہیں ہے، بلکہ کامیاب کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اب کامیابی کا دارومدار اللہ نے ایمان کے ساتھ مشروط کیا ہے، بغیر اس کی ذات کو پہنچے ہوئے انسان کسی لائن سے کامیابی حاصل کرے؟ خدا کی قسم ناکامی کے علاوہ اور ہمیشہ کی ناکامی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔

اللہ نے ہوا اور پانی یہ دو چیزیں ایسی بنائی ہیں کہ ہر عقلمند یہ کہتا ہے کہ ہوا اور پانی کے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ ہوا اور پانی کے بغیر یہ آدمی جی لے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ کے بغیر کامیاب ہو جائے، اس کا کوئی امکان نہیں ہے، اس لئے انبیاءؑ کو ہر زمانے میں انسانوں کی کامیابی کے لئے ایک محنت اور ایک کلمہ دے کر بھیجا۔ تمام انبیاءؑ کی یہ مشترک بنیاد ہے کہ انبیاءؑ اللہ رب العزت کی ذات عالی کی طرف انسان کے رخ کو،

اسباب سے ایمان کی طرف۔

دنیا سے آخرت کی طرف۔

اور چیزوں سے اعمال کی طرف پھیرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔

انبیاءؑ آ کر انسانوں کو اپنی محنت کا میدان بناتے ہیں قلوب اللہ کے غیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور قلوب اللہ کی ذات عالی سے پھرے ہوتے ہیں۔

اپنے بنانے والے کو، اپنے پیدا کرنے والے کو، اپنے پالنے والے کو جب یہ انسان

بھول جاتا ہے تو یہ زندگی کی ہر لائن میں، اگر تاجر ہے تو تجارت میں، ملازم ہے تو ملازمت میں، حاکم ہے تو حکومت میں، زمیندار ہے تو زمینداری میں، یہ دنیا کی جس لائن میں بھی ہوتا ہے، جب اللہ کو نہیں پہچانتا اور اپنے ماننے والے کو نہیں جانتا تو دنیا کے کسی بھی شعبے میں اللہ کے حکم پر چلنا تو دور کی بات ہے، یہ اللہ کو بھول کر، یہ اللہ کے احکامات کو توڑ کر چلتا ہے۔ ہر حکم اللہ کا اس بنیاد پر ٹوٹتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا نہیں اور اپنے ماننے والے کو جانتا نہیں ہے۔ انبیاءؑ آ کر کے اس محنت کو کرتے تھے کہ انکا رخ اللہ کی ذات عالی کی طرف پھر جاوے، اس لئے تمام انبیاءؑ کی بنیادی محنت وہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہ جب تک یہ کلمہ دل کا کلمہ نہیں بنے گا اور جب تک دل کا رخ صحیح نہیں ہوگا، اور جب تک دل سے اللہ کا غیر نہیں نکلے گا اس وقت تک کوئی عمل نہیں بن سکتا اور جب تک عمل نہیں بنیں گے کامیاب نہیں ہوسکتے۔

اللہ نے جتنے بھی وعدے کیے ہیں وہ تمام وعدے اعمال کے ساتھ ہیں، لیکن ان عملوں پر اللہ کے وعدے تب پورے ہوں گے جب اللہ کے وعدوں کا ان عملوں پر پورا ہونے کا یقین ہوگا، اللہ کے وعدے کا یقین نہیں ہے تو پھر عمل کے کر لینے سے بھی وعدے پورے نہیں ہوتے۔ عمل کے علم پر بھی وعدے پورے نہیں ہوتے، بغیر ایمان کے نہ اعمال پر اجر مل سکتا ہے نہ بغیر ایمان کے پورا دین زندگیوں میں آ سکتا ہے، پورا دین زندگیوں میں آنے کیلئے اور اس دین سے پوری کامیابی لینے کے لئے ایک ہی شرط ہے اور ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ کے وعدوں کا یقین سیکھا جائے۔ ایمان کو ایمان کی حقیقت کے ساتھ حاصل کیا جائے۔ دین زندگیوں میں یقین کے راستے سے آئے گا، معلومات کے راستے سے نہیں آئے گا، اور یقین دعوت سے حاصل ہوگا، دعوت کا خاصہ ہے یقین کا پیدا کرنا، اللہ کی ذات عالی سے براہ راست فائدہ حاصل کرنے کے لئے کائنات کا یقین نکلنا شرط ہے، کائنات کے یقین کے ساتھ اللہ کے خزانے سے فائدہ اٹھانے کا کوئی راستہ نہیں،

یقین سب سے پہلی شرط ہے کیونکہ بغیر یقین کے وعدے پورے نہیں ہوتے۔ جب ایمان سے وعدے پورے ہوتے نظر نہیں آتے تو باوجود دین کا علم ہونے کے دین نگاہوں میں گری ہوئی چیز اور ذہنی طور پر ہلکی چیز اور ماحول کے اندر کی چیز بن جاتا ہے، جب ایمان نہیں ہوتا تو آپ کے کرنے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں جیسے عمل کرے گا۔

حالات کی وجہ سے۔

یا عادت کی وجہ سے۔

یا خواہش کی وجہ سے۔

یا ماحول کی وجہ سے۔

یا سیاست کی وجہ سے۔

ان وجوہات کی وجہ سے عمل کرنا دین نہیں ہے بلکہ دین کے ساتھ کھیل ہے۔ دین کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے اندر اللہ کے حکموں کو پورا کرکے دنیا اور آخرت کی کامیابی کا یقین ہو یعنی اپنے دینے سے اسے کامیابی کا یقین ہو، یہ علامت ہے ایمان کی، اس لئے سب سے پہلے انبیاء جو دعوت دین کی اور جو کچھ دے کر بھیجا گیا، وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے شریعت تو ہر نبی کو بعد میں دی سب سے پہلے ہر نبی نے کلمے کی دعوت دی، جب نبی جاتے تھے تو دعوت بھی ان کے ساتھ جاتی تھی، جب دعوت گئی تو یقین بگڑے۔

اور جب یقین بگڑے تو اعمال بگڑے۔

اعمال کے بگڑنے کی وجہ سے، یقین اعمال سے ہٹ کر اسباب پر آ گیا۔

اب اسباب کے تقاضے کی وجہ سے اعمال بالکل چھوڑ دیئے۔

جب دین سے کامیابی کا یقین نہیں رہتا تب دین زندگیوں سے نکل جایا کرتا ہے یعنی یقین کیا

گیا؟ دین کو بھی ساتھ لے گیا، اس لئے کلمے کی دعوت سے یقین تھا اور یقین سے دین تھا، یقین ہوگا تو دین آ جائے گا۔ یقین یعنی ایمان، دین یعنی اسلام۔

تو ایمان کے بنانے کا سب سے بڑا حقیقی سبب ہے، وہ ہے دعوت الی اللہ، اسلئے جب تک یہ کلمہ دعوت میں نہیں آئے گا اس وقت تک کلمے کی حقیقت کا حاصل کرنا مشکل ہے، اسلئے کہ محنت میں اسباب آئے ہوئے ہیں، دلوں میں اسباب کا یقین اترا ہوا ہے، جو چیز محنت میں آئے گی وہ چیز یقین میں آئے گی، اور جو چیز دعوت میں آئے گی وہ چیز یقین میں آئے گی، جو چیز بھی انسان کی سمجھ میں آتی ہے وہ اس لائن کے مجاہدے سے سمجھ میں آتی ہے اور جو چیز سمجھ میں آئے گی تو پھر یہ سمجھ یقین میں تبدیل ہو جائے گی۔ لیکن کوئی بھی چیز جب سمجھ میں آنی شروع ہوتی ہے تو اس چیز کا شک بھی آنا شروع ہوگا، یہ علامت ہے یقین کے آنے کی، چنانچہ پہلے سمجھ اور شک کا مقابلہ ہوگا۔ اب جتنی زیادہ قربانیوں کے ساتھ مجاہدہ کیا جائے گا شک دور ہوتا جائے گا اور سمجھ میں آئی ہوئی بات یقین میں تبدیل ہوتی رہے گی۔ اگر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی دعوت اور اس لائن کا مجاہدہ نہیں ہے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے الفاظ پر ہی اکتفا کریں گے۔

اگر زبان پر ہے تو بول ہے۔

کانوں میں ہے تو آواز ہے۔

دماغ میں ہے تو مفہوم ہے۔

کتابوں میں ہے تو حروف ہیں۔

یہ کلمہ یقین کے ساتھ جب ہوگا جب یہ دل کے اندر داخل ہو، جب یہ ایمان، دل کا ایمان بنے گا تب یہ ایمان تقویٰ لائے گا ایمان کے اثرات اعضاء پر پڑیں گے، آنکھ، زبان، کان، ہاتھ، یہ ایمان کے اعتبار سے حرکت کریں گے۔

جب اس کے دل میں یقین نہیں ہوگا تو اس کے اعضاء باوجود حرام کا علم ہونے کے

حرام سے نہ رک پائیں گے یہ بات نہیں ہے کہ امت کو حرام کا علم نہیں ہے بلکہ یقین نہ ہونے کی وجہ سے

اس کے اندر حرام سے بچنے کی طاقت نہیں ہوگی، ایمان ہونے کی علامت ہی یہ ہے کہ ایمان اسے

حرام سے روک دے، ایمان ظرف (برتن) ہے اور احکامات مظروف (برتن میں رکھی جانے والی

چیز) جب برتن ہوگا تو چیز ضائع نہیں ہوگی، اگر ظرف یعنی ایمان سے غفلت ہے تو بغیر برتن یعنی

ایمان کے، احکامات سے فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

اس لئے بنیادی طور پر سب سے پہلے صحابہؓ نے ایمان سیکھا ہے قرآن سیکھنے سے

پہلے، جب ایمان سیکھا تو حکم کتابوں میں نہیں آیا بلکہ عمل میں آیا۔ شریعت کے نفاذ کا سب سے بڑا

سبب ہر ایمان والے کا اپنا یقین ہے یعنی ہر ایمان والے پر اس کا نگران اسکا ایمان ہے کہ میرا اللہ مجھ

کو دیکھ رہا ہے، علم تو رہبری کرے گا اور عمل یقین کروائے گا، علم رہبری کرے گا کہ یہ حلال ہے یہ حرام

ہے، یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے، یہ سنت ہے اور یہ بدعت ہے، یہ شرک ہے یہ کفر ہے، لیکن اس کے

مطابق چلائے گا کون؟ اور حرام سے کون بچائے گا؟ یوں کہیے کہ وہ تو اندر کی طاقت یقین ہی ہے

اس کے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے جو اس کے اندر شرعی احکام کو نافذ کرا سکے۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو ایمان سکھلایا تھا، یہ ایمان، ایمان کی دعوت سے

بنتا ہے، لیکن ہوا یہ کہ ایمان کی دعوت، ایمان والوں میں سے نکل گئی، اس خیال سے کہ ہم تو ہیں ہی

ایمان والے، کلمے کی دعوت تو دوسروں کے لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ایمان لاؤ جیسا

صحابہؓ ایمان لائے ہیں، ہم اپنے ایمان سے اس لئے مطمئن ہیں کہ ہم اپنے آپ کو غیروں کے

مقابلے میں دیکھ رہے ہیں حالانکہ ہمیں ایمان کی اللہ کی طرف سے جو دعوت دی گئی ہے وہ صحابہؓ کو

نمونہ بنا کر کہ "آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ" کہ ایمان لاؤ جیسا صحابہؓ ایمان لائے تو انکی ہدایہ۔

ایسی نصرتیں اور ایسے وعدے پورے ہو گئے جو وعدے اللہ نے صحابہؓ کے ساتھ پورے کئے ہیں۔

پھر جو ایمان و یقین اس کیفیت کے ساتھ بنے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا فرمائیں گے کیونکہ اللہ کے وعدے اس کے حکموں کے ساتھ ہے اور اللہ کی قدرت وعدوں کیساتھ ہے۔

اللہ کی قدرت اسباب کے ساتھ نہیں ہے، اسباب تو قدرت سے بنے ہوئے ہیں

اللہ نے اسباب بنا کر اپنی قدرت میں رکھے ہوئے ہیں، اللہ کی قدرت اسباب کے ساتھ نہیں ہے کہ جیسے اس وقت اسباب بنا کر لوگ دعائیں مانگتے ہیں، تاجر کے ذہن میں ہے کہ دکان بنانا میرے ذمہ اور اس میں کامیابی اللہ دیں گے، زمین داروں کے ذہن میں ہے کہ زمین بنانا ہمارے ذمہ ہے اور اس میں کامیابی اللہ دیں گے، ڈاکٹر کے ذہن میں ہے کہ دوا بنانا اور علاج کرنا میرے ذمے ہے صحت اور شفا اللہ دیں گے، ہرگز یہ راستے کامیابی کے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جتنے اسباب بنائے ہیں وہ ایمان والوں کے امتحان کے لئے ہے اور غیروں کے اطمینان کے لئے ہیں، اگر دنیا میں کوئی سبب نہ ہوتا تب بھی ایمان والا کہتا کہ ہماری ضرورتوں کو اللہ پورا کریں گے کہ پالنے والی ذات صرف اللہ کی ہے، اللہ تعالیٰ نے اسباب بنائیں ہیں، یہ سارے اسباب قدرت سے بنے ہیں پر قدرت اپنی ذات میں رکھی ہے، اس لئے یہ بات نہیں ہے کہ اسباب بنانا ہمارا کام ہے اور اس میں کامیابی دینا اللہ کا کام بلکہ اللہ کے حکموں کو پورا کرنا ہمارے ذمہ اور کامیاب کرنا اللہ کے ذمہ ہے، اللہ اسباب دے یا نہ دے ان کی مرضی، یعنی اللہ کے کامیاب کرنے کے ضابطے اللہ کے احکامات ہے، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔"

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو وہ یقین سکھلایا تھا جس یقین کی بنیاد پر ان کا اللہ کے ساتھ گمان اللہ کے وعدوں کے اعتبار سے تھا کہ اللہ کا وعدہ ہمارے ساتھ یہ ہے، اب صحابہ کو یقینی اسباب سکھلا دیئے گئے، کیا سکھلایا؟ کہ جو شخص پانچوں نمازوں کو اہتمام کے ساتھ پڑھے گا تو

اللہ اس کی رزق کی تنگی دور کر دیں گے، اس کی بیماریوں کو دور کریں گے، اس کو تندرستی عطا فرمائیں گے، اس کے چہرے کو نورانی بنا دیں گے، یا جس کے گھر میں سورۃ واقعہ کی تلاوت ہوگی تو اس گھر میں فاقہ نہیں آئے گا۔ یا جو شخص اپنے ہاتھوں سے صدقہ کرے گا اس کی بیماری دور ہو جائے گی، ستر بلاؤں سے اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا، یا جو شخص صبح شام یہ دعا پڑھ لے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ. مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. تو اس پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔

حضرت ابو درداءؓ کو کسی صحابیؓ آکر کہتے ہیں آپ کا مکان جل گیا لیکن حضرت ابو درداءؓ کو یقین ہے کہ میں گھر سے دعا پڑھ کر چلا تھا اور اس دعا کے پڑھنے پر اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے تو پھر نقصان کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ وعدہ خلافی محتاجگی ہے اور محتاج خالق نہیں ہو سکتا، مخلوق ہر گھڑی، ہر آن محتاج ہے، اللہ تو اپنے بندوں کے گمان کے ساتھ ہے۔

ایمان تو لغۃً کہتے ہی اس کو ہے کہ اللہ کی خبروں کو محمد ﷺ کے بھروسے پر سچی ماننا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس یقین کو حاصل کرنا ہے کلمے کی دعوت سے، یہ یقین کلمے کی دعوت سے ملے گا، حضور ﷺ نے صحابہؓ کو کلمے کی دعوت پر اٹھایا تھا، ایمان کی مجلسیں قائم ہوتی تھیں ہر آن، ہر لمحہ، ہر مجلس کی بنیاد انہیں تذکروں کو کرنا، یا تو ہم اس کی دعوت دے رہے ہوں یا انہیں تذکروں کو سوچ رہے ہوں، اس لئے کہ محنت میں اسباب آئے ہوئے ہیں، دلوں میں اسباب کا یقین اترا ہوا ہے اس لئے کہ جو چیز محنت میں آئے گی وہ چیز یقین میں آئے گی، جو چیز دعوت میں آئے گی وہ چیز

یقین میں آئے گی، اس لئے یہ غلط فہمی ہے کہ ہم اسباب بنائیں اور پھر اللہ کامیاب کریں گے۔ اللہ تو
اسباب بنانے پر اس کو کامیاب کریں گے جس کو اللہ نے احکامات کی شکل میں دیے ہیں اور انہیں بھی ان کے
اسباب میں تبھی تک کامیاب کریں گے جب تک دنیا میں بسنے والے مسلمانوں میں ایمان کی دعوت
نہیں آجاتی۔ جس دن مسلمانوں میں دعوت حق آجائے گی اس دن اللہ باطل کو ناکام کردیں گے۔ یہ
بات ہرگز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اسباب بنا کر پیش کریں پھر دعا مانگیں کہ اے اللہ تو اس سبب
میں کامیابی ڈال دے۔

اس لئے بہت ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ اللہ کے سامنے اسباب بنا کر دعائیں مانگی ہے
یا اعمال بنا کر پیش کر کے دعا مانگی ہے۔ دعا اور اسباب کا کوئی جوڑ نہیں ہے، غار کے اندر جو لوگ پھنس
گئے تھے اور چٹان نے راستہ بند کر دیا تھا تو ان میں سے ہر ایک نے اپنا عمل پیش کیا، اس میں عبادت
کا کوئی عمل نہیں تھا، ایک کا عمل اخلاق کا ہے، دوسرے کا عمل معاملات کا ہے، تیسرے کا عمل
معاشرت کا ہے، تینوں نے اپنا عمل پیش کیا، سبب بنا کر پیش نہیں کیا کہ کوئی کرین بنا کر پیش کرتے کہ
اس پتھر کو اٹھا دے بلکہ عمل پیش کیا اور انہی عملوں پر اللہ نے بغیر کسی ظاہری شکل کے براہ راست اپنی
قدرت سے چٹان کو ہٹایا کیونکہ جب قدرت ساتھ ہوتی ہے تو اللہ کا امر براہ راست آتا ہے جیسے
حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کو براہ راست حکم دیا کہ سلامتی والی بن جا یہ نہیں کہ اللہ نے پانی بھیجا ہو

جو اسباب اللہ نے خود بنائے ہیں وہ خود اپنے بنائے ہوئے اسباب کے بھی پابند نہیں،
اللہ تو براہ راست اپنے حکموں کو استعمال کرتے ہیں جیسے فرعون کے کھانے اور پانی پر براہ راست
مینڈک اور خون کا امر استعمال کیا، حضرت صالحؑ کی قوم کے لئے پہاڑی پر اونٹنی کا امر استعمال کیا،
حضرت آدمؑ کی پسلی پر حوا کا امر استعمال کیا، یقین والا اپنے اور اللہ کے درمیان اسباب نہیں رکھتا،
ابراہیمؑ نے یہ نہیں کیا کہ جبرئیلؑ یا ہوا یا سمندر کے فرشتے کے ذریعے میری مدد فرما بلکہ جبرئیلؑ ان

فرشتوں کے ساتھ آئے تو ان تمام اسباب کا بھی انکار کر دیا اور یہ امتحان تھا حضرت ابراہیم کے ایمان کا، اس لئے جب تک اللہ کا غیر ہمارے دلوں سے نکل نہیں جاتا، اس وقت تک اللہ کی قدرت ہمارے ساتھ نہیں ہو سکتی، اسباب کا ساتھ ہونا یہ امتحان ہے اور اسباب کا ٹل جانا بھی امتحان ہے، اور اسباب سے کام بن جانا بھی امتحان، یہ بھی نہیں کہ اسباب سے کام بنتے رہیں گے، موسیٰ کے پیٹ میں درد ہوا، اللہ سے کہا تو اللہ نے ریحان استعمال کرنے کے لئے کہا، درد چلا گیا، پھر کچھ دنوں کے بعد اللہ نے درد بھیجا پیٹ میں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ بیماری ہمارے اندر پیدا ہوتی ہے اور شفا اللہ بھیجتے ہیں، بھوک تو میرے اندر پیدا ہوتی ہے اور کھانا اللہ بھیجتے ہیں، خوف تو میرے اندر پیدا ہوتا ہے اور امن اللہ بھیجتے ہیں، یہ بات نہیں ہے، جس طرح اللہ کے یہاں شفا کے خزانے ہیں اسی طرح بیماریوں کے بھی خزانے ہیں کھانے کے خزانے ہیں اسی طرح بھوک کے بھی خزانے ہیں۔ تو موسیٰ کے پیٹ میں درد بھیجا اور کہا کہ ریحان استعمال کرو، استعمال کیا تو درد چلا گیا، کیا ہوا؟ ایک سبب تجربے میں آیا، کس کے تجربے میں آیا؟ نبی کے تجربے میں آیا کہ ریحان سے پیٹ کا درد چلا جاتا ہے۔ اللہ تو امتحان کے لئے اپنی قدرت سے سبب میں کامیابی ڈالتا ہے۔

ابھی ہم قدرت کو اسباب میں سمجھ رہے ہیں، قدرت اسباب میں نہیں بلکہ اللہ کی ذات میں ہے، ہمارے تجربات میں اسباب آتے ہیں تو ہم ان اسباب کی طرف چلتے ہیں اور قدرت ہمارے خلاف ہوتی ہے، اگر کام بن گئے تو یہ اللہ کی رضا کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہیں بلکہ اللہ ناراض ہو کر کام زیادہ بناتے ہیں۔ اس لئے فقر و فاقہ میں صحابہ ملیں گے کیونکہ ماننے والوں کے کام جنت میں بنانے کا وعدہ کیا ہے، یہاں دنیا میں وہ ایمان والے پریشان ہوں گے جن کا ایمان انتہائی کمزور ہے، ورنہ ایمان اور اعمال صالحہ پر وعدہ کیا ہے کہ دنیا بھی خوشگوار بنائیں گے۔

اب دوسری بار موسیٰ چلے ریحان کی طرف، کیونکہ اللہ نے یہ دوا تلاش کی تھی، لہٰذا وہ ریحان استعمال کیا لیکن شفا نہ ملی تو اب پریشان کہ شفا کیوں نہیں ملی! تو اللہ نے فرمایا کہ پہلے تم ہماری طرف آئے تھے، ہمارے حکم کی وجہ سے تم ریحان کی طرف گئے تھے، اس لئے اسباب اللہ کے غیر کی طرف لے جائیں گے اور لے جا رہے ہیں، اعمال حکم کی طرف لے جائیں گے کہ نماز ادا کرکے اللہ سے مانگو، حکم پورا کرکے اللہ سے مانگو، اللہ نے اطمینان کے لئے احکامات دیئے ہیں اور اسباب امتحان کے لئے، اللہ اسباب دے کر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسباب کے احکامات کو پورا کرنے سے کامیابی کا یقین ہے یا اسباب کا یقین ہے۔

دنیا کو اللہ نے اسباب سے بھر دیا تاکہ اسباب کا امتحان لیا جائے، جیسے حضرت ابراہیمؑ کا امتحان لیا، آگ میں ڈالا جاتا ہے، حضرت ابراہیمؑ کو مدد کی ضرورت ہے، بڑا سبب آیا حضرت جبرئیلؑ کہ ان سے بڑی کوئی مخلوق نہیں، کسی کے قد سے، کسی کے بدن سے، کسی کی لمبائی سے چوڑائی سے کچھ نہیں بنتا، جو اللہ کا غیر ہے وہ مخلوق ہے اور مخلوق کبھی خالق نہیں بن سکتی، جن کے یقین بن جاتے ہیں وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اسباب نہیں رکھتے، ان کی نگاہ اللہ پر براہ راست ہوتی ہے، ان کی مدد بھی اللہ براہ راست کرتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے کوئی سبب بیچ میں نہ رکھا تو اللہ نے بھی اپنے اور آگ کے درمیان کوئی سبب نہیں رکھا، پانی کو، ہوا کو، کسی فرشتے کو، کسی قسم کا کیمیکل آگ بجھانے کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ اللہ نے اپنا امر براہ راست استعمال کیا۔

اسباب کی بڑائیوں سے اور اسباب کے غلط یقین سے ایمان کی دعوت کے بغیر نہیں نکلا جا سکتا، ہر وقت مقابلہ ہوگا اعمال اور اسباب کا، اسباب اور اعمال کے مقابلے میں یقین والے کامیاب ہو جائیں گے اور یقین دعوت سے بنے گا، کلمے کی دعوت ظاہر کے خلاف ہے جتنا ظاہر کے خلاف بولا جائے گا اتنا یقین بنے گا، تمام نبیوں کے ساتھ جو واقعات ہوئے ان میں یہی ملے گا کہ یقین

والوں کے لئے پانی میں راستے اور نہ ماننے والوں کے لئے پانی ہلاکت کا سبب، اسباب کا یقین نکلا ہوا ہوگا تو اللہ نے جتنے ہلاکت کے اسباب بنائے ہیں وہ سارے کے سارے ایمان والوں کے لئے راحت میں استعمال ہوں گے کہ اللہ یقین والوں کے لئے اپنی قدرت کا استعمال کر کے اسباب کی شکلوں کو بدل دیتے ہیں، لاٹھی کو سانپ بنا دیتے ہیں، آگ کو باغ بنا دیتے ہیں۔

اللہ جل شانہ نے اسباب بنا کر انسانوں کے ہاتھ میں نہیں دیئے بلکہ اللہ نے اسباب بنا کر اپنی قدرت میں رکھے ہیں۔ ان اسباب سے ایمان والے فائدہ اٹھا سکیں گے، اگر ایمان نہیں ہے تو اللہ کے خزانے سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اللہ کی ذات سے فائدہ اٹھانے کے لئے کائنات کا یقین نکالنا شرط ہے، اسباب کا یقین نکالنا شرط ہے، یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے کسی کو دکان دیدی تو اسے کمانے کی قدرت دے دی۔

یا کسی کو زمین دیدی تو اسے اگانے کی قدرت دے دی۔

یا کسی کو بیوی دے دی تو اسے بچہ پیدا کرنے کی قدرت دے دی۔

کتنے بے اولاد ہیں جن کی بیوی ہوتے ہوئے بچے نہیں ہیں۔

کتنے ہیں جو تھیاروں میں پریشان ہیں۔

کتنے ہیں جو دواؤں میں بیمار ہیں۔ کتنے ہیں جو اسباب ہوتے ہوئے بھی محتاج ہیں۔

اللہ نے قدرت کسی کو نہیں دی اور قدرت اسباب میں ہے ہی نہیں، جو یوں سمجھے کہ اسباب میں قدرت ہے وہ تو دنیا میں اسباب بنائے گا، اور جو یقین کرے گا کہ قدرت اللہ کی ذات میں ہے وہ اللہ کی ذات سے فائدہ اٹھانے کے لئے اعمال بنائے گا، میں اللہ کی قدرت سے غلہ لینے کے لئے زمین بناؤں گا تو سیلاب آئے گا یا سوکھا پڑیگا اولاد لینے کے لئے بیوی رکھوں تو بانجھ ہی رہے گی۔

ایک ہے قدرت کا ساتھ لینا اور ایک ہے اسباب کا ساتھ لینا، اسباب کا ساتھ لینے میں

اللہ کا کوئی وعدہ نہیں، چاہے تو وقتی طور پر کام بنا دے پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناکام کر دے یہی بات ہے کہ تم میں سے جو دنیا چاہے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناکام ہوگا اور جو آخرت چاہے گا ہم اس کی دنیا بنا دیں گے، اللہ کی قدرت اسباب میں نہیں اور حالات کا تعلق بھی اسباب سے نہیں تو پھر ہماری ساری محنت بے کار ہے، اس لئے بے کار ہے کہ قدرت ہمارے خلاف ہے، قدرت اسباب بنانے والے کے ساتھ نہیں ہوتی، ہاں لوگ یہی کہتے ہیں کہ تم پہلے اسباب بناؤ پھر تم اللہ سے دعا مانگو، الٹی بات کرتے ہیں، اللہ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے، قرآن کے خلاف اور حدیث کے بھی خلاف ہے یہ بات، صحیح بات یہ ہے کہ تم اللہ سے مانگو اس کے دینے کے ضابطے کے ساتھ، اللہ کے ضابطے کیا ہیں؟ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ یہ اسکے دینے کے ضابطے ہیں کہ میں تیری عبادت کر کے تجھ سے لیتا ہوں۔

ایک اس کلمے کے الفاظ ہیں اور ایک اس کلمے کا اخلاص ہے، کلمے کی دعوت کلمے کا اخلاص حاصل کرنے کے لئے ہے، اور حدیث یہ بتا رہی ہے کلمے کے اخلاص کے بغیر حرام سے بچا نہیں جا سکتا۔ کلمے کا اخلاص یہ ہے کہ یہ کلمہ اسے حرام سے روک دے، کلمے کا اخلاص کلمے کی دعوت سے ہوگا۔ کلمے کی دعوت کے بارے میں مسلمانوں میں عام غلط فہمی یہ ہے کہ کلمے کی دعوت تو غیروں کے لئے ہے، ہم تو ہیں ہی کلمے والے، حالانکہ اللہ خود ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دے رہے ہیں۔

ایمان کی دعوت ایمان والوں کے لئے ہے اور غیروں کے لئے اسلام کی دعوت ہے، بڑی غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ ایمان والوں نے ایمان کی دعوت غیروں کے لئے سمجھی، جب کہ ان کو بنائے تھے ایمان کے داعی مگر یہ بن بیٹھے مدعی، اب جب ایمان کا دعویٰ آیا تو ہر مسلمان اپنے ایمان سے پوری طرح مطمئن ہو گیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنا ایمان اس کے اندر آتا جائے گا اسی کے بقدر اپنے ایمان سے فکر مند ہوتا جائے گا، اور نفاق کا خوف اس کے اندر بڑھتا جائے گا، اور جتنا

ایمان کمزور ہوتا جائے گا تو اتنا ہی ایمان سے بے فکر اور علامات نفاق خوبیاں بنتی جائے گی، جھوٹ بولنا خوبی ہوگی، خیانت کرنا خوبی ہوگی، وعدہ خلافی کرنے والوں کو عقلمند کہا جائے گا، حضرت حنظلہؓ اور ابو بکرؓ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا صرف یقین کی وہ کیفیت گھر پر نہ رہی تو انہیں نفاق کا ڈر ہو گیا۔

جب صبح سے شام تک ایمان کی دعوت دی جاتی تھی تو اندر اس طرح یقین بنا ہوا تھا کہ آدمی گناہ کرکے بے چین ہو جاتا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس آدمی کو نیک عمل سے خوشی ہو اور اگر برا کام ہو گیا ہو تو اس پر غم ہو تو یہ اس کے ایمان کی علامت ہے، شریعت حکم سے نہیں چلا کرتی وہ تو اندر کا یقین شریعت کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس وقت میرا رب مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

اول تو ایمان والے سے گناہ ہوگا نہیں اور اگر ہو گیا تو اس کا ایمان اسے گناہ سے پاک کروانے کے لئے لائے گا، ایک صحابیؓ سے گناہ ہو گیا تو اپنے آپ کو لاکر خود پیش کیا، حضور ﷺ نے منہ پھیر لیا، آپ چاہتے تھے کہ بات ٹل جائے لیکن صحابیؓ کہہ رہے ہیں کہ میں نے زنا کر لیا، یہ کیوں ایسا کہہ رہے ہیں؟ حالانکہ کسی نے انہیں زنا کرتے ہوئے دیکھا نہیں تھا۔ یہ ان کے اندر کا یقین تھا جو ایسا کرا رہا تھا کہ میں یہاں پاک ہو جاؤں تو آخرت میں بچ جاؤں گا۔ اس لئے کلمے کی محنت سے اس امت کو کلمے کی دعوت پر لاتا ہے، تا کہ ایمان کی محنت سے وہ یقین بنے جو اللہ کے وعدوں کے یقین پر کھڑا کر دے اور اللہ کے اوامر پر کھڑا کر دے، اور اللہ کے اوامر ہمارے یقینی سبب بن جائیں، اتنا ایمان سیکھنا فرض ہے کہ یہ کلمہ ہمیں اسباب کے یقین سے نکال دے، پھر ایمان کی دعوت کے ساتھ اعمال کی دعوت اور آخرت کی دعوت یہی ہر نبی کا طریقہ رہا ہے۔

مسلمانوں پر جو حالات آتے ہیں تکلیفیں، بیماریاں، مصیبتیں، مقدمے اور قرضے وغیرہ اس میں ایمان والا اگر اپنے حالات کو اعمال سے جوڑے گا تو یہ حالات اس کی تربیت کریں گے، بے ایمان حالات کو اسباب کے ساتھ جوڑے گا کیونکہ انہیں اسباب دیتے ہیں اور ایمان والوں کو

احکام ہے تو کیا ایمان والے اسباب نہیں اختیار کریں گے؟ ایمان والے تو صرف حکم کی بنیاد پر اسباب اختیار کریں گے اور ایمان والا اسباب میں بھی اللہ کے احکام تلاش کرے گا۔

اپنے آپ کو یقینی اسباب پر لاؤ، یقینی اسباب پر وہ آئے گا جو ایمان کے حلقے قائم کریں گے، صحابہؓ ایمان کے حلقوں سے ایمان بناتے تھے، امت کے عموم میں ایمان کے حلقے، امت کے عموم میں اعمال کی حقیقت کو حاصل کرنے کی فکر ہیں، یہ سب عام ہوگا تب اللہ رب العزت وہ نصرتیں، وہ برکتیں، وہ رحمتیں لائیں گے جو صحابہؓ کے دور میں ہوئی۔

حضور ﷺ نے اپنے ہر امتی کو کلمے کی دعوت دینے والا بنایا تھا، ہر ایک جانتا تھا کہ میں امت کی ہدایت کا ذریعہ ہوں۔ تم انسانوں کی نفع رسانی کے لئے بھیجے گئے ہو، (آل عمران) کیا ہے نفع رسانی؟ تم تعارف کراتے ہو اللہ کا یقین کلمے کی دعوت دیتے ہو اور انسانوں کے اندر سے اسباب کا یقین نکالتے ہو اور اس کے ساتھ یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ خود اپنے اندر اللہ کی ذات اور صفات اور ربوبیت کا یقین رکھتے ہو۔

ہدایت، ہدایت کی دعاؤں سے نہیں، بلکہ ہدایت کی دعائیں بھی کلمے کی دعوت سے قبول ہوگی، جب امت میں سے دعوت نکل جائے گی تو امت میں سے ہدایت کی دعا قبول ہونا بند ہو جائے گی، کیونکہ کلمے کی دعوت دعا کی قبولیت کے لئے شرط ہے، ہمیں ایمان سے غافل کیا ایمان کے دعوے نے۔ ایمان کے دعوے نہیں، اللہ کو ایمان کی دعوت پسند ہے، جو ایمان کا دعویٰ کرے گا اس پر اللہ امتحان ڈال دیں گے، کیسے کہا تم نے کے ایمان لے آئے حالانکہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوٓا اَسْلَمْنَا، اللہ رب العزت خود کہہ رہے ہیں یا ایمان نہیں لائے اسلام لائے ہیں۔

اور جب ایمان نہیں ہوتا تو دین اپنی سطح سے گرتے گرتے فرائض پر آ جاتا ہے، یہ فرائض کفر

اور اسلام کی آ ڑ اور دیوار ہیں صرف، اگر یہ دیوار بھی بیچ سے ہٹ جائے تو بندہ کفر تک پہنچ گیا، مطمئن نہ ہو جائیں کہ نماز تو ہم پڑھتے ہی ہیں، صرف نماز یا سارے فرائض ہی صرف دین نہیں ہیں۔ فرائض تو کفر اور اسلام کی صرف آ ڑ ہیں۔ مولانا یوسف صاحب فرماتے تھے امت میں ایمان کی دعوت ختم ہوگی تو سب سے پہلے معاشرہ مرتد ہوگا کہ نماز پڑھیں گے مگر شکلیں غیروں کی، لباس غیروں کے، نماز پڑھیں گے تجارت غیروں کی، نماز پڑھیں گے شادیاں غیروں کی، تو اس نے پورا دین نام رکھا ہے نماز کا۔ حالانکہ یہ آخری چیز رہ گئی ہے اس کے پاس، اس کے بعد کچھ نہیں، اس لئے کہ جس نے نماز کو ہلکا سمجھا اور نماز سے انکار کیا اس نے کفر کیا ہاں دکان کے مقابلے میں نماز کو ہلکا سمجھنا۔

صرف نماز کے وعدوں کا انکار، کہ نماز کا انکار غیر ایمان والا تھوڑا ہی کرے گا، ایمان والے پر نماز فرض ہے، تو پھر نماز کا انکار کون کرے گا؟ کہ نماز کے انکار سے مراد نماز کے فضائل سے انکار ہے، کہ نماز روزی کیسے کھینچ لائے گی؟ نماز سے بیماری کیسے دور ہوگی؟ نماز سے صحت کی حفاظت کیسے ہوگی؟ اللہ کے وعدوں کا انکار ہی کفر ہے کہ ایسے راستے پر پڑا ہے کہ اس کا کفر پر پہنچنا یقینی ہے اس لئے کہ نماز کا انکار اور اسکو ہلکا سمجھنا اسے کفر پر پہنچا دے گا۔

اس لئے جب کلمے کی دعوت امت میں سے نکل جائے گی تو سب سے پہلے معاشرہ مرتد ہوگا، پھر ذہن مرتد ہوگا، پھر قلب مرتد ہوگا، جب یقین نہیں ہوگا تو یہ ماحول کے اعتبار سے چلے گا اور پھر دین اس زمانے کے اعتبار سے ہو جائے، کہ اس کے جیسے حالات ہوں گے اسی کے بقدر دین پر چلے گا، تو پھر اس ناقص دین پر ناکامی آئے گی، جس طرح بے دینی کی وجہ سے ناکامی آتی ہے، حالات آتے ہیں اس طرح کی ناکامی اور حالات ناقص دین، ادھورے دین کی وجہ سے بھی آتے ہیں اور ہم ناقص دین پر چل رہے ہیں، کیونکہ ہمارا دین ناقص ہے، اس لئے کہ ہمیں اپنے دین سے کامیابی کا یقین نہیں ہے، اور یقین بنے گا دعوت سے، ایمان، ایمان کی محنت سے بنے گا، آج امت

نے عمل سیکھا یقین نہیں سیکھا اس لئے باوجود عمل کے ناکام ہے اور باوجود اعمال کے باطل غالب ہے، باطل کس کو کہیں گے؟ کہ باطل کہتے ہیں اللہ کے اوامر کو جن پر وعدے ہیں انھیں یہ کامیابی کا یقینی سبب نہ سمجھے اور دنیا کی شکلوں اور نقشوں کو یہ اپنا اسباب سمجھے، باطل جب خود ہمارے اندر موجود ہے تو کیسے کامیابی ملے باہر کے باطل پر۔

یہ دعوت کی محنت ہر امتی کی ذمہ داری ہے، بغیر کلمے کی محنت کے یقین نہیں بنے گا، اس امت میں اللہ نے استعداد رکھی ہے، کیونکہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا، بلکہ نبوت والی محنت ہی اللہ نے ایک ایک امتی کے حوالے کردی ہے اس لئے اب تک کی گزری ہوئی زندگی پر استغفار کرے کہ ہم نے اب تک یہ بات نہیں سمجھی کہ ہم انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہیں، بڑے جرم اور توبہ کرنے کی بات ہے کہ میں آج تک اپنے آپ کو تاجر سمجھتا رہا، میں اپنے آپ کو کاشت کار سمجھتا رہا۔

نہیں میں تو نبی کا امتی ہوں اور بحیثیت امتی ہونے کہ میرے ذمہ نبوت والا کام ہے، جتنا اس راہ میں پھریں گے اور جتنی دعوت دیں گے اپنا یقین بنے گا اور است صحیح یقین اور عمل پر آئے گی اس کے لئے موجودہ قربانیوں سے آگے بڑھے اور ہر سال چار چار مہینے لگانے کی نیتیں کریں۔

(خلاصہ ملفوظات حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم)

نسبت

پوری کائنات کو اللہ نے اپنے امر کن سے پیدا فرمایا، اور جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس مقصد کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے، یعنی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتی، لیکن انسان کو اللہ نے تھوڑا سا اختیار دیا ہے بھلے اور برے کا، اگر انسان بھلائی کی لائن سے محنت کرے گا تو انسان فرشتوں سے بھی اونچا چلا جاتا ہے، اور اگر برائی پر محنت کرتا ہے تو انسان جانور بن جاتا ہے، بلکہ جانور سے بھی گیا گزرا بن جاتا ہے۔

انسان کے سامنے دو راستے ہیں خیر کا یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر اپنی مرضی کے مطابق چلے، اور دوسرا راستہ شر کا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف اور اپنی من چاہی زندگی گزارے، اور اگر اس طرح زندگی گزارے گا تو جہنم میں اس کی کوئی مرضی نہیں چلے گی، یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین منہا ولہم عذاب مقیم "وہ لوگ جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے حالانکہ وہ اس سے نکل نہیں سکتے، اور ان کے لئے ہمیشہ والا عذاب ہوگا۔

اب اگر اس نے اپنی مرضی کو قربان کر کے اللہ کی مرضی پوری کر دی تو گویا اس نے بو دیا، جیسے کھیت میں دس من اناج بو دیا تو جب اگے گا تو سو من بن کر نکلے گا، اسی طرح انسان اگر اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں بو دے گا اور قربان کر دے گا تو انسان کی مرضی آخرت میں اُگے گی، ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون "جنت کے اندر تم کو وہ سب کچھ ملے گا جس کی تمہارا نفس خواہش کرے گا اور جس کو تم چاہو گے، اس طرح دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے، اس لئے کہ اسی پر آخرت کی اور دنیوی زندگی بننے اور بگڑنے کا دارومدار ہے۔ انسان کو اللہ نے دو نعمتیں دی ہے ایک جان، دوسرا مال، اب انسان کی چار نسبتیں ہیں، ان چاروں پر جان اور مال لگتا ہے اللہ کے حکم اور نبی ﷺ طریقے کے مطابق (۱) عام جانداروں والی نسبت، جیسے بھوک لگے تو کھانا، پیاس لگے تو پینا، گرمی سردی کا انتظام کرنا اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنا۔ (۲) فرشتوں والی نسبت، جو عبادات کے ذریعہ پوری ہوگی، یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ، (۳) خلافت خداوندی والی نسبت، یعنی اخلاق اور ہمدردی پر، یعنی بھوکوں کو کھانا کھلائے کیوں کہ رزاق کا خلیفہ ہے، دوسروں پر رحم کرے کیوں کہ رحیم کا خلیفہ ہے، دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرے کیوں کہ غفار کا خلیفہ ہے، (۴) نیابت نبوت والی نسبت، کیوں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے لہذا دعوت والا کام کرے۔

پہلی نسبت پراپنا جان مال اتنا لگانے جتنے کی ہمیں ضرورت ہے جیسے بیت الخلا میں ہم اتنا ہی وقت لگاتے ہیں جتنے کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔۔ دوسری نسبت فرشتوں والی یعنی عبادت نماز،روزہ،زکوۃ اور حج،عبادات کو ایسے طریقہ پر کرنا ہے کہ عبادت کا مزاج پیدا ہو جائے۔یعنی نماز کا اس طرح پڑھنا کہ اللہ کے حکموں پر جان لگانے کا مزاج پیدا ہو جائے،کیوں کہ پوری جان کو اللہ کے حکموں پر لگاتا ہے،اور پورے بدن کو اللہ کے حکموں میں جکڑتا ہے،آنکھ،کان،زبان حکموں میں جکڑا ہوا،ہاتھ پیر پر پابندی،حتیٰ کہ دل ودماغ پر پابندی ہوتی ہے،اگر نماز والا مزاج انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو نماز کے باہر بھی اللہ کے حکموں کا پابند ہوگا۔

زکوۃ ایسے طریقہ پر دی جائے کہ مال کو اللہ کے راستہ میں،خیر کے کاموں میں کھرچ کرنے کا مزاج پیدا ہو جائے،اور روزہ کا مزاج یہ ہے کہ اپنے تقاضوں کو دبانے کا مزاج پیدا ہو جائے،جب انسان کے اندر تقاضوں کو دبا کر جان اور مال لگانے کا مزاج بن جاوے تو اب انسان 'انی جاعل فی الارض خلیفة' یعنی خلافت کا حق ادا کرنے والا بنے گا۔

اللہ نے انسان کو عدل وانصاف اور اخلاق واحسان کا حکم دیا ہے،'ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ' اب آدمی صرف روزہ کے اندر ہی نہیں بلکہ جہاں ضرورت پڑے گی اپنے تقاضوں کو وہاں دبائے گا،صرف زکوۃ کے اندر ہی مال نہیں لگائے گا بلکہ جہاں ضرورت پڑے گی وہاں لگائے گا،جب یہ چیزیں انسان میں پیدا ہوگی تو اخلاق آئیں گے،معاملات اور معاشرت بھی بنے گی،جس کے نتیجے میں وہ دوسروں پر جان و مال لگائے گا،اور جان و مال لگانے میں اپنے تقاضوں کو دبائے گا۔

عدل وانصاف کے معنی یہ ہیں کہ تیرے ذمہ جو کام ہے وہ کر،لہذا زکوۃ ادا کرے گا تو یہ عدل وانصاف میں آئے گا،لیکن زکوۃ کا مال ختم ہو گیا لیکن ضرورت مند باقی رہ گیا،یا کوئی پریشان

حال ہے، ان کو جو مال دے گا یہ بطور احسان اور اخلاق کے ہوگا، اس طرح دنیوی ضرورتیں ہر ایک کی پوری ہوں گی۔ اب نبی کی نیابت میں جو کام ہمیں ملا ہے اس کے ذریعے لوگوں کی ہمیشہ ہمیشہ کی جو ضرورت ہے وہ پوری ہوگی، اور ہمیشہ ہمیشہ کی تکلیف جاتی رہے گی، اور اللہ جل شانہ کتنا خوش ہوگا۔

انسان جو محنت کرتا ہے اس سے دو مایہ تیار ہوتی ہے، ایک مایہ انسان کے اندر بنتی ہے اور ایک مایہ انسان کے باہر بنتی ہے، انسان کے اندر جو مایہ بنتی ہے وہ یہ ہے کہ یا تو ایمان بنے گا یا کفر بنے گا، علم بنے گا یا جہالت بنے گی، اللہ کا دھیان بنے گا یا غفلت بنے گی وغیرہ، اور جو انسان کے باہر مایہ بنتی ہے اس سے جائداد بنے گی، مال بنے گا، بڑی دکان بنے گی، چھوٹی دکان بنے گی وغیرہ۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مایہ پر جو انسان کے باہر بنتی ہے اس پر کامیابی اور ناکامی کا کوئی دارومدار نہیں بنایا، کوئی اہمیت نہیں دی، بلکہ انسان کے اندر جو مایہ بنتی ہے اس کو کامیابی اور ناکامی کا دارومدار بنایا، اگر اندر کی مایہ بن گئی تو دنیا اور آخرت کی زندگی بن گئی، اور اگر اندر کی مایہ بگڑ گئی تو دنیا اور آخرت کی زندگی بگڑ گئی۔

دنیا کی مادی چیزیں بدن کی سی ہے، اور حضور ﷺ کے طریقوں اور سنتوں کی مثال روح کی سی ہے، بدن میں روح ہوگی تو کام کرے گا، روح کے بغیر بدن کام نہیں کرتا، ایسے ہی حضور ﷺ والا طریقہ اگر زندگی میں ہے تو اللہ اسے کامیاب کرے گا اور اگر حضور ﷺ والا طریقہ زندگیوں سے نکل گیا تو آدمی جہنم کے قریب ہوتا چلا جائے گا، اور آخر میں اللہ جل شانہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے، جس کی وجہ سے وہ ناکام اور برباد ہو جائے گا، حضور ﷺ کا طریقہ نہیں ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ کے گھر میں دس پہلوان ہے، لیکن ان دسوں پہلوانوں کی جان نکلی ہوئی ہے، لاشیں پڑی ہوئی ہیں، تو ان پہلوانوں کی لاشیں آپ کے کسی کام کی نہیں ہے، اسی طرح جب ایک آدمی نے حضور ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر پندرہ بڑے بڑے کارخانے بنائے یا پندرہ فلیٹ بنائے اور بڑھیا قسم کی

کاریں خریدی تو سمجھو کہ وہ شخص لاشیں تیار کر رہا ہے، اسی طرح حضور ﷺ کے طریقہ کو چھوڑ کر جتنی بھی دنیا بنائی جائے گی وہ لاشیں ہیں ان میں کیڑے پڑیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جتنے وعدے ہیں وہ بالکل صحیح ہے، لیکن وعدے جب پورے ہوں گے جب اعمال جاندار ہوں اور عمل طاقتور ہو، خالی عمل کا ڈھانچہ ہو تو اس پر کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب بھینس طاقتور ہوگی اور تندرست ہوگی تو دودھ اور گھی ملے گا، لیکن اگر صرف بھینس کا فوٹو ہو یا بھینس مری ہوئی ہے تو نہ اس سے دودھ ملے گا اور نہ گھی، لہذا محنت کر کے اعمال کو جاندار بنانا پڑے گا۔

اگر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ جاندار بن گئے تو اب اللہ کے وعدے دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی پورے ہوں گے، نماز پر اللہ کا وعدہ کامیابی کا، ذکر پر اطمینان کا، روزہ پر تقوے کا، تقوی پر برکتوں اور اللہ کی مدد کا، اور مرتے وقت فرشتوں کا استقبال، قبر میں جنت کی کھڑکی کا کھل جانا، حشر میں عرش کا سایہ، حساب کی آسانی، پل صراط سے آسانی کے ساتھ گذرنا، پھر جنت میں ختم نہ ہونے والی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اللہ جل شانہ ہم سب کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین

(ملفوظات حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ)

اللہ سے جوڑ

محترم بزرگو، دوستو، عزیزو، اللہ جل شانہ نے ہم انسانوں کو اس دنیا میں استعمال کرنے والا بنایا ہے، جاندار اور بے جان چیزوں کو اس دنیا میں انسان ہی استعمال کرتا ہے، کوئی اور مخلوق باعتبار مخلوق ہونے کے نہ خود استعمال ہو سکتی ہے نہ دوسری مخلوق کو استعمال کر سکتی ہے، لکڑی خود اپنا استعمال نہیں کر سکتی، لوہا خود استعمال نہیں ہوتا، اسی طرح دوسری بے جان چیزیں ہیں یہ بھی خود استعمال نہیں ہو سکتی، اور جتنی جاندار مخلوق ہیں ان میں سے بھی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو ان چیزوں کا استعمال کرے،

اللہ تعالیٰ نے استعمال کی صلاحیت انسان میں رکھی ہے، چونکہ اس سے کائنات کا استعمال کروانا تھا، کام لینا تھا، اس لئے استعمال کا ملکہ عطا فرمایا۔

اب پڑھا بے پڑھا، دیہاتی ہو شہری ہو، چیزوں کا استعمال کرنے والا ہوگا، یہاں تک کہ چھوٹا سا بچہ بھی چیزوں کا استعمال کرنے والا ملے گا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہر چیز پر اس بات کی مہر لگا دی ہے یا اس بات کا امر لگا دیا ہے کہ ہمارا یہ خلیفہ، ہمارا یہ بندہ جس طرح تمہارا استعمال کرے اس طرح استعمال ہونا ہے، اور بے چوں و چرا استعمال ہوتا ہے۔ ایک لکڑی ہے، وہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ مجھے فلاں کام میں مت لو مجھے عمارت کے کام میں لے لو انسان کی اپنی مرضی کی بات ہے، چاہے اسے عمارت میں لگا دے، چاہے اس کا شہتیر بنا دے، چاہے ایندھن بنا دے ایک لوہا یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کیا بناؤ کیا نہ بناؤ، یہی نہیں بلکہ ایک جاندار یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے ہل میں نہ جوتو، مجھ سے کوئیں کا پانی نہ کھنچواؤ، مجھ پر بوجھ نہ لادو، مجھے گاڑی میں جوت کر اس طرح دن بھر کام مت لو، یہ کچھ نہیں کہہ سکتا، انسان کے آگے بے بس ہے، لاچار ہے، انسان جس طرح چاہتا ہے استعمال کرتا ہے، جب تک جی چاہتا ہے کھیت میں جوڑے رکھتا ہے، جب جی چاہتا ہے گاڑی میں جوت لیتا ہے، جب جی چاہتا ہے ذبح کر کے گوشت استعمال میں لاتا ہے، جب جی چاہتا ہے اس کی کھال کے جوتے بنا لیتا ہے۔

انسان کے آگے ساری چیزوں کو بے بس اور لاچار بنا دیا، گویا مسخر کر دیا، اور انسان کو اس کا استعمال کرنے والا بنا دیا، کوئی بھی انسان ایسا نہیں جو کسی نہ کسی چیز کو استعمال نہ کرتا ہو، اللہ جل شانہ نے انسان کو پیدائشی اعتبار سے یہ بات عطا فرمائی ہے کہ اسے چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور چیزوں کو اس کے ہاتھ میں آ کر استعمال ہونا ہے، اور جو بھی چیزوں کو استعمال کرتا ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے، اصلاً ساری کائنات کے استعمال کرنے والے تو اللہ ہی ہیں، لیکن اللہ نے

اپنے خلیفہ کو اس کا کچھ درجہ میں اختیار عطا فرمایا ہے، کہ وہ ان چیزوں کو استعمال کرے۔

اب انسان جن چیزوں کو استعمال کرتا ہے وہ ساری چیزیں بزبان حال یہ کہہ رہی ہے کہ ہم تو بے بس لاچار ہو کے استعمال ہو رہے ہیں حالاں کہ تم ہمارے خالق اور مالک نہیں ہو ہمیں تو خالق اور مالک نے تمہارے سامنے بے بس کر دیا ہے، لیکن اگر تم اپنے آپ کو اس طرح بے بس نہیں کرتے جس طرح ہم تمہارے آگے بے بس ہیں، اس طرح تم نے اپنے آپ کو خالق اور مالک کے آگے بے بس نہیں کیا تو تمہاری خیر نہیں ہے، ہر چیز یہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

جس طرح ان چیزوں میں سے کسی کی کوئی مرضی نہیں چلتی اسی طرح انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے رب کے سامنے اپنے آپ کو بے بس اور لاچار کر دے، کہ تم ہمارے مالک ہو جس طرح چاہو استعمال کرو، ہماری کوئی خواہش نہیں، کوئی تمنا نہیں، کوئی ارمان نہیں، کوئی مرضی نہیں، کوئی ذوق نہیں، کوئی شوق نہیں، آپ ہمارے رب ہیں، ہم آپ کے بندے ہیں، جس طرح چاہیں آپ ہمیں استعمال کریں۔

گویا یوں معلوم ہوا کہ چیزوں کے استعمال میں انسان کی کامیابی نہیں ہے، اپنے استعمال میں انسان کی کامیابی ہے، یہ لاکھ چیزوں کا استعمال کرتا ہو کامیاب نہیں ہوگا، جب تک یہ اپنا استعمال اللہ کی منشاء کے مطابق نہ کرے، جنہیں خود اپنی ذات سے استعمال ہونا آگیا اگر چہ ان کے پاس ملک ہے نہ مال ہے، وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو جائیں گے، اور جنہیں دنیا کی چیزیں مل گئی مگر انہوں نے اپنے رب کو پہچانا نہیں اور اس کی منشاء کے مطابق اپنا استعمال جانا نہیں، تو ان کے لئے ہلاکت ہے اور تباہی ہے اور بربادی ہے، پورے قرآن کا خلاصہ یہ ہے کہ جتنے دیے ہوئے جوہر انسان کے اندر ہیں ان سب کا صحیح استعمال کرنا جنہیں آتا ہے وہ ہوں گے کامیاب۔

انسان کا خود اپنا استعمال اولین استعمال ہے، اور چیزوں کا استعمال ثانوی (دوسرے نمبر

پر استعمال ہے، چیزیں بعد میں استعمال ہوں گی اور چیزوں کے لئے انسان پہلے استعمال ہوگا، مثلاً جیب میں پیسہ ہے تو پیسہ کے لئے پہلے خیال چلے گا، ارادہ چلے گا، نشاء چلے گی، اس کے بعد ہاتھ چلے گا، پھر ہاتھ جیب میں جائے گا، پھر پیسہ نکلے گا، موٹر چلانے سے پہلے ارادہ چلے گا، پھر اپنے آپ کو چلا کر موٹر میں بٹھائیں گے، پھر موٹر کے چلانے سے پہلے نگاہ چلے گی، تو پہلے انسان استعمال ہوگا پھر چیزیں استعمال ہوں گی، پوری کائنات کے استعمال میں پہلے انسان استعمال ہوگا اور بعد میں چیزیں استعمال ہوں گی۔

اب اگر پہلا ہی استعمال بگڑا ہوا ہو، یہ ہاتھ بگڑا ہوا ہو، یہ نگاہ بگڑی ہوئی ہو، یہ دل بگڑا ہوا ہو، یہ سب غلط استعمال ہو رہے ہوں، تو پھر تالوں میں خیر نہیں آنے کی، اس لئے انبیاءؑ نے یہ بات سمجھائی کہ اے چیزوں کے استعمال کرنے والے انسان یہ نہ سمجھ لے کہ چیزیں میرے ہاتھ میں آنے سے کامیاب ہو جاؤنگا، اس لئے کہ چیزوں کا بھی کسی سے جوڑ ہے، یہ آزاد نہیں ہے، بنانے والے نے بے لگام نہیں چھوڑ دیا، اس کے استعمال پر کسی کو قدرت نہیں سوائے اللہ کے، اندر کی بنیاد اور خاصہ اور جس صفت کے اور مقصد کے لئے وہ بنایا گیا ہے وہ چیز اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، گویا اللہ نے اصل استعمال اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، اور ظاہری استعمال انسان کے ہاتھ میں دیا ہے۔

اب انسان کیا سمجھ رہا ہے؟ کہ چیزیں ہیں اور میں ہوں، کوئی تیسرا ہے ہی نہیں، یہ تیسری ذات کو پہچانتا نہیں، ہر انسان یہ سمجھتا ہے کہ چیزیں ہیں اور میں ہوں، بس کام بن گیا، انبیاءؑ نے کہا تمہارا اور شکلوں کا جوڑ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اصل جوڑ تو شکلوں کا اور خدا کا ہے، رعیت کا ہمارے ساتھ جو جوڑ ہے وہ کچھ بھی نہیں، رعیت کا خدا کے ساتھ جو جوڑ ہے وہ اصل ہے، حکومت کا ہمارے ساتھ جو جوڑ ہے وہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا، حکومت کا خدا کے ساتھ جو جوڑ ہے وہ اصل ہے، اور اسی اصل جوڑ پر فیصلے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے زبردست قدرت والے ہیں کہ جس چیز کو جہاں چاہیں جس طرح چاہیں استعمال کرسکتے ہیں، فھو فعال لما یرید، اصل استعمال کرنے والے تو وہ ہیں، اور میں؟ میں تو اپنے اندر کی کسی چیز کو بھی استعمال نہیں کرسکتا، مثلاً روٹی کھائی تو روٹی آپ کے حلق کے نیچے اتری، آپ یہ سمجھیں کہ روٹی میرے اندر میں گئی حالاں کہ یہ لقمہ جو آپ کے اندر میں چلا گیا آپ کے ہاتھوں سے باہر ہوگیا، آپ کے اختیار میں ہے؟ کیا ہو، اس پر نفع ہو یا نقصان ہو، اس سے بیماری بنے یا تندرستی بنے، بلغم بنے، خون بنے، حیض بنے، کیا بنے؟ آپ کے اندر کی چیز بھی آپ کے اختیار میں نہیں، تو باہر کائنات کی چیز کونسی آپ کے اختیار میں ہے۔

جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ ہاتھ آجائے گی تو یوں ہوجائے گا اور یہ آجائے گی تو یوں کر لونگا، لیکن جب یہ معلوم ہوجائے کہ ہر چیز سے خدا کا جوڑ ہے تو بجائے چیزوں کے ساتھ جوڑ پیدا کرنے کے آدمی خدا سے جوڑ پیدا کرے گا، ادھر چیزوں کا خدا سے جوڑ اور ادھر انسان کا خدا سے جوڑ، اس پر خدا کی طرف سے فیصلے ہوں گے، اب چیزوں کا تو براہ راست خدا سے جوڑ اور ہمارا چیزوں سے جوڑ تو کام نہیں بنے گا۔

ایک چھوٹا بچہ بھی سمجھ لیتا ہے کہ دکان کی چیزوں کا دکان دار سے جوڑ ہے، اب وہ دکاندار سے بات کرے گا، چیزوں سے براہ راست بات نہیں کرتا، دکان دار سے بات کرلو، وہ ساری چیز آپ کے ہاتھ میں دے دے گا، مثلاً مجھے کپڑا چاہیے اور کپڑے والے کی دکان میں سینکڑوں طرح کے کپڑے ہوں، میں جو کپڑا دیکھوں اور پسند کروں اس سے کہوں تو میرے ساتھ چل، تو بہت اچھا کپڑا ہے، میں تیری یوں قیمت دونگا اور یوں دوں گا، کیوں جی کپڑا آسکتا ہے؟ بیچارے بے بس ہیں لاچار ہیں، تو یہ ساری دنیا کے لوگ احمق ہیں، بے وقوف ہیں، جو چیزوں سے براہ راست معاملہ کرتے ہیں، اور چیزوں والے کو پہچانتے نہیں کہ اصل چیز والا وہ ہے، اس سے معاملہ کرلو تو یہ ساری

کی ساری چیزیں آپ کے ہاتھ میں دے دیں گے، کر لیجئے، اور اگر وہ آپ کے ہاتھ میں نہ دے اور دوسروں کے ہاتھ میں دے دے تو اس کا نفع آپ تک پہنچا دے گا کہ اصل تو نفع چاہئے، اس سے کام ہونا چاہئے، پھر وہ چیز چاہے کسی اور کے ہاتھ میں کیوں نہ ہو، آپ کا کام بن جائے گا۔

جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں حقیقت دلوانے آئے تھے، ظاہری نقشے دلوانے نہیں آئے تھے، یہ اللہ جل شانہ نے بغیر ضابطے کے دینا طے کر رکھا ہے، جسے چاہیں دیں۔ بلکہ جو جتنا زیادہ نافرمان ہوگا اسے زیادہ دیں گے، اس لئے پہلی چیز اپنا استعمال ٹھیک ہو، اور استعمال ٹھیک ہونا کسے کہتے ہیں؟ جتنا استعمال خدا کے امر کے خلاف ہو رہا ہے، خدا کے امر سے ہٹ کر ہو رہا ہے، اپنی منشاء کے مطابق ہو رہا ہے، جتنا میزان کے تابع ہو کر ہو رہا ہے، جتنا حالات کے تابع ہو کر ہو رہا ہے، یہ سب غلط استعمال ہو رہا ہے، جتنا انسانیت کا استعمال خدا کے امر سے ہٹ کر، جس جس کے تابع ہو کر ہو رہا ہے یہ سب غلط استعمال ہو رہا ہے۔

تجارت اس کو کہتے ہیں جس میں انسان کا اپنی انسانیت کا استعمال تجارت کے تابع ہو کر ہو، تجارت میں اپنی انسانیت کا استعمال خدا کے حکم کے تابع ہو کر ہو اس کا نام عبادت ہے، حکومت کے حالات کے تابع ہو کر جو استعمال ہوا اس کا نام حکومت اور جو حکومت کے نقشے میں رہ کر اللہ کے امر کے تابع استعمال ہوا اس کا نام عبادت۔

جتنا اللہ کے امر کے خلاف استعمال ہو رہا ہے، اس میں ایک تو خواہشات ہیں، جو حاجت کے نام پر اور ضرورت کے نام پر ہماری زندگی میں داخل ہو گئی ہے، اس لئے جتنی غیر ضروری چیزیں ہیں جن پر حیات موقوف نہیں ہے، ایسی تمام غیر ضروری چیزوں کو زندگی سے نکال کر پھینک دو، جس طرح کھیتی کرنے والا جس دانہ کو نکالنا چاہتا ہے اس کے علاوہ جتنی گھاس پھونس اگتی ہے ان سب کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے، اگر وہ گھاس پھونس کو اکھاڑ کر نہ پھینکے تو جس چیز کی پیداوار وہ چاہتا

ہے وہ ان کو نہیں ملے گی، اسی طرح جتنی غیر ضروری چیزیں زندگی میں داخل ہو گئی ہیں ان سب کو نکال کر پھینکنا ہوگا۔

دوسرا کام یہ کہ جتنی ضروری چیزیں ہیں ان کو ضرورت کی حد تک محدود کرنا ہوگا، ان میں خواہشات داخل ہو گئی ہیں انہیں نکالو، یہ ضروری تو ہے لیکن کہ ایسا ہونا چاہیے محتاط کے پیچھے کھانا کھانا ضروری ہے اب ہماری حالت یہ ہے کہ کھانا ایسا ہونا چاہیے، یہ کھانے کی ضرورت خواہش میں داخل ہو گئی، رہنا ایسا ایسا ہونا چاہیے، یہ رہنے کی ضرورت میں خواہش داخل ہو گئی، کپڑا ایسا ایسا ہونا چاہیے یہ کپڑے کی ضرورت خواہش میں داخل ہو گئی، اگر دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اپنی ضرورت میں جتنی خواہشات داخل ہو گئی ہیں انہیں چھانٹ کر نکالنا ہوگا۔

ضرورت کی جو اصل مقدار ہے وہ بہت تھوڑی ہیں، اور بہت آسانی کے ساتھ بہت کم وقت میں، بہت کم دام میں اور بہت کم کوشش میں پوری ہو سکتی ہے اس کے لئے پھر زیادہ وقت، زیادہ محنت اور زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں، اگر ضرورتیں اصل مقدار پر آجائے تو پھر انسان کو رشوت کی ضرورت نہیں پڑے گی، کرپشن کی ضرورت نہیں پڑے گی، ناجائز حرام اور سود کی ضرورت نہیں پڑے گی، پھر جب حرام سے بچ کر چلیں گے اور حلال حاصل کریں گے تو اس تھوڑے میں اللہ جل شانہ بہت برکت عطا فرمادیں گے، اللہ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

(ملفوظات حضرت فضل کریم صاحب دامت برکاتہم)

☆

عجائب قلب (از احیاء العلوم)

تمام مخلوق پر انسان کی فضیلت اور شرف کا راز یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی استعداد اور صلاحیت سے محروم نہیں ہے، یہی معرفت دنیا میں انسان کا جمال اور وجہ کمال ہے، اور آخرت میں

ذریعہ نجات ہے۔ معرفت کی صلاحیت اور استعداد قلب کو عطا کی گئی ہے اعضاء کو نہیں، قلب ہی تو الوہیت کا علم ہے، وہی حق تعالیٰ سے قریب ہے، وہی اللہ کے لئے عمل پیرا اور راہ حق میں مصروف جد وجہد ہے، قلب ہی سے مخفی امور منکشف ہوتے ہیں، باقی تمام اعضاء قلب کے تابع ہیں، اور ان کے لئے آلات اور خدمت گذاروں کا درجہ رکھتے ہیں، اور دل ان سے اس طرح کام لیتا ہے جس طرح مالک اپنے غلام سے، حاکم اپنی رعایا سے کام لیا کرتا ہے۔

اگر قلب غیر اللہ سے پاک ہے تو وہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے، اور غیر اللہ میں مشغول ہے تو محجوب ہے باز پرس، تنبیہ، نکیر اور امر و نواہی کا تعلق قلب سے ہے، اور امر و نواہی کا مخاطب بھی قلب ہے، یہی قرب الٰہی کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے، اور یہی حکم الٰہی سے روگردانی پر عتاب کا مستحق قرار دیا جاتا ہے، اللہ کی حقیقی اطاعت قلب کا عمل ہے، اعضاء کی عبادت اسی عمل کا مظہر ہے، معصیت بھی قلب کا فعل ہے، اعضاء کی سرکشی، تمرّد اور فواحش کا ارتکاب یہ سب اسی فعل کا رد عمل ہے، قلب کے اجالے سے اعضاء کے محاسن اور اس کی تاریکی سے اعضاء کے قبائح ظاہر ہوتے ہیں، ہر برتن میں سے وہی چیز چھلکتی ہے جو اس میں ہوتی ہے۔

دل کا حال یہ ہے کہ اگر انسان اس کی معرفت حاصل کر لے تو وہ اپنے نفس کی معرفت حاصل کر لیتا ہے، اور اس سے جاہل رہے تو اپنے نفس سے جاہل رہ جاتا ہے، اور نفس کی جہالت باری تعالیٰ کی معرفت کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے، اس لئے جو شخص اپنے نفس کو نہیں پہچان سکا وہ غیر نفس (دوسرے) کو کیسے پہچان پائے گا؟ اکثر لوگ اپنے دلوں اور نفسوں سے ناواقف ہیں، ان کے اور باری تعالیٰ کے درمیان حجاب حائل ہے۔

(۱) قلب ایک روحانی ربانی لطیفہ ہے، جس کا اس جسمانی قلب سے تعلق ہے، اور یہی لطیفہ انسان کی حقیقت ہے۔

(۲) نفس وہ شئے ہے جو انسان کے اندر غضب اور شہوت کی قوتوں کا جامع ہے، صوفیاء کے یہاں نفس وہی ہے جو مذموم صفت کا جامع ہو، اسی لئے وہ کہا کرتے ہیں کہ نفس کے خلاف مجاہدہ کرنا اور اسکی شہوتوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہے، آں حضرت ﷺ کے اس ارشاد کا منشاء بھی یہی ہے کہ تیرا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تیرے پہلو میں ہے، نفس انسان اور ذات انسان بھی ہے البتہ یہ نفس مختلف حالات میں مختلف صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے، چنانچہ جب وہ اطاعت کے ساتھ مطمئن ہو جائے اور شہوت سے جنگ کرتے کرتے اس کا اضطراب زائل ہو جائے تو اسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں اللہ کا ارشاد ہے "یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعي الی ربک راضیة مرضیة" اے اطمینان والی روح اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش۔

اور ایک نفس وہ ہے جو کمال اطاعت کی صفت سے محروم ہو لیکن اطاعت میں عجز اور قصور پر اپنے آپ کو لعنت ملامت بھی کرتا ہو اسے نفس لوامہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لا اقسم بالنفس اللوامة" میں قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے۔ ایک نفس وہ ہے جو خواہشات نفس کے بہاؤ کو نہ روک سکے، اور خود کو اس کے سپرد کر دے، یہ نفس امارہ بالسوء کہلاتا ہے۔

(۳) روح ایک ایسی عجیب و غریب ربانی شئے ہے جس کی حقیقت اور ماہیت کے ادراک سے اکثر عقلیں قاصر ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قل الروح من امر ربی" آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے۔

(۴) عقل، حقائق امور کے علم کا نام ہے، اور اس صفت کا محل قلب ہے، کبھی عقل سے مراد علوم کا ادراک کرنے والا ہوتا ہے، اور یہ قلب کا خاصہ ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف میں جہاں کہیں قلب کا لفظ آیا ہے وہاں اس سے اشیاء کی حقیقت کا ادراک کرنے والی قوت مراد لی ہے، یہ قوت انسان کے اندر موجود ہے، اس کے لئے لفظ

قلب بطور کنایہ استعمال کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس قوت مدرکہ کو اس قلب سے مخصوص مناسبت اور خاص تعلق ہے، اگر چہ وہ قوت تمام بدن سے متعلق ہے اور ہر عضو سے کام لیتی ہے لیکن اس کا تعلق اعضاء بدن سے براہ راست نہیں ہے، بلکہ قلب کے واسطے سے ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قلب جسمانی اس لطیفہ مذکورہ کا محل، دارالسلطنت اور سواری ہے، حضرت سہل تستریؒ نے قلب کو عرش اور سینے کو کرسی سے تشبیہ دی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ لطیفہ مذکورہ سے قلب اور سینے کو وہ نسبت حاصل ہے جو نسبت عرش وکرسی کو اللہ تعالیٰ سے ہے۔

قلب کے لشکر

قلب کے دو لشکر ہیں، ایک وہ جو ظاہری آنکھ سے دکھائی دیتا ہے، مثلاً ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان اور دوسرے تمام اعضاء شامل ہیں، اور باطن میں غضب اور شہوت، یہ سب اعضاء خواہ جسم کے ظاہر میں ہوں یا باطن میں، قلب کے خادم ہیں، اور انھیں اس کی اطاعت کا پابند کر دیا گیا ہے، وہ ان میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، وہ اپنے وظیفے سے روگردانی کی قدرت نہیں رکھتے، اور نہ اس کے خلاف عمل کرنے کا یارا رکھتے ہیں، مثلاً جب آنکھ کو کھلنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ کھل جاتی ہے، بند کرنے کا حکم ہوتا ہے تو بند ہو جاتی ہے، تمام اعضاء کا یہی حال ہے۔

بعض وجوہ سے باری تعالیٰ کے لئے فرشتوں کی اطاعت کے مشابہ ہے، چنانچہ فرشتے فطری طور پر مطیع ہیں، ان کی تخلیق کا مقصد اطاعت ہے، اور وہ اس مقصد سے انحراف نہیں کر سکتے ہیں البتہ فرشتوں کی اطاعت اور اعضاء کی اطاعت میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ فرشتے اپنی اطاعت کا علم رکھتے ہیں جب کہ اعضاء کی اطاعت میں یہ بات نہیں ہے، آنکھ سے کھلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ کھل جاتی ہے لیکن نہ اسے اپنے وجود کی خبر ہوتی ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے حاکم، قلب کی اطاعت میں کھل رہی ہے۔

جس طرح قلب راہ سلوک کا سفر طے کرنے کے لئے سواری اور زادِ راہ کا محتاج ہے اسی طرح اعوان اور خدام کی بھی ضرورت ہے اور یہ مقررہ سفر ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے، "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" یعنی میں نے جنات اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری اطاعت کریں۔ قلب کی سواری بدن ہے، علم اس کا زادِ راہ ہے، اور اس زادِ راہ کے حصول کا ذریعہ نیک اعمال ہیں، کسی بندے کے لئے ممکن نہیں کہ وہ دنیا میں قیام کئے بغیر اللہ تک پہنچ سکے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا جاتا ہے، بہر حال اگلی منزل تک پہنچنے کے لئے اس منزل سے زادِ راہ لینا ضروری ہے۔

منزل تک پہنچنے کے لئے بدن سواری کے درجہ میں ہے، اس لئے اس کی نگرانی اور حفاظت بھی ناگزیر ہے، بدن کی حفاظت اس طرح ہوگی کہ اسے وہ غذا دی جائے جو اس کے موافق ہو اور اس غذا سے روکا جائے جو اسے ہلاک کر سکتی ہو، حصول غذا کے لئے دو لشکریوں (سپاہی) کی ضرورت ہے، ایک باطنی یعنی شہوت (بھوک وغیرہ کی شہوت) اور دوسری ظاہری یعنی ہاتھ اور دیگر اعضاء جن سے غذا فراہم ہوتی ہے، اسی طرح مہلکات سے بچنے کے لئے بھی دو لشکری دیئے گئے ہیں، ایک باطن میں، جو غضب کہلاتا ہے، اس کی وجہ سے انسان مہلکات دور کرتا ہے اور دشمنوں سے انتقام لیتا ہے، دوسرا لشکری ظاہر میں ہے جو ہاتھ اور پاؤں سے عبارت ہے، آدمی ان کے ذریعہ غضب کے تقاضے پر عمل کرتا ہے، بدن میں ان اعضاء کا وجود ایسا ہی ہے جیسے کسی سپاہی کے پاس ہتھیار اور آلات جنگ ہوں۔

پھر غذا کی خواہش اور ضرورت ہی کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی کو اس غذا کا حال بھی معلوم ہو، اس کے لئے بھی ظاہری اور باطنی لشکریوں کی ضرورت ہے، ظاہری لشکری یہ ہے کہ آدمی حواس خمسہ یعنی بینائی، سماعت، سونگھنا، چکھنا، چھونا اور ذوق رکھتا ہو، اور باطنی لشکری یہ ہے کہ ان

حواس خمسہ کے ادراک سے محروم نہ ہو۔

قلب کے خدام

قلب کے خدام تین طرح کے ہیں، ایک وہ جو اسے کسی چیز کی رغبت دلائیں، خواہ وہ نفع حاصل کرنے کی ہو یا مضرت دور کرنے کی ہو، پہلے کی مثال شہوت (بھوک وغیرہ) اور دوسرے کی مثال غضب ہے، اس قسم کے خادم کو ارادہ بھی کہتے ہیں، دوسری قسم میں وہ خدام شامل ہیں جو حصول مقصد یا تکمیل ارادہ کے لئے اعضاء کو تحریک دے، اسے قدرت کہتے ہیں، اور یہ قدرت تمام اعضاء اور ہر ہر جزو بدن اور رگ و پے میں پھیلی ہوئی ہے، تیسری قسم میں وہ خدام ہیں جو جاسوسوں کی طرح اشیاء کا ادراک کرلے اور انکی حقیقت معلوم کرلیں، بینائی، سماعت، سونگھنے، چھونے، اور چکھنے وغیرہ کی قوتیں اسی قسم کے متعلق ہے، یہ قوتیں متعینہ اعضاء میں منتشر ہیں، اس قسم کو علم اور ادراک کہتے ہیں، ان باطنی خدام کے ساتھ ظاہری خدام بھی ہیں، مثلاً گرفت کی قوت انگلیوں سے اور بینائی کی قوت آنکھ سے متعلق ہے، اسی پر دوسری قوتوں اور اعضاء کو قیاس کرنا چاہیئے۔

بحث اور گفتگو کا محور ظاہری اعضاء نہیں ہے، بلکہ ان باطنی اعوان اور خدام سے ہے جن کا مشاہدہ آنکھ سے نہیں ہوتا، یہ اعوان اور خدام قوائے مدرکہ (ادراک کرنے والی قوتیں) کہلاتی ہیں، پھر ان قوائے مدرکہ کی بھی دو قسمیں ہیں، کچھ وہ جو ظاہری اعضاء میں سکون پذیر ہیں اور وہ حواس خمسہ ہے، اور کچھ وہ ہیں جن کا مسکن دماغ کی رگوں میں ہے، یہ بھی پانچ ہیں۔

چنانچہ آدمی کسی چیز کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کرلے اور اسکی تصویر اپنے دل میں پائے تو اسے **خیال** کہتے ہیں، پھر یہ صورت کسی چیز کے یاد رکھنے سے اسکے ساتھ ہو جاتی ہے اسے **حافظہ** کہتے ہیں، پھر جو چیز حافظہ میں رہ جائے اس میں غور کر کے بعض کو بعض سے ملائے اور جو بھول جائے اسے یاد کرے اور بھولی ہوئی صورت ذہن میں دوبارہ آجائے اور تمام معانی محسوسات کو اپنے دل

میں جمع کر لینا سے **ذکر، فکر اور حسب مشترک** کہتے ہیں، قلب کے لشکروں کی یہ قسمیں ہیں، انکا فہم، دقت نظری پر موقوف ہے، اب مثالوں کے ذریعہ سمجھتے ہیں۔

پہلی مثال-فرض کیجئے کہ نفس انسانی یعنی لطیفہ ربانی اپنے ملک اور دار الحکومت میں بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے، بدن اسکی مملکت، اس کا مستقر اور دار الحکومت، اور اعضاء و جوارح کی حیثیت شاہی اہلے کے ارکان کی ہوتی ہے، قوت عقلیہ اس کا مخلص مشیر اور خیر خواہ وزیر ہے، غضب اسکا بوڈی گارڈ اور کوتوال شہر ہے، دشمنوں سے بادشاہ کی حفاظت اسکے فرائض میں شامل ہے، شہوت اس کا وہ بد خلق ملازم ہے جس کے ذمہ اہل شہر کے لئے کھانے کا نظم ہے، یہ انتہائی جھوٹا، فریبی، دھوکہ باز اور خبیث ہے، بظاہر خیر خواہ نظر آتا ہے لیکن اس کی خیر خواہی کے پردے میں زہر ہلاہل اور سم قاتل ہے، مخلص وزیر کی رائے اور تدبیر سے اختلاف کرنا اسکی عادت ہے، کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ اسکی مخالفت نہ کرتا ہو۔

اس صورت میں اگر بادشاہ اپنے وزیر کی تدابیر پر عمل کرے، اس سے مشورہ حاصل کرے اور اس غلام سے اعراض کرے، نیز کوتوال شہر کو بھی تادیب کرے کہ وہ اس بد باطن غلام اور اسکے تابعین پر نظر رکھے، اگر وہ کسی غلط کام میں مشغول ہوں تو انہیں سزا دے، امید یہی ہے کہ غلام اس صورت میں سرکشی نہ کر سکے گا، اور بادشاہ کا مغلوب اور محکوم بنا رہے گا، اور حکومت نہایت عدل اور نظم کے ساتھ چلے گی، اسی طرح اگر نفس اپنی عقل سے مدد حاصل کرتی رہے اور کبھی غضب کے محافظ کے ذریعہ شہوت کے غلام پر کاری ضرب لگاتا رہے اور کبھی غضب کے غلبے کو کم کرنے کے لئے شہوت سے مدد چاہتا رہے تو اس کے قویٰ اعتدال پر رہیں گے اخلاق بہتر رہیں گے۔

اور اگر اس طریقے سے اعراض کرے گا تو ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے "افرأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ و اضلہ اللہ علیٰ علم" سو کیا آپنے

اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے، اسی طرح نفس کو خواہشات کے قریب سے دور رکھنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا "واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى" اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہوگا اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اسکا ٹھکانہ ہوگا۔

دوسری مثال - فرض کیجئے بدن ایک شہر ہے، اور عقل یعنی انسان کی قوت مدرکہ اس شہر کا حاکم ہے، ظاہری اور باطنی حواس اسکے اعوان اور سپاہی ہیں، اور اعضاء رعیت ہیں، اور نفس امارہ جسے شہوت اور غضب سے بھی تعبیر کرتے ہیں اسکا وہ دشمن ہے جو اسکی حکومت چاہتا ہے اور اسکی رعایا کو موت کی نیند سلانے کا خواہش مند ہے، اس صورت میں بدن محاذ جنگ کی طرح ہے، جہاں حاکم شہر نفس نفیس دشمن سے مقابلہ کے لئے موجود ہے، اگر اس نے جنگ میں غلبہ حاصل کیا اور دشمن کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تو اسکی یہ جدو جہد اعلیٰ دربار میں خراج وصول کرے گی، اللہ کا ارشاد ہے "فضل الله المجاهدين باموالهم وانفسهم على القاعدين درجة" اللہ تعالیٰ نے گھر میں بیٹھے رہنے والوں کی نسبت ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرتے ہیں۔ اور اگر اس نے محاذ جنگ میں بہادری کے جوہر نہ دکھائے اور دشمن سے ہزیمت اٹھائی تو یہ مذموم فعل ہوگا اور اسے غفلت کی سزا دی جائیگی، ایک حدیث پاک کا خلاصہ ہے اے خبیث چرواہے تو نے گوشت کھایا اور دودھ پیا گمر گم شدہ کا پتہ لگایا اور شکستہ کو صحیح نہ کیا، آج میں تم سے انتقام لوں گا۔

تیسری مثال - فرض کیجئے عقل ایک سوار ہے، جو شکار کے ارادہ سے نکل رہا ہے شہوت اسکا گھوڑا ہے اور غضب اس کا کتا ہے، اب اگر سوار اپنے فن میں ماہر ہو، گھوڑا بھی سدھایا

ہوا ہو اور کتا بھی تعلیم یافتہ ہو تو بلا شبہ یہ شکاری اپنے مقصد میں کامیاب ہے اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کوئی نقصان اٹھائے بغیر شکار لیکر واپس آئے گا، اور دوسری صورت یہ ہے کہ خود بھی شکار کے فن سے ناواقف ہو، گھوڑا بھی سرکش ہو اور کتا بھی دیوانہ ہو تو ایسے شخص کے بارے میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کامیابی کے ساتھ واپس آئے گا، اگر وہ صحیح سلامت آجائے تو غنیمت ہے، سوار کی ناواقفیت، جہالت کے مشابہ ہے، گھوڑے کی سرکشی غلبۂ شہوت اور کتے کی دیوانگی غلبۂ غضب کی مثال ہے۔

اب تک جن چیزوں کا ذکر کیا گیا، وہ صرف انسان ہی کو نہیں بلکہ حیوانات کو بھی حاصل ہے، مثلاً شہوت، غضب، ظاہری اور باطنی حواس انسان کی طرح حیوانات میں بھی ہے، ہمارا مقصود ان علوم کا ذکر ہے جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے، جن کے باعث اسے دوسری مخلوقات پر شرف اور فضیلت اور اللہ جل شانہ کی قربت حاصل ہے۔

قلب کی خصوصیات

جاننا چاہئے کہ قلب انسانی کے ساتھ مخصوص امور صرف دو ہیں، ایک علم دوسرا ارادہ، علم سے مراد یہاں دنیوی، اخروی اور عقلی حقائق کا علم ہے، یہ امور اور حقائق محسوسات سے ماوراء ہے، اور ان میں حیوانات انسان کے ساتھ شریک نہیں ہے، بلکہ بدیہی علوم کلیہ بھی عقل کے ساتھ مخصوص ہے، اس لئے کہ انسان ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک ہی حالت اور وقت میں دو مکانوں میں پایا جانا ممکن نہیں، اگرچہ اس نے دنیا کے چند ہی افراد دیکھے ہوں، لیکن اس کا یہ حکم تمام افراد کو شامل ہے، معلوم ہوا کہ تمام افراد پر اس کا یہ حکم لگانا جو اس سے زائد ایک امر ہے، جب بدیہی اور ظاہری علم کا یہ حال ہے تو نظری علوم کا حال تو اس سے بھی بہتر اور اولا ہوگا۔

ارادہ سے مراد یہ ہے کہ جب انسان کسی امر کے انجام پر نظر ڈالتا ہے اور اس میں کوئی بہتری

نظر آتی ہے تو اسکا شوق اور اسے حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، یہ ارادہ وہ نہیں جسے شہوت کہتے
ہیں یا جو حیوانات میں بھی موجود ہے، بلکہ یہ ارادہ شہوت کی ضد ہے، شہوت اور ارادہ کا فرق اس مثال
سے ظاہر ہوگا کہ شہوت فصد کھلوانے اور فصد لگوانے سے نفرت کرتی ہے مگر عقل اس کی افادیت سمجھتی
ہے اور اسکا ارادہ کرتی ہے، بلکہ اس کے لئے مال تک خرچ کرا دیتی ہے، یہ ممانعت شہوت کی طرف
سے نہیں ہوتی بلکہ عقل کی رو سے ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس ارادہ کی تخلیق نہ فرماتا جس سے عقل کے
مقتضیات کو تحریک ملتی ہے اور ان پر عمل ہوتا ہے تو عقل کی تخلیق کا مقصد فوت ہوجاتا۔

معلوم ہوا کہ انسان کے قلب میں علم اور ارادہ وہ ایسے امر ہیں جو حیوانات میں نہیں پائے
جاتے، بلکہ کمسن بچے بھی اس سے محروم ہوتے ہیں، یہ خصوصیات انہیں بلوغ کے بعد حاصل ہوتی
ہے، اگرچہ ان میں شہوت، غضب، ظاہری اور باطنی حواس روز اول ہی سے موجود ہوتے ہیں،
معلوم ہوا کہ بچہ بلوغ کے بعد یہ خصوصیات حاصل کر پاتا ہے۔

اس حصول یا اکتساب کے دو درجے ہیں، ایک درجہ تو یہ ہے کہ اسے بدیہیات کا علم ہو، مثلاً یہ کہ
محال کو محال اور ممکن کو ممکن سمجھتا ہو، اس صورت میں کہا جائے گا کہ بدیہیات سے تو واقف ہے لیکن
نظریہ کا علم نہیں رکھتا، تاہم یہ کہا جائے گا کہ وہ علوم نظریہ کے حصول کے قریب ہے، جیسے کاتب کہ جو
اگرچہ کتابت سے واقف نہیں لیکن کتابت کے آلات یعنی دوات، قلم اور مفرد حروف سے واقف
ہے، ایسے شخص کو مکمل کاتب تو نہیں کہا جاسکتا لیکن یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس فن سے قریب ہے۔

اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسے تجربہ اور اکتساب کے ذریعہ ان علوم کا ذخیرہ میسر آجائے، اور وہ
اس ذخیرہ کو اپنے ذہن کے خزانہ میں محفوظ کرلے اس خیال سے کہ وہ جب چاہے گا اس ذخیرہ سے
فائدہ اٹھالے گا ایسا شخص ماہر کاتب کی طرح ہے، اگرچہ وہ فی الوقت لکھ نہیں رہا ہے لیکن لکھنے کے فن
سے واقف ہے اور جب جی چاہے لکھ سکتا ہے یہ انسان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اس درجہ میں بے شمار

مراتب ہیں، معلومات کی کثرت، عظمت، شرف وخست اور تحصیل کے طریقوں میں اختلاف کی وجہ سے ہر شخص کا حال جداگانہ ہے، بعض قلوب الہام اور کشف کے ذریعہ ان علوم کا ادراک کرتے ہیں، بعض تعلم اور اکتساب کے ذریعہ علوم حاصل کرتے ہیں، بعض لوگ ایسے ذکی اور سریع الفہم ہوتے ہیں کہ مشکل سے مشکل بات لمحوں میں سمجھ جاتے ہیں اور بہت سے لوگ اتنے غبی اور کند ذہن ہوتے ہیں کہ تکرار اور اعادے اور فکر وتدبر کے بغیر کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی، اس میں علماء، حکماء، انبیاء اور اولیاء سب کے درجات مختلف ہیں، جہاں تک اعلیٰ ترین درجہ کا تعلق ہے تو اسکی کوئی حد یا انتہاء نہیں ہے، کیوں کہ معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہیں، اس میں اعلیٰ ترین درجہ اس نبی کا ہوتا ہے جس پر تمام یا اکثر حقائق کسی اکتساب یا ادنیٰ تکلف کے بغیر فضل الٰہی سے منکشف ہوجائے، یہی سعادت بندے کو اللہ سے قریب کرتی ہے، اس سے مکانی مسافت کی قربت مراد نہیں ہے بلکہ معنوی حقیقی اور وصفی قربت مراد ہے۔

ان مقامات میں آگے بڑھنا اور کسی مقام پر ٹھہرنا راہ سلوک طے کرنے والوں کی منزلیں ہیں، ان منازل کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، سالک کو ان منزلوں کی خبر ہوتی ہے جن سے وہ گذر کر آیا ہے، اگلی منزل کا حال اسے معلوم نہیں ہوتا، تاہم وہ ایمان بالغیب کے طور پر انکی تصدیق کرتا ہے، جس طرح ہم نبی اور نبوت کی تصدیق کرتے ہیں، حالاں کہ نبوت کی حقیقت نبی کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہوتی نیز جس طرح پیٹ کے بچے کو دودھ پینے والے بچے کا حال اور دودھ پینے والے کو اس بچے کا حال معلوم نہیں جسے کچھ سمجھ بوجھ آگئی ہو اور تمیز دار بچے کو عقلمند انسان کا حال معلوم نہیں ہوتا، اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسنے کتنے علوم نظریہ حاصل کیئے ہیں، اسی طرح عاقل کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ نے اپنے انبیاء، اولیاء پر کیا کیا عنایات کی ہیں، اور کون کون سے اسرار منکشف کیے ہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے "ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا" یعنی اللہ

جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں یہ رحمت باری تعالیٰ کے جود و کرم کے بموجب عام ہے، اس سلسلے میں کسی کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیا جاتا، لیکن ان کا ظہور ان دلوں میں ہوتا ہے جو رحمت خداوندی کے جھونکوں کے منتظر رہتے ہیں، ان جھونکوں کے منتظر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ دل کو مذموم اخلاق سے ہونے والی کدورت اور گندگی سے پاک صاف رکھے، قلوب کا علوم کے انوار سے محروم رہنا منعم حقیقی کی طرف سے کسی رکاوٹ یا بخل کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اپنے قلوب کی خباثت اور کدورت اور غیر اللہ سے تعلق کی بنا پر قلوب ان انوار سے محروم رہتے ہیں، مختصر یہ کہ انسان کی خصوصیت علم اور حکمت سے وابستہ ہے۔

علوم میں سب سے افضل علم باری تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال کا علم ہے، اس علم میں انسان کے کمال کا راز مضمر ہے، اور اسی کمال پر اسکی سعادت اور فلاح کا مدار ہے، اسی سے باری تعالیٰ کے جوار میں رہنے کی صلاحیت اور اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اہلیت پیدا ہوتی ہے۔

انسان کی تخلیق کا مقصد

بدن، نفس کی سواری ہے، اور نفس محل علم ہے، اور علم ہی انسان کی زندگی کا مقصد اور اس کا امتیاز ہے، اسی مقصد کے لیے اسکی تخلیق عمل میں آئی ہے، جس طرح گھوڑا بوجھ اٹھانے کی قوت میں گدھے کا شریک اور کر و فر، حسن و ہیبت اور سرعت رفتار میں اس سے ممتاز ہے، اسی طرح انسان کو بھی بعض چیزیں گدھے اور گھوڑے سے ممتاز کرتی ہیں، یہ خصوصیات ملائکہ مقربین کی صفت ہے، انسان ملائکہ اور بہائم کے درمیان میں ایک مخلوق ہے، کیوں کہ وہ غذا اور نشو و نما کے لحاظ سے سبزہ ہے، حس و حرکت اور اختیار اور فعل کے اعتبار سے حیوان ہے، صورت اور قد و قامت کے لحاظ سے نقش بر دیوار ہے، حقیقت اشیا کی معرفت کی خصوصیات اسے بہائم سے ممتاز کرتی ہے، جو شخص اپنے اعضاء اور قویٰ سے علم و عمل پر مدد لے وہ ملائکہ کے مشابہ ہے، بلکہ اس کا مستحق ہے کہ اسے ملائکہ کے

زمرے میں شمار کیا جائے، اور ملکِ ربانی کہا جائے۔

جس شخص نے بدنی لذات کو اپنے فکر و عمل کا محور قرار دیا اور انہیں کا ہو رہا، وہ چوپایوں کی طرح ہے، جن کا مقصد کھانے اور چرنے کے علاوہ دوسرا نہیں ہوتا، وہ ان ہی تمام میں داخل ہوکر یا تو بیل کی طرح بے وقوف ہوگا، خنزیر کی طرح حریص یا بلی کتے کی طرح غرانے والا ہوگا یا اونٹ کی طرح کینہ پرور یا چیتے کی طرح متکبر یا لومڑی کی طرح مکار و عیار بن جائے گا، اور اگر ان تمام صفات اور بہیمانہ خصائل کا جامع ہوا تو شیطانِ رجیم ہوگا۔

انسان کا کوئی ظاہری عضو یا باطنی حس ایسی نہیں ہے جس سے وصول الی اللہ پر مدد نہ لی جاسکتی ہو، جس نے اپنے اعضاء کا صحیح استعمال کیا اس نے کامیابی حاصل کی، اور جس نے حکم عدولی کی اس نے نقصان اٹھایا اور رسوائی حاصل کی، کمالِ سعادت اور تمام فلاح یہ ہے کہ انسان لقاء خداوندی کو اپنا مقصد، آخرت کو اپنا مستقر، دنیا کو عارضی منزل، بدن کو سواری اور اعضاء کو خدمت گذار سمجھے، اور اپنی قوت مدرکہ کو جس کا محلِ مملکت، جسم کا وسط حصہ قلب ہے، بادشاہ خیال کرے، اور مقدم دماغ میں قوت خیالیہ کو بادشاہ کا پیغمبر سمجھے، کیوں کہ محسوسات کی خبریں اس تک پہنچتی ہے اور قوت حافظہ اس کا خزانچی بنتی ہے اور خزانچی کی طرح حفاظت کرتی ہے، زبان اسکی ترجمان، متحرک اعضاء اسکے محررین اور حواسِ خمسہ اسکی مملکت کے جاسوس ہیں۔

یہ سب حواس اپنی اپنی دنیا سے خبریں جمع کرتے ہیں اور انھیں قوت فکر اور خیال تک پہونچاتے ہیں، قوت خیال جو دراصل قاصد ہے، ان خبروں کو خازن شہر یعنی قوت حافظہ کے سپرد کردیتی ہے، خازن انھیں بادشاہ سلامت کے گوش گذار کردیتا ہے، بادشاہ ان میں سے وہ خبریں منتخب کرلیتا ہے جو ملک کا نظام چلانے میں مفید ہوں، اور جن سے پیش آمدہ سفر پورا ہوسکے مملکت کے دشمنوں کا قلع قمع ہوسکے اور راستے کے لٹیروں سے نمٹا جاسکے، اعضاء کو ان کی ذمہ داریوں سے

آگاہ کرنا اور اعضاء کا ان ذمہ داریوں کی ادائگی میں مشغول رہنا ہی سعادت ہے، اور اسی میں باری تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بھی ہے۔

ان اعضاء کو غفلت میں مبتلا رکھنے والا شقی، بد بخت اور رسوا ہے، وہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا منکر ہے، اس نے لشکر الٰہی کو جو دشمن کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لئے اسے دیا گیا تھا ضائع کیا، اور دشمنانِ خدا کو عزت دی، اور حزب اللہ کو ذلت میں مبتلا کیا، انجام کار شدید ترین عذاب اور آخرت کی رسوائی کا مستحق ہے، ہم آخرت کی رسوائی اور اس کے ہولناک عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آمین

جامع اوصاف قلب

جاننا چاہئے کہ انسان کی تخلیق و ترکیب میں چار چیزوں کی آمیزش ہے، اس لئے اس میں چار طرح کے اوصاف جمع ہیں، سبعی، بہیمی، شیطانی اور ربانی، اس حیثیت سے کہ اس پر غضب کا تسلط ہے وہ سباع کے افعال یعنی عداوت، بغض، مار پیٹ اور گالی گلوچ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ اس پر شہوت کا غلبہ ہے وہ بہائم کے افعال یعنی حرص و ہوس اور طمع و حسد کا ارتکاب کرتا ہے، اور اس لحاظ سے کہ وہ فی نفسہٖ امر ربانی ہے، اپنے لئے ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے، اسے تعلّی، تکبر، دوسروں پر برتری، تخصیص اور انفرادیت پسند ہے، عبودیت، تواضع اور محکومیت ناپسند ہے، اسی لحاظ سے وہ یہ چاہتا ہے کہ تمام علوم پر مطلع رہے، علم کی طرف اپنی نسبت اسے محبوب ہے اور جہل کی طرف نسبت اسے ناپسند ہے، وہ حقائق امور کے احاطے اور علم و معرفت کے حصول کا دعویٰ کرتا ہے، حالاں کہ تمام حقائق کا احاطہ اور مخلوق پر زبردستی کی برتری ربوبیت کے اوصاف ہیں، عبودیت کی صفت نہیں ہے۔

انسان غضب اور شہوت میں سباع اور بہائم کے ساتھ اشتراک کے باوجود قوت تمیز رکھتا ہے، اس لئے اس میں ایک وصف مزید ہے جسے شیطانیت کہہ سکتے ہیں، شیطان سرتاپا شر ہے، وہ اپنی تمیز کو شر

کی صورتوں میں استعمال کرتا ہے اور اپنی اغراض حاصل کرنے کے لئے مکروفریب کا سہارا لیتا ہے، اور خیر کے محل میں شر کا بیج بوتا ہے، یہ شیطان کے اوصاف ہیں، اور وہ لوگ بھی ان اوصاف میں شیطان کے شریک ہیں جن میں ربانیت، شیطانیت، سبعیت اور بہیمیت کے عنصر پائے جاتے ہیں۔

ان چاروں اوصاف کا مرکز قلب ہے، گویا انسان کی کھال میں بیک وقت خنزیر، کتا، شیطان اور حکیم جمع ہیں، خنزیر شہوت کی علامت ہے، یہ ناپاک اور بدباطن جانور اپنے رنگ یا اپنی شکل وصورت کی بنا پر برا نہیں ہے بلکہ اپنی حرص وہوس کی وجہ سے مذموم ہے، یہی حال کتے کا ہے، جو غضب کی مجسم شکل ہے، درندوں اور کتوں سے اس لئے نفرت نہیں کی جاتی کہ وہ درندے یا کتے ہیں بلکہ ان سے نفرت کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سبعیت کی غایت درندگی ہے اور عداوت پائی جاتی ہے، اسی طرح انسان کے باطن میں درندوں کی درندگی، عداوت، اور غضب اور خنزیر کی حرص اور طمع پائی جاتی ہے۔

درندہ، غضب کو تحریک دیکر ظلم پر اور خنزیر حرص کو ہوا دیکر فواحش کے ارتکاب پر اکساتا ہے، اور شیطان ان دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رکھتا ہے، اور کبھی حرص کو غضب کے خلاف اکساتا ہے، اور کبھی غضب کو حرص کی مخالفت میں بھڑکاتا ہے، نیز ان دونوں کی جبلی صفات کی تحسین کرتا ہے، عقل بمنزل حاکم کے ہے، اسکا کام یہ ہے کہ وہ شیطان کے مکروفریب کو دفع کرے، اور اپنی گہری بصیرت اور واضح نور سے اس کی تلبیس کا قلع قمع کردے، اور خنزیر کی ہوس کو کتے کے غضب کے ذریعہ شکست دے، اسلئے کہ غضب سے شہوت ختم ہوتی ہے، اسی طرح خنزیر کو کتے پر مسلط کرکے اس کی درندگی کا خاتمہ کرے، اور کتے کو اپنی حکمت اور تدبیر سے پابند زنجیر اور مطیع رکھے، اگر اس نے ایسا کیا تو جسم کی مملکت میں عادلانہ نظام باقی رہے گا، اور تمام اعضاء اپنے اپنے محور پر گردش کریں گے۔

اور اگر حکیم اپنی کوشش میں ناکام رہا اور شیطان سے ٹکر لے سکا، اور نہ خنزیر اور کتے کو مقہور کر سکا تو یہ تینوں خود اس پر غالب آ جائیں گے اور اسے اپنی تخت زنجیروں میں اس طرح جکڑ لیں گے کہ کوشش کے باوجود آزاد نہ ہو سکے گا، بلکہ تا عمران کا خدمت گذار اور مطیع رہے گا، اکثر لوگ اسی قید کی زندگی گذار رہے ہیں، ان کی تمام تر جدوجہد شکم اور فرج کی شہوت ہے، حیرت اس وقت ہوتی ہے جب یہی لوگ بت پرستوں کو اپنی ملامت کا ہدف بناتے ہیں، اور ان کی بت پرستی کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اگر ان کی آنکھوں سے غفلت کے دبیز پردے اٹھا دئے جائیں تو معلوم ہوگا کہ وہ خود غیر اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں، کبھی وہ خنزیر کے سامنے سربسجود ہیں اور کبھی کتے کے سامنے رکوع اور قیام کی حالت میں ہیں، ان کی خواہشات کی تکمیل ان کا ایمان ہے، اور ان کے چشم وابروؤں کے اشاروں کا منتظر رہنا ان کا عمل، ایسے لوگوں کے سامنے اگر ان حقائق کو مجسم کر دیا جائے تو وہ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں گے کہ بت پرستوں اور ان میں کیا فرق ہے، بت پرست بے جان پتھر کے سامنے سر جھکا کر شیطان کو خوش رکھتے ہیں، اور وہ لوگ ان ناپاک اور گندے جانوروں کی عبادت کر کے شیطان کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں، یہ شیطان ہی تو ہے جو خنزیر اور کتے کو برانگیختہ کرتا ہے، اور انہیں انسان سے خدمت لینے پر اکساتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ خنزیر اور کتے کے چشم وابروؤں کے اشاروں پر ناچنے والے شیطان کے دام فریب میں گرفتار ہے۔

ہر بندۂ خدا کو چاہئے کہ وہ اپنی حرکات اور سکنات، اپنے نطق اور سکوت، اور قیام وقعود کا نگراں رہے اور بصیرت کی آنکھیں کھلی رکھے، اگر اس نے انصاف کے ساتھ اپنے احوال پر نظر رکھی تو اسے معلوم ہوگا کہ وہ بندہ اپنا دن خدائے برحق کی اطاعت میں گذارتا ہے یا نفس پرستی میں؟ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ان نفس پرستوں نے مالک کو مملوک، آقا کو غلام اور غالب کو مغلوب بنا دیا ہے، غلبہ اور

سعادت کا حق عقل کو تھا، خنزیر، کتے اور شیطان نے اس کا حق چھین لیا، اور اسے مغلوب و مقہور کر دیا، عقل، سعادت سے محروم ہو جاتی ہے تو ان تینوں اوصاف کی اطاعت رنگ لاتی ہے، اور قلب پر وہ صفات محیط ہو جاتی ہیں جن کا انجام ہلاکت اور رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ہے، شہوت کے خنزیر کی اطاعت سے بے حیائی، خباثت، اسراف، بخل، ریا، ہتک، بے ہودگی، حرص، ہوس، خوشامد، حسد، کینہ اور شماتت وغیرہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

غضب کے کتے کی اطاعت کے نتیجے میں تہور، تعلی، خودستائی، کبر، خود پسندی، استہزاء، تحقیر، ارادۂ شر، خواہش، اور ظلم جیسی صفات پیدا ہوتی ہے۔ غضب اور شہوت کے معبودوں کی اطاعت دراصل شیطان کی اطاعت ہے، جس سے مذکورہ بالا رذائل کے علاوہ مکر و فریب، حیلہ جوئی، دغابازی، تلبیس، خیانت اور فحش جیسے اوصاف کو بھی تحریک ملتی ہے۔

اگر صورت حال اس کے برعکس ہو اور شر کے یہ تمام سرچشمے اور محرکات، ربانی صفت کی حکمت عملی سے زیر ہو جائے تو قلب میں ربانی اوصاف علم، حکمت، یقین، حقائق اشیاء کا احاطہ، امور کی معرفت، علم اور بصیرت کی قوت کے ذریعہ دوسروں پر غلبہ، کمال علم کی بنا پر مخلوق پر برتری کا استحقاق جیسے ربانی اوصاف قلب پر احاطہ کر لیتے ہیں، شہوت اور غضب کی اطاعت کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ شہوت کے خنزیر کو اس کی حد میں قید رکھنے سے عفت، قناعت، طمانیت، زہد، ورع، تقویٰ، انبساط، حیاء، حسنِ صورت، خوش خلقی اور غضب کے کتے کو پابہ زنجیر رکھنے سے شجاعت، کرم، عظمت، ضبط نفس، صبر، حلم، عفو، ثبات قدمی اور شرافت جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

قلب آئینہ کی طرح ہے، غضب، شہوت اور شیطان کی اطاعت اس آئینہ کی آب و تاب پر اثر انداز ہوتی ہے، اور آدمی اپنے چہرے کا عکس صاف نہیں دیکھ پاتا، اوصاف حمیدہ سے آئینہ قلب کی تب و تاب میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور چمک دمک بڑھتی ہے، یہاں تک کہ اس میں حق جلوہ گر ہو

جاتا ہے، اور ہر مطلوب کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔

اخلاق مذمومہ کا اثر آئینہ دل پر ایسا ہوتا ہے جیسے دھواں آئینے کی صاف وشفاف سطح کو بے آب اور بے رونق بنا دیتا ہے، دل کا آئینہ گناہوں کی تاریکی سے تاریک ہو جاتا ہے یہ تاریکی ایک طرح کا حجاب ہے، جو بندہ اور باری تعالیٰ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، اسی پردے کا نام طبع (مہر) رین (زنگ) ہے، اللہ کا ارشاد ہے "کلا بل ران علی قلوبهم ما کانو یکسبون" ہرگز ایسا نہیں بلکہ انکے دلوں پر انکے اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔

جب گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو دل پر مہر لگ جاتی ہے، وہ ادراک حق اور اصلاح حال کی ہر صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، آخرت کا معاملہ اسکے نزدیک اہم نہیں رہتا، دنیوی شان وشوکت اس کے لئے سب کچھ ہو جاتی ہے، وہ دنیوی مال ودولت کا حریص ہو جاتا ہے، اور اپنی تمام تر توانائی اس کے حصول میں صرف کر دیتا ہے، آخرت کی باتیں اس کے کانوں کے قریب سے دل ودماغ میں اثر انداز ہوئے بغیر اس طرح گذر جاتی ہے جس طرح ہوا گذر جاتی ہے، غلطیوں کے تدارک اور گناہوں سے توبہ کی ہر توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔

باری تعالیٰ کی اطاعت اور شہوت نفس کی مخالفت قلب کے لئے صیقل کا کام دیتی ہے، اور گناہ اسے اندھیری رات کی طرح سیاہ کر دیتے ہیں، گناہ کے بعد نیک عمل کرنے سے قلب تاریک تو نہیں رہتا لیکن اسکے نور میں کمی آجاتی ہے، جیسے آئینے کو گرم سانس لگایا جائے پھر صاف کیا جائے، پھر گرم سانس سے اسکی سطح آلودہ کی جائے پھر صاف کیا جائے تو اسکی چمک دمک میں کچھ نہ کچھ کمی ضرور رہ جائے گی، اور آلودگی کے اثرات پورے طریقے پر نہیں مٹ سکیں گے۔

قلب کی قسمیں

آپ ﷺ نے قلب کی چار قسمیں بیان فرمائی ہے، دل چار طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ

دل جو صاف ہو، اس دل میں چراغ روشن رہتا ہے، یہ مومن کا دل ہے۔ ایک دل سیاہ اور الٹا ہوا ہوتا ہے یہ کافر کا دل ہے۔ ایک دل غلاف میں لپٹا ہوا ہوتا ہے اور اس غلاف کا منہ بندھا ہوا ہوتا ہے یہ منافق کا دل ہے۔ ایک دل وہ ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں ہوں، ایسے دل میں ایمان کی مثال ایسے ہے جیسے سبزہ، کہ اسے پاک پانی سے نشوونما ملتی ہے، اور نفاق کی مثال ایسی ہے جیسے زخم، کہ اس سے پیپ اور گندہ مواد چڑھتا ہے، اب جو مادہ بھی غالب آجائے، دل پر اسی کا حکم لگے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ دل کو وہی مادہ لے جائے گا۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں، یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب انکو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد الٰہی میں لگ جاتے ہیں سو دیکا یک ان کی آنکھ کھل جاتی ہے، اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ قلب کی جلا اور بصیرت اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے، اور ذکر وہی لوگ کرتے ہیں جو تقویٰ کے وصف سے مزین ہوں، معلوم ہوا کہ تقویٰ ذکر کا دروازہ ہے، ذکر سے کشف ہوتا ہے اور کشف فوز اکبر (سب سے بڑی کامیابی) یعنی لقائے رب کا وسیلہ ہے۔

علوم کے تعلق سے دل کی مثالیں

جاننا چاہئے کہ علوم کا محل قلب ہے یعنی وہ لطیفہ ہے جو تمام اعضاء کا نظام چلاتا ہے، تمام اعضاء اس لطیفے کے خدمت گذار اور فرماں بردار ہیں، حقائق معلومات کے تعلق سے قلب کی مثال ایسی ہے جیسے محسوس صورتوں کے تعلق سے آئینہ ہے، آئینہ میں ہر محسوس چیز کی صورت کا عکس ابھر آتا ہے، اسی طرح ہر معلوم چیز کی حقیقت آئینۂ دل میں نقش ہو جاتی ہے، جس طرح آئینہ الگ چیز ہے محسوسات کی صورتیں الگ چیز ہے اور ان صورتوں کا آئینہ میں معکوس ہونا الگ چیز ہے، اسی طرح دل کے سلسلے میں بھی یہ فرق موجود ہے، او آئینہ کی طرح یہاں بھی تین چیزیں ہیں، دل، حقائق اشیاء اور نفس حقائق کا دل میں آجانا۔

عالم، قلب ہے۔ اس میں حقائق اشیاء کی صورتیں حلول کرتی ہے، معلوم، حقائق اشیاء ہیں، اور علم ان اشیاء کی صورتوں کا آئینہ قلب میں منعکس ہونے کا نام ہے، مثلاً تلوار پکڑنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے، قابض (پکڑنے والے) ہاتھ کی، مقبوض (پکڑی جانے والی) تلوار کی، اور گرفت (یعنی ہاتھ اور تلوار کے ملنے) کی۔ اسی طرح معلوم کا دل میں پہنچنا علم کہلاتا ہے، بعض اوقات حقائق بھی موجود ہوتے ہیں اور قلب کا بھی وجود ہوتا ہے لیکن قبض (گرفت) نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ گرفت میں ہاتھ کا تلوار تک پہنچنا ضروری ہے، البتہ گرفت اور علم میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ گرفت میں تلوار بعینہ ہاتھ میں آجاتی ہے جب کہ حقیقت بعینہ دل میں نہیں آتی، ایک شخص آگ کا علم رکھتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود آگ اس کے دل میں موجود ہے، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ آگ کی وہ حقیقت دل میں موجود ہے جو اس کے ظاہری وجود کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اسی لئے دل کو آئینہ سے تشبیہ دی گئی ہے، کیوں کہ کوئی چیز بعینہ اس میں نہیں سماتی بلکہ اس کا عکس ابھرتا ہے جو اس کے حقیقی وجود کے مطابق ہوتا ہے۔

قلب کی آئینہ سے مشابہت

جس طرح بعض وجوہات سے آئینہ میں شکل نہیں ابھرتی، اسی طرح بعض حالات میں آئینہ دل بھی حقائق اشیاء کے علم سے محروم رہتا ہے، آئینہ میں کسی چیز کی شکل نہ ابھرنے کی پانچ وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ آئینہ ہی اچھا نہ ہو، مثلاً یہ کہ وہ لوہے کا ہو، یا اس کے جوہر میں نقص ہو، یا اس کی شکل صحیح نہ ہو۔ **دوسری** وجہ یہ ہے کہ اس میں کسی وجہ سے کدورت آگئی ہو، یا زنگ لگ گیا ہو اور اس کی تاب ختم ہوگئی ہو۔ **تیسری** وجہ یہ ہے کہ وہ چیز جس کا آئینہ میں عکس پڑے آئینے کی حدود سے دور ہو، مثلاً یہ کہ وہ آئینہ کے پیچھے ہو۔ **چوتھی** وجہ یہ ہے آئینہ اور صورت کے درمیان کوئی حجاب آجائے۔ **پانچویں** وجہ یہ ہے کہ جس چیز کی صورت آئینہ میں دیکھنی ہے اس کی جہت معلوم نہ ہو کہ

آئینے کو اس کی سمت میں رکھ دیا جائے، اور وہ صورت منعکس ہو جائے۔

یہی حال آئینہ قلب کا ہے، اس میں تمام امور حق منکشف ہو جاتے ہیں، لیکن بہت سے قلب میں یہ علوم نہیں آپاتے اس کے وہی پانچ اسباب ہیں، ایک یہ کہ خود قلب ناقص ہو جیسے بچے کا قلب اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس میں معلومات منعکس ہوں، **دوسرے یہ** کہ قلب معاصی کی کدورت اور شہوات کے خبث سے آلودہ ہو جائے اور صفائی جاتی رہے، چمک ختم ہو جائے، تاریک قلب میں حق بات ظاہر نہیں ہوتی، **تیسرا سبب** یہ ہے کہ اس کا دل حقیقت مطلوبہ کی جہت سے منحرف ہو، مثلاً ایک شخص نیک ہے اور حق تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہے، اسکا دل اپنی نیکی اور اطاعت کی وجہ سے صاف بھی ہے لیکن اس میں حق منکشف نہیں ہوتا کیوں کہ وہ طالب حق نہیں ہے، وہ اپنی تمام تر ہمتیں، بدنی طاعات، اسباب معیشت کے حصول میں صرف کرتا ہے، باری تعالیٰ کی ربوبیت اور جلی الٰہی حقائق میں غور وفکر کرنا اسکا شیوہ نہیں ہے، ایسے شخص کے دل میں حق کا جلوہ ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ صرف وہی امور منکشف ہوتے ہیں جن میں وہ عام طور پر غور وفکر کرتا ہے، مثلاً اگر وہ اعمال کی آفتوں اور نفس کے عیوب میں تامل کرتا ہے تو اس پر یہی آفات اور عیوب منکشف ہو جاتے ہیں، معیشت کے مصالح میں غور کرتا ہے تو اس پر یہی مصالح ظاہر ہو جاتی ہے، غور کیجئے جب تنہا اعمال اور بدنی اطاعت کی قید، جلوۂ حق کے ظہور سے مانع ہے تو نفس کی شہوات ولذات اور دنیوی علائق ورو ابط، کشف حقیقت کی راہ میں رکاوٹ کیوں نہ ہوسکے۔

چوتھا سبب حجاب ہے، یہ حجاب انکشاف حق کے لئے مانع بن جاتا ہے، مثلاً بعض اوقات شہوات پر قابو رکھنے والا مطیع اور عبادت گذار بندہ حقائق میں غور وفکر کے باوجود ادراک حقیقت سے محروم رہتا ہے، اور یہ محرومی کسی ایسے اعتقاد کے باعث ہوتی ہے جو آباؤ اجداد کی تقلید کے طور پر بچپن سے ذہن میں راسخ رہا ہے، یہ اعتقاد ہر اس امر کے لئے مانع بن جاتا ہے جو اس کے خلاف ہو، یہ وہ حجاب ہے

جس کے باعث بہت سے متکلمین اور مذہبی عصبیت رکھنے والے اہل علم، بلکہ بہت سے وہ صوفیا جن کی فکر کا محور زمین و آسمان کے ملکوت رہے ہیں بھی حق کے ادراک سے محروم ہو جاتے ہیں، کیونکہ تقلیدی اعتقادات ان کے دل و دماغ میں اس طرح راسخ ہو جاتے ہیں کہ مخالف اعتقاد قبول کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی، خواہ وہ مخالف اعتقاد حق ہی کیوں نہ ہو، اس طرح یہ تقلیدی اعتقادات ان کے حق میں ادراک حق سے مانع اور حجاب بن جاتے ہیں۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ وہ جہت ہی معلوم نہ ہو جہاں مطلوب حاصل ہو سکتا ہے، طالب علم کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مطلوب سے مناسب معلومات کے علم کے بغیر کسی مجہول کا علم حاصل کر سکے، پھر مناسب معلومات کا علم ہی کافی نہیں ہیں بلکہ انہیں اس خاص ترتیب پر رکھنا بھی ضروری ہے جو علماء کے یہاں معتبر سمجھے جاتے ہیں، غیر فطری مطلوبہ علوم کا شکار دو دوسرے معلومات کے جاننے کے ذریعہ ممکن ہے۔ ہر علم کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے دو علم ہوں، اور ان میں مخصوص ترتیب اور علاقہ قائم ہو جس کے نتیجے میں تیسرا علم وجود میں آئے، جس طرح بچہ نر اور مادہ کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دونوں علم ایک دوسرے کے مناسب ہوں اور فطری طور پر ایک دوسرے سے قربت رکھتے ہوں، چنانچہ اگر کوئی شخص گھوڑی اور اونٹ کے ملاپ سے گھوڑے کا بچہ حاصل کرنا چاہے تو اسے مایوس ہونا پڑے گا، اس کے لئے گھوڑی اور گھوڑے کا ملنا ضروری ہے، اونٹ پھر اونٹ ہے انسان بھی یہ ضرورت پوری نہیں کر سکتا۔

اس طرح ہر علم کے دو مخصوص اصول ہیں، اور ان کے ازدواج (ملاپ) کا ایک مخصوص طریقہ ہے، اس طریقہ پر عمل پیرا ہونے کے بعد ہی مطلوبہ علم حاصل کیا جا سکتا ہے، ان اصولوں سے اور ان طریق ازدواج سے ناواقفیت ہی علم کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے، چنانچہ آئینہ کی مثال میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اگر اس چیز کی جہت کا علم نہ ہو جس کا عکس مطلوب ہے تو آئینہ میں اس کی شکل نہیں

آئے گی اور مقصد پورا نہیں ہوگا، مثلاً ایک شخص آئینہ میں اپنی گدی دیکھنا چاہتا ہے لیکن اس نے آئینہ چہرے کے سامنے رکھا ہے ظاہر ہے اس طرح گدی نظر نہیں آسکتی جو مطلوب ہے، اسی طرح آئینہ اگر گدی کے پیچھے کر لیتا تب بھی گدی نظر نہ آتی بلکہ آئینہ ہی نظروں سے اوجھل ہو جاتا، گدی دیکھنے کے لئے ایک اور آئینہ کی ضرورت ہے اور اس دوسرے آئینہ کو نگاہوں کے سامنے اس طرح رکھنے کی ضرورت ہے کہ دوسرا آئینہ بھی اس میں نظر آئے، اس صورت میں یہ شخص اپنی گدی آئینہ میں دیکھ سکے گا، یہی مشکلات علوم میں پیش آتی ہے بلکہ بعض اوقات ان سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، روئے زمین پر ایسے افراد کا وجود بہت ہی کم ہے جو ان تمام مشکلات کا سامنا کر سکے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے حقائق اور بہت سی معلومات تشنہ ادراک رہ جاتی ہے۔

یہ چند اسباب ہیں جو معرفتِ حقائق کی راہ میں قلوب کے لئے رکاوٹ بن جاتے ہیں، ورنہ ہر دل فطری طور پر اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ حقائق کی معرفت حاصل کر سکے، کیوں کہ یہ امر ربانی ہے اور عالم کے تمام جواہر سے ممتاز ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "ہم نے یہ امانت آسمان و زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انھوں نے اسکی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اسکو اپنے ذمہ لے لیا"۔

اطاعت اور اعمال کا مقصد یہ ہے کہ دل کی سطح آئینہ کی طرح صاف اور شفاف ہو جائے اور اس میں کسی طرح کی آلودگی باقی نہ رہے، اور تزکیۂ نفس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ایمان کا نور اور معرفت کی چمک آجائے، اس آیت میں یہی نور اور ضیائے معرفت مراد ہے "افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه" سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے۔

تجلی اور ایمان کے مراتب

غرض ایمان کے تین مراتب ہیں، پہلا مرتبہ عوام کے ایمان کا ہے، یہ خالص تقلیدی ایمان ہوتا ہے۔ دوسرا مرتبہ متکلمین کے ایمان کا ہے، اس میں تقلید کے ساتھ حجت اور دلیل بھی ہوتی ہے، یہ مرتبہ عوام کے ایمان کے قریب ہے۔ تیسرا مرتبہ عارفین کے ایمان کا ہے، یہ ایمان نور یقین سے دریافت ہوتا ہے۔

ان مراتب کی وضاحت مثال سے سمجھئے، مثلاً گھر میں زید کے وجود کی تصدیق تین طریقوں سے ہو سکتی ہے، ایک یہ کہ تمہیں اسکے وجود کی خبر کسی ایسے شخص سے ملے جس کی صداقت آزمودہ ہو اور اس کی طرف کذب بیانی کی نسبت نہ ہوتی ہو، ایسے شخص کی خبر سن کر تم مطمئن ہو جاتے ہو اور یہ یقین کر لیتے ہو کہ زید واقعی گھر میں موجود ہے، یہ مثال عوام کے ایمان کی ہے، یہ ایمان محض تقلید پر مبنی ہوتا ہے، عوام کا حال یہ ہے کہ جب بچہ سن شعور کو پہنچتا ہے تو باری تعالیٰ کے وجود، علم، قدرت وغیرہ صفات، انبیاءؑ کی بعثت اور ان کے لائے ہوئے احکام کے متعلق جو کچھ وہ اپنے والدین اور اساتذہ سے سنتے ہیں اسے کسی تردد کے بغیر قبول کر لیتے ہیں اور یہ احکام ان کے ذہن میں کچھ اس طرح راسخ ہو جاتے ہیں کہ ان کے خلاف کا تصور بھی دل میں نہیں گذرتا، کیوں کہ وہ اپنے والدین اور اساتذہ کی صداقت کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں، اسلئے انہیں ان کی خبروں پر یقین کرنے میں تامل نہیں ہوتا، اس طرح کا ایمان اخروی نجات کا باعث ضرور ہے لیکن ایسے مومن اصحاب یمین کے ادنیٰ درجہ میں رہتے ہیں، ان کا شمار مقربین میں نہیں ہوتا، کیوں کہ تقرب کے لئے ضروری ہے کہ دل کشف وبصیرت اور یقین کے نور سے روشن ہو اور یہ بات تقلیدی ایمان میں نہیں پائی جاتی، علاوہ ازیں ان اعتقاد میں غلطی کا امکان بھی ہے، جو محض سن کر ذہن نشین کر لئے جاتے ہیں، چنانچہ یہود ونصاریٰ نے اپنے والدین سے وہ اعتقاد وراثت میں حاصل کیے جن کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے کیوں کہ وہ عقائد اصلاً غلط تھے، مسلمانوں کے اعتقاد حق ہیں اس لئے

نہیں کیوں کہ وہ ان کی حقانیت پر مطلع ہیں بلکہ اسلئے کہ ان کے دلوں میں حق بات ہی ڈالی گئی ہے۔

گھر میں زید کی موجودگی کا علم حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کی آواز خود اپنے کانوں سے سنے، زید گھر کے اندر ہوں اور خود باہر دیوار کی آڑ میں ہو، دوسرے کے بتلانے سے زید کے وجود کی جس قدر تصدیق ہوتی، آواز سننے سے وہ کچھ زیادہ ہی ہوگی، اس لئے کہ آواز شکل و صورت پر دلالت کرتی ہے اور دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ یہ آواز فلاں شخص کی ہے، یہ ایمان اگرچہ حجت اور دلیل سے محفوظ ہے لیکن اس میں بھی خطا کا امکان موجود ہے، اسلئے کہ آوازیں بعض اوقات ایک دوسرے سے مشابہ ہوتی ہے، اور بعض اوقات ایک آدمی بتکلف دوسرے کی آواز کی نقل کرلیتا ہے، اور سننے والا دونوں کی آوازوں میں کوئی فرق نہیں کر پاتا، اور خالی الذہن ہونے کی وجہ سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی خود گھر کے اندر جا کر زید کو دیکھ لے، یہ حقیقی معرفت اور یقینی مشاہدہ ہے، یہ معرفت مقربین اور صدیقین کی معرفت سے مشابہت رکھتی ہے، کیوں کہ وہ مشاہدہ کے بعد ایمان لاتے ہیں، اس طرح ان کے ایمان میں عوام کا اور متکلمین کا ایمان تو ہوتا ہی ہے مشاہدہ کی زیادتی سے یہ ایمان اتنا حقیقی ہو جاتا ہے کہ اس میں کسی غلطی کا احتمال باقی نہیں رہتا، تاہم مقربین اور صدیقین کی معرفت یکساں نہیں ہوتی، بلکہ ان میں درجات کا تفاوت ہوتا ہے۔

اس تفاوت کی وضاحت کے لئے پھر زید ہی کی مثال لیجئے، ایک شخص زید کو گھر کے صحن میں قریب جا کر اچھی طرح روشنی میں دیکھتا ہے دوسرا شخص گھر کے اندر جا کر دیکھتا ہے یا دور سے اور شام کے وقت دیکھتا ہے جب کہ روشنی ختم ہو جاتی ہے، پہلے شخص کا مشاہدہ زیادہ کامل ہے اگرچہ دوسرے کا ادراک بھی صحیح ہے، لیکن وہ زید کی شکل و صورت کے مخفی علائم اور دقائق کا مشاہدہ نہیں کر پاتا، یہ تفاوت امور الٰہی اور علوم کی مقدار کے ادراک میں بھی ہے، چنانچہ ایک شخص گھر میں زید، عمر اور بکر کو

دیکھتا ہے اور دوسرا شخص محض زید کو دیکھتا ہے، پہلے شخص کی معلومات دوسرے شخص کے مقابلہ میں یقیناً زیادہ ہیں۔

علوم کی مختلف قسمیں اور قلب کی حالت

جاننا چاہئے کہ قلب میں فطرۃً حقائق قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد موجود ہے، یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ قلب جن علوم کا محل بنتا ہے انکی دو قسمیں ہیں، عقلی اور شرعی، عقلی علوم کی بھی دو قسمیں ہیں، بدیہی اور اکتسابی، اکتسابی کی پھر دو قسمیں ہیں، دنیوی اور اخروی، عقلی علوم سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص، عقل کے تقاضے پورے کرے، ان میں تقلید اور سماع کا کوئی دخل نہ ہو۔

عقلی بدیہی وہ علوم کہلاتے ہیں جن کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں سے اور کس طرح حاصل ہوئے مثلاً اس حقیقت کا علم کہ ایک شخص بیک وقت دو جگہوں پر نہیں پایا جاسکتا، نیز کوئی چیز بیک وقت حادث اور قدیم یا معدوم اور موجود نہیں ہو سکتی، یہ وہ حقائق ہیں کہ انسان نو عمری ہی سے ان کا علم رکھتا ہے، لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ علم کس وقت اور کہاں سے حاصل کیا، یعنی وہ اس علم کے قریبی سبب سے واقف نہیں ہوتا، ورنہ جہاں تک سبب بعید کا سوال ہے ہر مؤمن اسے جانتا ہے کہ اللہ نے اسے پیدا کیا اور ہدایت سے نوازا۔

عقلی اکتسابی سے وہ علوم مراد ہیں جو تعلیم و تعلم اور استدلال سے حاصل ہوں، یہ دونوں ہی قسمیں عقل کہلاتی ہے، چنانچہ حضرت علیؓ کے تین شعر ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ عقل کی دو قسمیں ہیں ایک طبعی دوسری سمعی اگر طبعی عقل نہ ہو تو سمعی سے کوئی فائدہ نہیں، جس طرح آنکھوں کی روشنی نہ ہونے کی صورت میں سورج کی روشنی کوئی نفع نہیں دیتی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا جب لوگ نیک عمل کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرے تو تو اپنی عقل کے ذریعہ اسکی قربت حاصل کر، اس میں عقل کی دوسری قسم مراد ہے کیوں کہ فطری عقل سے اللہ کی قربت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، اور نہ یہ بدیہی عقل کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے، بلکہ

اس کے لئے اکتسابی علوم کی ضرورت ہے۔

گویا قلب کی حیثیت آنکھ کی ہے اور فطری عقل کو اس میں وہ مقام حاصل ہے جو آنکھ میں قوت بینائی کو حاصل ہے، اور قوت بینائی ایک ایسا لطیفہ ہے جو اندھے میں نہیں پایا جاتا بصرف بینا میں موجود رہتا ہے، اگرچہ وہ اپنی آنکھیں بند کر لے یا رات تاریک ہو جائے، اس عقل کے ذریعہ حاصل ہونے والا علم قلب کے لئے ایسا ہے جیسا آنکھ کے لئے قوت ادراک یعنی اشیاء کی رویت اور اس کا مشاہدہ، بچپن سے سن شعور تک ان علوم کے معطل رہنے کی مثال یہ ہے کہ جب آفتاب طلوع نہیں ہوتا اور دکھائی دی جانے والی چیزوں پر اس کا نور نہیں پھیلتا اس وقت تک آنکھ دیکھنے کے قابل نہیں ہوتی۔

ظاہری اور باطنی بصیرت میں مندرجہ بالا وجوہ سے مشابہت ہو سکتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بصارت اور بصیرت دونوں ہم رتبہ ہیں، اس لئے کہ باطنی بصیرت عین نفس ہے اور نفس لطیفہ مدرکہ کہلاتا ہے، اس کی حیثیت ایسی ہے جیسے سوار کی، بدن گھوڑے کی طرح ہے، اگر سوار اندھا ہو تو نقصان کا زیادہ اندیشہ ہے، گھوڑے کا اندھا پن اس کے مقابلہ میں کم نقصان پہنچائے گا، بلکہ یہ دونوں ضرر اتنے متفاوت اور جداگانہ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔

ہم نے ظاہری اور باطنی بصیرت میں یک گونہ مشابہت بیان کی ہے قرآن کریم کی اس آیت سے اس کی تائید ہوتی ہے، جس میں دل کے ادراک کو بینائی اور رویت سے تعبیر کیا گیا ہے فرمایا: ما کذب الفؤاد ما رأی ' قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی، یہاں بھی دیکھی ہوئی چیز کو رویت سے تعبیر کیا گیا ہے، ظاہری آنکھ مراد نہیں ہے، اسی طرح ادراک کی ضد یعنی عدم ادراک کو ایک آیت میں نابینائی قرار دیا گیا ہے فرمایا' بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتی بلکہ دل جو سینوں میں ہے اندھے ہو جاتے ہیں'۔

دینی علوم وہ ہے جو انبیاء کرام سے بطور تقلید پہنچے ہوں۔ یہ علوم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے سیکھنے سے اور سننے کے بعد اس کے معانی سمجھنے سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ دینی علوم پر ہی قلب کی سلامتی اور صحت موقوف ہے۔ عقلی علوم اس مقصد کے لئے ناکافی ہے، اگرچہ ان کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں۔ یہ ایسا ہے جیسے عقل، بدن کی صحت کے لئے کافی نہیں ہے، اس کے لئے دواؤں اور جڑی بوٹیوں کے خواص اور ان کے طریق استعمال سے واقف ہونا ضروری ہے، اور یہ واقفیت اطبا کے سامنے جانوئے تلمیذ طے کرنے ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ محض عقل سے رہنمائی حاصل نہیں کی جا سکتی البتہ خواص اور طریق استعمال کے متعلق استاذ کے اشارات سمجھنا عقل پر موقوف ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ سماع عقل سے مستغنی ہوسکتا ہے اور نہ عقل ہی سماع سے بے نیاز ہوسکتی ہے۔

عقل کو بالائے طاق رکھ کر تقلید کی دعوت دینے والا جاہل مطلق ہے، اور قرآن وسنت سے بے نیاز ہو کر عقل پر بھروسہ کرنے والا فریب خوردہ ہے، اسلئے کہ عقلی علوم غذا اور شرعی علوم دوا کی حیثیت رکھتے ہیں، مریض کو اگر دوا نہ دی جائے صرف غذائیں دی جائے تو اسکی بیماری کم ہونے کے بجائے بڑھے گی، اسی طرح قلوب کے امراض کا علاج بھی دواؤں کے بغیر ممکن نہیں ہے جو شریعت نے تجویز کیا ہے، یعنی وہ اعمال جو انبیاء نے باری تعالیٰ کے احکام کے بموجب قلوب کی اصلاح کے لئے ترتیب دیں، جو شخص اپنے مرض کا علاج شرعی عبادات کے بجائے عقلی علوم سے کرے گا اس کا مرض سنگین اور مہلک ہوجائے گا، جس طرح اس مریض کا مرض ترقی کرجاتا ہے جو دوا کے بجائے غذا استعمال کرے۔

عقلی علوم کی دوسری دو قسمیں

عقلی علوم کی دوسری دو قسمیں دنیوی اور اخروی، طب، حساب، ہندسہ، نجوم، تمام صنعتیں اور پیشے دنیوی علوم سے تعلق رکھتے ہیں، قلب کے احوال، اعمال کی آفات، اور باری تعالیٰ کی صفات

دانشمال کا علم اخروی علوم کے دائرہ میں آتا ہے۔ یہ دونوں یعنی دنیوی اور اخروی علوم ایک دوسرے کے منافی ہیں، اس اعتبار سے کہ جو شخص دنیوی علوم میں تعمق اور گہرائی حاصل کر لیتا ہے عموماً وہ اخروی علوم کی طرف پوری توجہ نہیں دے پاتا، یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے دنیا اور آخرت کو ترازو کے دو پلڑے، مغرب و مشرق اور ایک شوہر کی دو بیبیاں قرار دیا ہے، اگر ایک کو خوش کیا جائے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ طب، حساب، فلسفہ اور ہندسہ وغیرہ علوم دنیا میں مہارت تامہ رکھتے ہیں وہ عموماً اخروی علوم سے جاہل رہ جاتے ہیں، اور جنہیں علوم آخرت کے دقائق پر عبور ہوتا ہے وہ اکثر دنیوی علوم سے واقفیت نہیں رکھتے، کیوں کہ قوت عقل بیک وقت دونوں علوم سے وفا نہیں کر پاتی، ایک کا کمال دوسرے کے زوال کا سبب بن جاتا ہے، اسی بنا پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہوں گے، یعنی وہ لوگ ہوں گے جنہیں دنیوی امور کا شعور نہیں ہوتا، حضرت حسن بصریؒ نے ایک مرتبہ لوگوں کو بتایا کہ ہم نے ایسے لوگوں سے ملاقات کی ہے کہ اگر تم انہیں دیکھو تو مجنون کہو اور وہ تمہیں دیکھے تو شیطان کہیں۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیاۃ الدنیا ذلک مبلغهم من العلم" آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹالیں جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے، اور بجز دنیوی زندگی کے اس کا کوئی اخروی مقصود نہ ہو، ان لوگوں کی فہم کی رسائی بس یہی ہے دینی اور دنیوی امور میں کمال صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے معاش و معاد کی تدابیر کا علم عطا فرمایا ہے، یہ لوگ انبیاء کرام کے علاوہ دوسرے نہیں ہو سکتے، روح القدس کے ذریعہ انکی تائید ہوتی ہے اور قوت الٰہی سے انہیں مدد ملتی ہے، جس کے دائرہ اختیار میں ہر چیز ہے، عام لوگوں کے قلب کا حال یہ ہے کہ اگر دنیوی علوم میں منہمک ہوں گے تو آخرت کے کمال سے محروم رہ جائیں گے، اور آخرت میں مشغول ہوں گے تو دنیوی امور ان کی دسترس سے باہر ہو

جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ آدمی کا دل اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس میں اشیاء کی حقیقت واضح ہو جائے جن دلوں میں یہ صلاحیت باقی نہیں رہتی اس کے وہی پانچ اسباب ہوتے ہیں جو آگے گزر چکے، یہ اسباب آئینہ قلب اور لوحِ محفوظ کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں، لوحِ محفوظ میں وہ تمام امور لکھے ہوئے ہیں جن کا ازل سے فیصلہ ہو چکا ہے، اس لوح کے آئینہ سے قلب کے آئینہ میں حقائق کا جلوہ گر ہونا ایسا ہی ہے جیسے ایک آئینہ کا عکس دوسرے میں نظر آ جاتا ہے، موانع کی بنا پر قلب کا ان حقائق سے محروم رہ جانا ایسا ہی ہے جیسے دو آئینہ کے درمیان حجاب آ جائے، نیز جس طرح ہاتھ وغیرہ سے حجاب ہٹا دیا جاتا ہے اسی طرح لوحِ محفوظ اور آئینہ قلب کے درمیان واقع حجاب بھی باری تعالیٰ کی نسیمِ رحمت سے ہٹ جاتا ہے اور وہ حقائق نظر آنے لگتے ہیں جو لوحِ محفوظ میں ہے، حجاب کا مکمل ارتفاع صرف موت ہی سے ہوتا ہے، موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے تمام مخفی امور واضح ہو جاتے ہیں، اور بصیرت کے تمام حجاب دور ہو جاتے ہیں۔

حصولِ علم کی جو بھی صورت ہو اگر قلب میں علم کا نور ہے تو اس کے لئے فنا نہیں ہے، علم موت سے ختم نہیں ہوتا نہ صفائے قلب پر کوئی اثر پڑتا ہے، نہ اس میں کدورت آتی ہے، چنانچہ حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ مٹی ایمان کے (محل) قلب کو نہیں کھاتی، نفسِ علم کی صلاحیت و استعداد اور صفاءِ قلب مؤمن کے لئے ضروری ہے، اسکے بغیر اخروی سعادت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، پھر یہ سعادتیں بھی مختلف ہوتی ہے، جس طرح ہر مالدار کو مالدار کہہ دیا جاتا ہے، اس طرح ہر صاحبِ سعادت کو سعید کہتے ہیں، ورنہ ایک لاکھ درہم رکھنے والا ایک کروڑ درہم رکھنے والے کا ہم پلہ ہو سکتا ہے؟ یہی حال سعادتوں کا ہے، بعض حضرات سعادتوں کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتے ہیں بعض اس سے کم پر، بعض ادنیٰ درجہ پر، سعادت کے یہ درجات معرفت اور ایمان کے تفاوت کی

وجہ سے ہیں، معرفت نور ہے، آخرت میں باری تعالیٰ کی زیارت وملاقات اس نور کے بغیر ممکن نہیں ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے نورهم يسعى بين ايديهم وبايمانهم ان کا نوران کے داہنے اوران کے سامنے دوڑتا ہوگا۔

روایت میں ہے کہ لوگوں کو اس نور کی یکساں مقدار عطا نہیں ہوگی، بعض کو پہاڑ کے مانند نور ملے گا، بعض کو اس سے کم اور ایک شخص کو اس کے پاؤں کے انگوٹھے کے بقدر نور عطا ہوگا وہ نور کبھی چمکنے لگے گا اور کبھی بوجھ جائے گا، جب چمکے گا تو وہ شخص آگے کی طرف قدم بڑھائے گا جب بجھ جائے گا تو اسی جگہ کھڑا رہ جائے گا، پل صراط سے بھی لوگ اپنے نور کی روشنی میں گذریں گے، جس قدر زیادہ نور ہوگا اسی سرعت کے ساتھ ان کا گذر ہوگا، کوئی پلک جھپکتے ہی گذر جائے گا، کوئی بجلی کی طرح کوئی بادل کی طرح، کوئی شہاب کی طرح، کوئی تیز گھوڑے کی طرح گذر جائے گا، جس شخص کے صرف انگوٹھوں پر نور ہوگا وہ اپنے جسم کو گھسیٹتا چلے گا، ایک ہاتھ کو کھینچے گا تو دوسرا رہ جائے گا، اس کے چاروں طرف آگ ہوگی اور وہ جھلستا ہوا پل صراط عبور کرے گا۔

اس روایت سے لوگوں کے ایمان کا تفاوت معلوم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کا ایمان چراغ کی روشنی کی طرح ہے، بعض کا شمع کی روشنی کے مانند ہے، صدیقین کے ایمان کی روشنی چاند ستاروں کے نور کی مثال ہے، اور انبیاء ومرسلین کا ایمان آفتاب کی طرح روشن ہے، جس طرح سورج کی روشنی تمام اکناف عالم میں پھیل جاتی ہے، اور چراغ گھر کے ایک مختصر حصہ کو روشن رکھ سکتا ہے، اسی طرح عارفین کے قلوب اتنے منشرح اور وسیع ہو جاتے ہیں کہ ملک کے اسرار اور کائنات کے رموز اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ان میں سما جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے قیامت کے روز کہا جائے گا ان لوگوں کو جہنم سے باہر نکالو جن کے دلوں میں ایک مثقال کے برابر یا نصف مثقال کے برابر یا چوتھائی مثقال کے برابر یا جو کے برابر ذرہ بھر ایمان

ہوا اس روایت سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کے درجات میں تفاوت ہے، وہیں یہ بھی ثابت
ہوتا ہے کہ ایمان کی یہ مقدار بھی دخول نار سے مانع ہرگز نہیں ہے، نیز یہ بھی پتہ چلا کہ جس شخص کے
دل میں ایک مثقال سے زیادہ ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، کیوں کہ وہ اگر دوزخ میں جاتا
تو اس کے لئے بھی یہی حکم ہوتا۔ اس روایت سے اس امر پر بھی تنبیہ ہوتی ہے کہ جس شخص کے دل
میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ اگرچہ دوزخ میں جائے گا لیکن اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ صاحب ایمان کے علاوہ کوئی چیز اپنی جیسی ہزار چیزوں سے افضل
نہیں ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی معرفت رکھنے والا اور اس کا کامل یقین رکھنے والا قلب، ہزار
لوگوں کے قلب سے بہتر ہوتا ہے، اللہ کا ارشاد ہے "وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" اور
غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مؤمن رہے، اس میں اہل ایمان کو مسلمانوں پر برتری کی بشارت
سنائی گئی ہے، مؤمن سے مراد یہاں عارف ہے، مقلد نہیں، ایک جگہ ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ تم میں ایمان
والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے جن کو علم (دین) عطا ہوا (اخروی) درجے بلند
کرے گا" اس آیت میں ایمان والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے علم کے بغیر تصدیق کی، اس
لئے انہیں اہل علم سے الگ ذکر کیا گیا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لفظ مؤمن، مقلد کے لئے بھی
استعمال ہو سکتا ہے، اگرچہ اس کی تصدیق کشف و بصیرت کے بغیر ہو۔

آیت کے دوسرے جز "والذین اوتوا العلم درجات" کی تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ
نے یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو مؤمن پر سات سو درجات کی فضیلت عطا کی ہے، اور ہر درجہ میں
زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے
میری فضیلت ادنیٰ صحابی پر، ایک روایت میں اس طرح تشبیہ دی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند
کی فضیلت تمام ستاروں پر۔

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل جنت کے درجات کا یہ فرق ان کے قلوب و معارف کے تفاوت کی وجہ سے ہوگا، اس لئے قیامت کے دن کو یوم التغابن (گھاٹے کا دن) بھی کہا جاتا ہے، جو شخص اللہ کی رحمت سے محروم ہوگا، اس کے گھاٹے اور نقصان میں کیا شبہ ہے، اور وہ لوگ بھی نقصان میں رہیں گے جن کے درجات کم ہوں گے، وہ اپنے سے اوپر درجے والوں کو دیکھ کر حسرت کریں گے اور کہیں گے کہ کاش ہم نے بھی ایسے عمل کئے ہوتے کہ یہ نقصان نہ اٹھانا پڑتا، آخرت کے بڑے درجات اور بڑی فضیلتیں ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے، اللہ اسے ان چیزوں کا علم عطا کر دیتا ہے جنہیں وہ نہیں جانتا، اللہ کا ارشاد ہے "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب" جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسکا گمان بھی نہیں ہوتا، یعنی اہل تقویٰ کو اشکالات اور شبہات سے نجات دیتا ہے، اور بغیر اکتساب کے علم اور بغیر تجربہ کے فقاہت عطا فرماتا ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا" اس آیت میں فرقان سے مراد نور ہے جس سے حق اور باطل میں امتیاز کیا جاتا ہے، اور جس کے ذریعہ شکوک و شبہات کے اندھیروں سے نکلا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنی اکثر دعاؤں میں نور کا سوال کیا کرتے تھے، ایک دعا کے الفاظ یہ ہیں، اے اللہ مجھے نور عطا فرما، میرا نور زیادہ کر، میرے قلب میں، میری قبر میں، میرے کانوں میں، میری آنکھوں میں نور کر دے۔

ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ قلب کی مثال ایک گنبد کی سی ہے، جس کے چاروں طرف بند دروازے ہیں، ان میں جو دروازہ کھل جاتا ہے وہ اس میں کام کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قلب کے دروازوں میں سے ایک دروازہ عالم ملکوت اور ملائے اعلیٰ کی طرف بھی کھلتا ہے، یہ

دروازہ مجاہدہ، تقوی اور دنیوی شہوتوں سے اعراض اور انحراف کے بغیر نہیں کھلتا۔

ابھی قلب کو ایک ایسے گنبد سے تشبیہ دی ہے جس کے بہت سے دروازے ہیں، اور ہر دروازہ
سے احوال کی آمد و رفت کا عمل جاری رہتا ہے، اس نوعیت کی اور بھی مثالیں ہیں (مثلاً قلب ایک
ہدف (وہ تختہ جس پر نشانہ بازی کی مشق کی جائے) ہے جس پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش
ہوتی ہے یا وہ آئینہ ہے جس میں طرح طرح کی صورتیں یکے بعد دیگرے منعکس ہوتی ہے اور کوئی لمحہ
خالی نہیں جاتا، قلب میں ان نو بہ نو آثار کا ظہور اور ورود ظاہری حواس کے ذریعہ بھی ہوتا ہے اور باطنی
حواس کے ذریعہ بھی، چنانچہ خیال، غضب اور دوسرے اخلاق انہیں مختلف آثار و کیفیت کا نام ہے،
دل میں تغیر کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے، چنانچہ کسی چیز کو حواس سے معلوم کیا جائے تو اس سے دل
میں اثر پیدا ہوگا، اسی طرح اگر غذا کی کثرت اور مزاج کی قوت کی وجہ سے شہوت کو تحریک ہو تو اس سے
بھی دل متاثر ہوگا۔

قلب کے خیالات بدلتے رہتے ہیں، دل ایک خیال سے دوسرے خیال کی طرف منتقل
ہوتا رہتا ہے، دل کے تغیر کا یہی مطلب ہے، افکار اور اذکار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ان آثار کو
خواطر کہتے ہیں، خواطر کا نام خواطر اسلئے رکھا گیا ہے کہ وہ دل پر طاری ہوتے ہیں، جب کہ وہ ان
سے غافل ہوتا ہے، انہیں خواطر سے ارادوں کو تحریک ملتی ہے، اسلئے کہ نیت، عزم اور ارادہ کسی خیال
کے دل میں گذرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، افعال کی ابتدا خواطر سے ہوتی ہے، خواطر سے رغبت
کو، رغبت سے عزم کو، عزم سے نیت کو، اور نیت سے اعضاء کو تحریک ملتی ہے۔

خواطر کی دو قسمیں، الہام اور وسوسہ

رغبت کو تحریک دینے والے خواطر کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ خواطر ہے جس سے شر یعنی اس
امر کی دعوت ملے جو عاقبت کے لئے مضر ہوں، دوسرا خواطر وہ ہے جو خیر یعنی ایسے امر کا داعی ہو جس

سے آخرت میں نفع ہو، اس طرح دو مختلف خواطر ہوئے، ان دونوں کے نام بھی الگ الگ ہیں، محمود خواطر کا نام الہام اور مذموم خواطر کا نام وسوسہ ہے، داعی خیر کا نام فرشتہ ہے اور داعی شر کو شیطان کہتے ہیں، اور وہ لطافت اور رقت جس سے قلب میں خیر کے الہام کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے توفیق کہلاتی ہے، اور جس سے شیطانی وسوسوں کے قبول کرنے پر مدد ملے غلجان کہتے ہیں۔

فرشتے سے مراد وہ مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خیر پھیلانے، علم کی روشنی عام کرنے، حق کا انکشاف کرنے، خیر کا وعدہ کرنے اور امر بالمعروف کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، اور شیطان سے مراد وہ مخلوق ہے جو مذکورہ بالا امور میں فرشتوں کی ضد ہوں یعنی وہ شر کا وعدہ کرے، برائیوں کی دعوت دے اور خیر پر آمدہ نظر آنے والے کو ڈرائے، فرشتہ اور شیطان دونوں ہی قلب کو اپنی اپنی طرف کھینچنے میں مصروف رہتے ہیں۔

چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دل میں دو قربتیں ہیں، ایک فرشتے کی قربت ہے، جس کا کام خیر کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق کرنا ہے، جس کو یہ معلوم ہو اسے جان لینا چاہئے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اس پر خدا کا شکر ادا کرے، دوسری قربت شیطان کی ہے، جس شخص کو یہ معلوم ہو تو اسے شیطان مردود سے پناہ مانگنی چاہئے، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "الشیطٰن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء" اور شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور برائیوں کا حکم کرتا ہے۔ (ترمذی۔ نسائی شریف)

شیطان شہوت کو اپنے تصرف کا ذریعہ بناتا ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی شہوت پر مدد دے اور وہ شہوت اس کی اس قدر مطیع (فرمانبردار) ہوجائے کہ مناسب حدود کے سوا اس کا ظہور نہ ہو تو وہ شر کی داعی نہیں ہوتی اور نہ شیطان ہی کا بس چلتا ہے کہ وہ اس شہوت کو اپنے مقاصد میں استعمال کرسکے، شیطان کے لئے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی گنجائش اس وقت ہوتی ہے جب ان پر دنیا کا

ذکر اور نفس کی خواہش غالب ہوتی ہے، اگر دل ذکر اللہ کی طرف پھر جاوے تو شیطان کے لئے زنجیر سے باندھے کے سوا دوسرا راستہ نہیں رہتا۔ ابن وذاؓ سے روایت ہے کہ جب آدمی چالیس برس کا ہو جاتا ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ استغفار نہیں کرتا تو شیطان اسکے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس حسین صورت کے قربان جاؤں جسے فلاح نصیب نہیں ہوئی، جس طرح شہوتیں انسان کے گوشت اور خون میں خلط ملط ہے، اسی طرح شیطان بھی اسکی رگوں میں خون کے ساتھ ساتھ دوڑنے میں مصروف ہے اور دل کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "شیطان انسان کے جسم میں خون کے ساتھ ساتھ گردش کرتا ہے، اس لئے اس کے پھرنے کی جگہوں کو بھوک سے تنگ کرو" بھوک کے ذریعہ راستے مسدود کرنے کی ہدایت اس لئے دی کہ بھوک سے شہوت ختم ہوتی ہے، اور شیطان شہوات کے ساتھ ہی جسموں میں داخل ہو کر خون رواں کے ساتھ گردش کرنے لگتا ہے، خاص طور پر دل کے چاروں طرف، کیوں کہ شہوات کا مرکز دل ہی ہوتا ہے، اس کا چاروں طرف سے حملے کرنے کا ثبوت اس آیت سے ملتا ہے، جس میں باری تعالیٰ نے اسی کی زبانی حکایت کی ہے، شیطان کہتا ہے "میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کرونگا، ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی"۔

شیطانی فریب کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ھے

علم معاملہ میں سب سے اہم اور عام عمل بات یہ ہے کہ نفس کے فریبوں اور شیطان کی مکاریوں کی اطلاع رکھے، اور یہ ہر شخص کے اوپر فرض ہے، لیکن لوگ اس فرض کی ادائیگی سے غافل ہیں، اور ایسے علوم میں مصروف ہیں جن سے وسوسوں کو تحریک ملے اور شیطان کو اپنا تسلط باقی رکھنے کا موقع فراہم ہو، اور وہ ان علوم میں لگ کر شیطان کی عداوت اور اس سے بچنے کا طریقہ بھول جائیں۔

قلب کی مثال ایک قلعہ جیسی ہے، اور شیطان اس دشمن کی طرح ہے جو قلعہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تاکہ اس پر قبضہ کر سکے اور اسے اپنی ملکیت بنا سکے، دشمن سے قلعہ کی حفاظت کی صورت یہی ہے کہ ان دروازوں اور گذرگاہوں کی حفاظت کی جائے جن سے قلعہ میں داخلہ ممکن ہو، اور وہ راستے جسی دروازے یا گذرگاہیں نہیں ہے بلکہ بندے کے اوصاف ہیں، انھیں اوصاف کو وہ اپنے داخلے کا وسیلہ بناتا ہے، یعنی دل کو تمام مذموم صفات سے پاک صاف کر دیا جائے،

شیطان کی مثال بھوکے کتے کی سی ہے، اگر تمھارے پاس گوشت، روٹی وغیرہ نہ ہو تو تم اسے دھتکار کر دور کر سکتے ہو، لیکن اگر تمھارے ہاتھ میں گوشت ہو اور وہ بھوکا بھی ہو تو دھتکارنے سے ہرگز نہ جائے گا بلکہ گوشت پر ضرور پڑے گا، شیطان اس دل سے محض ایک ڈانٹ سن کر بھاگ جاتا ہے جہاں اس کی غذا کا سامان نہیں ہوتا، اسلئے اس چور کے خلاف سخت مجاہدے کی ضرورت ہے، اور یہ مجاہدہ زندگی کی آخری سانس تک جاری رہے گا، کیوں کہ زندہ شخص کبھی شیطان سے بچ نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلب کو شیطانی وسوسوں سے بچانا واجب ہے بلکہ ہر عاقل بالغ شخص پر فرض عین ہے، اور وہ چیز بھی واجب ہے جو فرض عین تک پہنچنے کا ذریعہ ہوں۔

تغیر و ثبات کے اعتبار سے قلب کی تین قسمیں

(۱) ایک دل وہ ہے جو تقویٰ کے نور سے معمور ہو، اور اخلاق رذیلہ سے پاک صاف ہو، اس طرح کے قلب پر خیر کے خواطر اور غیب کے خزانے عالم ملکوت سے آتے ہیں، عقل ان کے دقائق اور اسرار و فوائد پر مطلع ہونے کے لئے ان میں فکر کرتی ہے، جب نور بصیرت سے کسی خیر کا خیر ہونا ثابت ہو جاتا ہے تو عقل اسکی اہمیت کا فیصلہ کرتی ہے، اور قلب کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتی ہے، فرشتہ جب یہ دیکھتا ہے کہ قلب کا جوہر صاف ہے، نور خرد سے اس کی محرابیں روشن ہے، تقوی کی قندیلیں بار کر نہیں چاروں طرف پڑ رہی ہیں، اور معرفت الٰہی کی شمع جل رہی ہے، بلا شبہ اس طرح کے

قلوب ہمارے مسکن ہیں، ہمارے اترنے کی جگہیں ہیں، تو وہ قطرہ آنے والے لشکروں سے انکی مدد کرتے ہیں، اور بہت سے خیر کے کاموں کی طرف انکی رہنمائی کرتے ہے، یہاں تک کے اسے عملی خیر کے کاموں کا عادی بنادیتا ہے۔

اس طرح کے قلوب میں محراب ربوبیت کی شمع سے اتنا اجالا پھیلتا ہے کہ شرک خفی بھی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتا، جو اندھیری رات میں رینگنے والی چیونٹی سے بھی زیادہ خفی ہے، ایسے دل پر شیطانی مکروفریب نہیں ہوتا، وہ لاکھ دھوکہ دیتا ہے، چکنی چپڑی باتیں بناتا ہے، لیکن بندہ انکی طرف ادنٰی التفات بھی نہیں کرتا، یہ دل مہلکات سے نجات کے بعد منجیات سے آراستہ ہو جاتا ہے، یہ منجیات شکر، صبر، خوف، رجاء، فقر، زہد، شوق، محبت، رضاء، توکل، تفکر، احتساب وغیرہ ہیں، اسی قلب پر اللہ تعالٰی کی توجہ ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا دل اس کے برعکس ہے، یعنی وہ نفسانی خواہشات سے پر ہوتا ہے، اور مذموم عادات سے آلودہ ہوتا ہے، اس دل کے دروازے شیاطین کے لئے کھلے رہتے ہیں اور فرشتوں کے لئے بند رہتے ہیں، اس طرح کے دل میں شر کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ پہلے اس میں ہوائے نفس کا تصور آتا ہے، اور گناہ کی کھٹک پیدا ہوتی ہے، دل عقل کے حاکم سے مشورہ طلب کرتا ہے، عقل کیوں کہ پہلے ہی سے ہوائے نفس کی خادم ہے اور اس سے مانوس ہے، اس لئے وہ اسکے حق میں فیصلہ کرتی ہے، اور جواز کے لئے اسباب مہیا کرتی ہے، اس طرح نفس پر ناپاقتہ جمالیتی ہے اور گناہ پر انکی مدد کرتی ہے، آدمی کا سینہ نفسانی خواہشات کے لئے کھل جاتا ہے، اور ہوس کے اندھیرے پھیل جاتے ہیں، کیوں کہ نفس کی فوج پہلے ہی اپنی قوت مدافعت کھو چکی ہے اور اپنی باگ ڈور نفس کے ہاتھ میں دے دیتی ہے، اسلئے شیطان کی سلطنت کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے، وہ دل کو ظاہری زیب وزینت، مکرو فریب اور جھوٹی امیدوں میں پھنسا دیتا ہے، اور اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے کہ ایمان کی

سلامت کمزور پڑ جاتی ہے اور یقین کی شمع گل ہو جاتی ہے، یعنی وعدہ وعید، جنت، دوزخ اور آخرت پر یقین باقی نہیں رہتا۔

ہوائے نفس ایک دھواں ہے جو قلب کے چاروں طرف پھیل جاتا ہے، اور ایمان و یقین کا چراغ گل کر دیتا ہے، عقل کی کیفیت اس وقت ایسی ہو جاتی ہے جیسے کسی شخص کی آنکھ میں دھواں بھر جائے اور وہ دیکھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے، غلبۂ شہوت بھی قلب سے غور و فکر کی صلاحیت اور بصیرت کا نور سلب کر لیتا ہے، اور ہدایت سے اس قدر بے بہرہ ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی واعظ اچھی بات بتلانا بھی چاہے تو وہ سمجھتا نہیں ہے، شیطان الگ حملہ آور ہوتا ہے، نفس کی خواہشات الگ حملہ کرتی ہے، اعضاء الگ موافقت کرتے ہیں، اس طرح معصیت کے ظہور کے لئے تمام اسباب مہیا ہو جاتے ہیں، یہ آیت ایسے ہی دل کی طرف اشارہ کرتی ہے "اے پیغمبر! آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے، سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں، یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں، یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔"

بعض دلوں کا حال تو تمام شہوتوں میں یکساں ہوتا ہے، بعض دل بعض شہوتوں میں ملوث ہو جاتے ہیں اور بعض شہوتوں کے قریب بھی نہیں جاتے، مثلاً بعض لوگ عام معاصی سے تو اجتناب کرتے ہیں لیکن جب کوئی حسین صورت نظر پڑتی ہے تو انہیں ضبط کا یارا نہیں رہتا اور وہ عقل و خرد سے بیگانہ ہو کر اس گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بعض لوگ اقتدار، جاہ اور منصب کے اتنے بھوکے ہوتے ہیں کہ جب بھی ان چیزوں کے حصول کی کوئی صورت پیدا ہوتی ہے تو وہ دیوانہ وار ان کے پیچھے دوڑتے ہیں، بعض لوگ اپنا عیب نہیں سن سکتے، بعض لوگ اپنی اہانت برداشت نہیں کر سکتے، اگر کوئی ایک لفظ بھی کہہ دیتا ہے تو وہ غصہ میں آگ بگولہ ہو جاتے ہیں، بعض لوگ اپنی عام زندگی میں تقویٰ طہارت پر عمل پیرا رہتے ہیں لیکن جب روپیہ پیسہ کی لین دین کی بات آتی ہے تو تقویٰ اور تقدس کی

تمام قبائیں چاک کر ڈالتے ہیں، اور مال پر اس طرح گرتے ہیں جس طرح کتا بچی ہوئی ہڈی پر ٹوٹ پڑتا ہے، ان تمام معاصی کا ارتکاب انہیں دلوں سے ہوتا ہے جن کے ارد گرد ہوائے نفس کے دھوئیں کی دبیز چادر چھا جاتی ہے، اور بصیرت کا نور مدھم پڑ جاتا ہے، حیا اور ایمان رخصت ہو جاتا ہے، اور وہ لوگ شیطان کے منشا و مراد کی تکمیل میں لگ جاتے ہیں۔

(۳) قلب کی تیسری قسم وہ ہے جس میں ہوائے نفس کے خواطر پیدا ہوتے ہیں اور اسے شر کی طرف بلاتے ہیں، اسی وقت ایمان کے خواطر آتے ہیں اور اسے خیر کی طرف بلاتے ہیں، نفس اپنی تمام تر شہوتوں کے ساتھ شر کے خواطر پر آمدہ نظر آتا ہے، شہوت کو تقویت دیتا ہے اور لذت خیزی اور عیش کوشی کے فضائل بیان کرتا ہے، عقل خیر کے خواطر کی مدد کرتی ہے اور شہوت کی برائی کرتی ہے، اور نفس کو جتلاتی ہے کہ یہ کام جہالت کا ہے، بہائم اور درندوں کے افعال کے مشابہ ہے، کیوں کہ بہائم اور درندے ہی انجام کی پروا کیے بغیر شر پر گرتے ہیں۔

نفس عقل کی نصیحت پر مائل نظر آتا ہے تو شیطان نفس کا پیچھا چھوڑ کر عقل کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اور اس طرح شہوت کے دواعی کو تقویت پہنچاتا ہے، شیطان عقل سے کہتا ہے کہ تو خواہ مخواہ نفس کو کیوں تنگی میں مبتلا کیے ہوئے ہے، تو نے اپنی خواہشات کو بالائے طاق کیوں رکھ دی، کیا تیرے ہم عصروں میں کوئی ایسا ہے جو خواہشات کا مخالف اور اپنی اغراض کا مخالف ہو، ان کے حصہ میں دنیا کی لذتیں ہیں اور تیرے حصہ میں تنگی ہے، وہ خوش نصیب ہیں تو محروم القسمت، بد بخت اور مصیبت زدہ ہے، دنیا کے لوگ تیرا مضحکہ اڑاتے ہیں اور دوسروں کی مثالیں دیتے ہیں، جنھوں نے میرے بتلائے ہوئے راستے پر چل کر بڑے بڑے منصب حاصل کیے، تو ان کی راہ کیوں نہیں چلتا، کیا تو فلاں عالم کو نہیں دیکھتی کہ وہ فلاں فلاں کام کرتے ہیں، اگر یہ کام برے ہوتے تو وہ کیوں کرتے، نفس شیطان کی طرف جھکتا ہے۔

اسی وقت فرشتہ اس کا راستہ روک لیتا ہے اور اسے بتلاتا ہے کہ جو شخص حال کی لذت کے حصول میں تأمل اور انجام سے بے پرواہ ہو جاتا ہے وہ تباہ اور برباد ہو جاتا ہے، کیا تو ان چند روزہ لذتوں پر قناعت کر کے جنت کی دائمی نعمتوں اور لذتوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہے؟ کیا تجھے شہوت پر صبر کے مقابلہ میں دوزخ کے عذاب کی تکلیف سہل نظر آتی ہے؟ لوگوں کی اتباع مت کر اور شیطان کے فریب میں مت آ، دوسروں کے گناہ تیرے عذاب کی تکلیف کم نہیں کر سکتے، اگر تجھے سخت گرمی اور لو کے زمانے میں آرام دہ ٹھنڈا مکان میسر آ جائے تو کیا تو لوگوں کا ساتھ دیگا یا اس مکان کو ترجیح دے گا جہاں نہ سورج کی گرمی سے جسم جھلتے ہیں اور نہ گرم ہوا کے بدن کو جھلساتے ہیں، دنیا میں تیرا حال یہ ہے کہ سورج کی گرمی تجھے برداشت نہیں، دھوپ میں تو کھڑا نہیں ہو سکتا، پھر معلوم نہیں دوزخ کے خوف سے کیا چیز مانع ہے، کیا دوزخ کی حرارت سورج کی حرارت سے کم ہے؟ اس نصیحت سے نفس فرشتے کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ فرشتے اور شیطان کی کشمکش جاری رہتی ہے، اور وہ اسی کشاکش کے درمیان اپنی عمر کی منزلیں طے کرتا رہتا ہے، بعض اوقات شیطانی اوصاف غالب آ جاتے ہیں اور نفس بالکلیہ شیطان کی طرف مائل ہو جاتا ہے، اس کا معاون اور مددگار بن جاتا ہے، رحمانی گروہ سے اعراض کرتا ہے، اور اس کے اعضاء سے وہ تمام اعمال صادر ہوتے ہیں جن پر ازلی تقدیر نے مہر ثبت کر رکھی ہے، اور جو اسے اللہ سے دور لے جاتے ہیں۔

اور جب ملکوتی صفت غالب آتی ہے تو نفس، شیطان کی چال میں نہیں پھنستا، اسکے فریب کا قلع قمع کر دیتا ہے، دنیا کی فانی لذات کو ترجیح نہیں دیتا، آخرت کے امور میں سستی کا مظاہرہ نہیں کرتا، بلکہ روحانی گروہ کی اطاعت کرتا ہے، اور اسکے اعضاء سے وہ اعمال صادر ہوتے ہیں جو رضائے الٰہی کا باعث ہوں، اور یہ بھی تقدیر ازلی ہی کے مطابق ہوتا ہے، اس طرح کے قلوب کی

ایک گروہ کی طرف مستقل طور پر مائل نہیں ہوتے بلکہ ان میں تغیر کا عمل جاری رہتا ہے۔

اطاعت اور معاصی سب خزانہ غیب سے عالم ظہور میں آتے ہیں، اور قلب انکے درمیان واسطہ بنتا ہے، کیوں کہ قلب ملکوت کے خزانے میں سے ایک خزانہ ہے، ارباب قلوب اس کی ظہور سے قضاء وقدر کی معرفت حاصل کرتے ہیں، جو لوگ جنت کے لئے پیدا کئے ہوتے ہیں انکے لئے اطاعت کے اسباب مہیا کردیے جاتے ہیں، اور جو دوزخ کے لئے بنے ہیں انکے لئے نافرمانی کے اسباب پیدا کردیے جاتے ہیں، اور برے رفقاء کی صحبت عطا کی جاتی ہے، انکے دل میں شیطانی وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے "سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستے پر ڈالنا چاہتا ہے انکے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کردیتے ہیں، اور جسکو بے راہ کرنا چاہتے ہیں انکے سینے کو تنگ بہت تنگ کردیتے ہیں، جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے" پارہ ۸، رکوع ۲۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "اگر حق تعالیٰ ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا، اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو انکے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دیں، اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہئے" پارہ ۴ رکوع ۸۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید "اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے فیصلہ کرتا ہے، نہ کوئی اسکے حکم کو ٹال سکتا ہے اور نہ فیصلے کو رد کرسکتا ہے۔ اپنے بندوں کو جنتیوں اور دوزخیوں کی علامات بتلادی اور یہ اعلان فرمادیا "ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم" نیک لوگ بیشک آسائش میں ہونگے اور بدکار لوگ بیشک جہنم میں ہونگے۔ اللہ جل شانہ ہم سب کو اس کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو عامۃ الناس کے لئے باعث استفادہ بنائے اور اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرما کر فلاح دارین اور نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین برحمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین۔